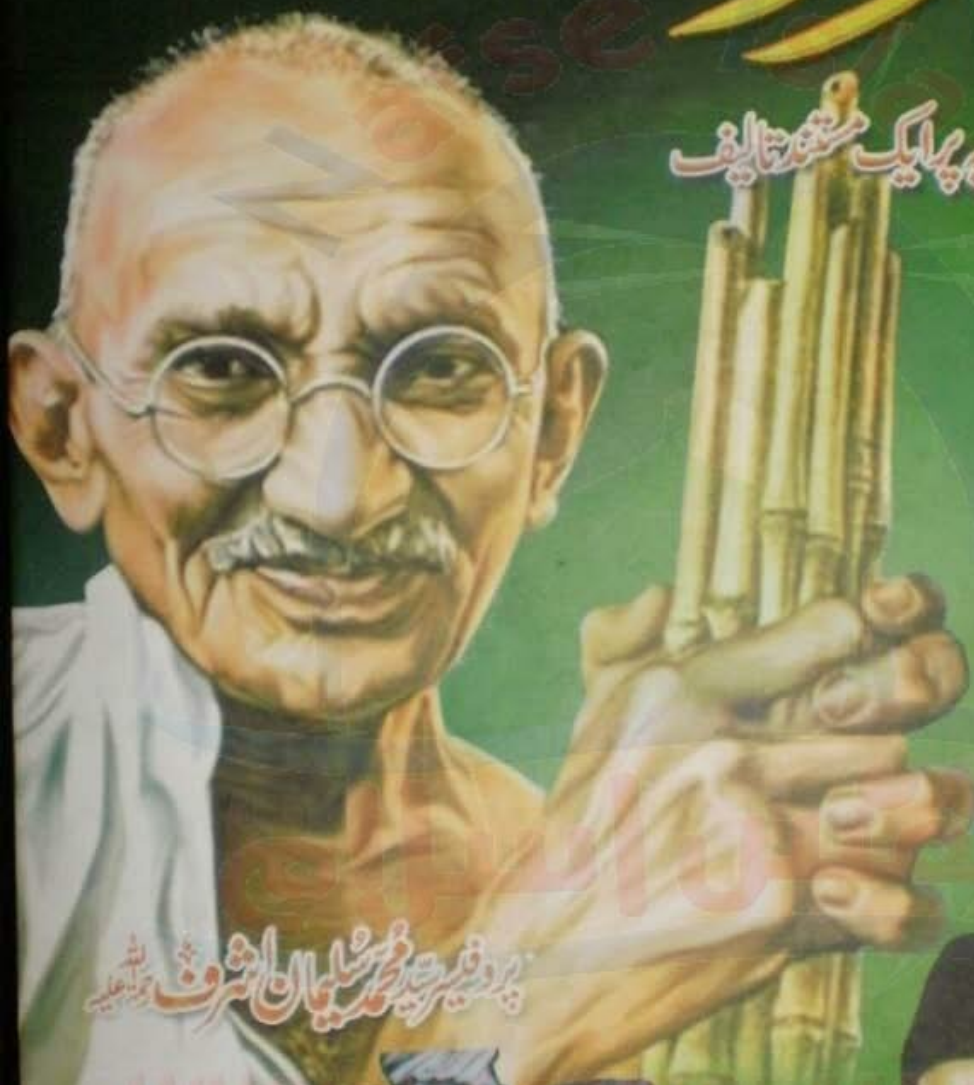


تحریک خلافت و ترک موالیات کے دوران گاندھی کے دجل و غریب کا شکار  
بعض مسلمان قائدین کی کوتاہ بینی اور اس کے مضمرات پر ایک چشم کشا تالیف  
جو اسلامیان ہند کیلئے متاثر اور ثابت ہوئی

# النور

دینی نظریہ پر ایک مستند تالیف



پروفیسر محمد سلیمان اشرف



دوقومی نظریہ ایک مستند تالیف

# النور

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اذا لا ینا کنت ناسئ ناسئ لاھو

کتاب	:	مکتور
تفصیف	:	سید محمد سلیمان اشرف
بار اول	:	۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
طبع جدید	:	شعبان ۱۳۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء
	:	(مع مقدمہ)
صفحات	:	۳۲۰ صفحات
تعداد	:	گیارہ سو
مطبع	:	اصغر پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	:	ادارہ پاکستان سٹامپی ۲/۲۳ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور۔ ۵۳۵۰۰۰
	:	فون: ۳۱۳۸۶۳۰
قیمت	:	۳۳۰ (تین صد تیس روپے)

### ڈسٹری بیوٹرز

اورینٹل پبلی کیشنز، قبل ٹاور، میلارام، دربار مارکیٹ، گمنج بخش روڈ، لاہور

فون: ۷۲۱۳۵۷۸

خان بک کتب، ۳ کورٹ اسٹریٹ، انورمال، لاہور

فون: ۳۲۵۳۶۳۰

دارالعلوم نعیمیہ، جگمیر بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: ۶۳۲۲۲۳۶



NAFSE ISLAM

فہرست

۵

سید نور محمد قادری

مقدمہ

۳۶

ظہیر الدین خاں

مکمل مقدمہ

۷۹

سید محمد سلیمان اشرف

الثور

(فہرست اندر ملاحظہ فرمائیں)

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.CO



## عکس نوادر

- ۲۶ ۱- تاریخی رسالہ 'انفس الفکر فی قربان البقرہ' (۱۲۹۸ھ) از امام احمد رضا،  
مطبوعہ بریلی طبع دوم۔ ۱۹۲۱ء۔ عکس سرورق
- ۲۷ ۲- 'انفس الفکر' عکس صفحہ ۱۹ (مراسلہ بحرہ مئی ۱۹۱۱ء) از مسلم لیگ خلع بریلی  
برائے استفتاء در مسائے بندش قربانی گاؤں
- ۳۳ ۳- رسالہ 'الرشاد' (۱۹۲۰ء) مصنفہ پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف،  
مطبوعہ علی گڑھ۔ عکس سرورق
- ۳۳ ۴- حدیث میں تحریف اور الرشاد کا صفحہ ۲۵ کا عکس
- ۳۹ ۵- رسالہ 'الحجۃ المومنہ فی آیۃ المہتدہ' (۱۳۳۹ھ) از امام احمد رضا،  
مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء۔ عکس سرورق
- ۵۰ ۶- 'الحجۃ المومنہ' عکس صفحہ ۲ (مراسلہ پروفیسر مولوی حاکم علی،  
اسلامیہ کالج لاہور بابت استفتاء در مسئلہ ترک موالات)
- ۷۹ ۷- 'الثور' نسخہ مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ (۱۹۲۱ء)
- ۲۰۸ نقشہ سلطنت عثمانیہ زمانہ عروج (۱۹۰۸ء)
- ۲۰۹ نقشہ سلطنت عثمانیہ دور زوال (۱۹۲۰ء)

## مقدمہ

(۱)

پہلی عالمی جنگ میں ترکی کی عثمانیہ حکومت نے جرمنی کا ساتھ دیا اور المناک شکست سے دو چار ہوئی، عوام پر بے پناہ مصائب ٹوٹے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اتحادی، ترکی کے حصے بخرے کر کے مسلمان حکومت کا اس علاقہ سے نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء کے آغاز میں بمبئی کے دو مسلمان تاجروں سینٹہ احمد صدیق کھتری اور سینٹہ عمر شوبانی نے تحفظ خلافت، تحفظ لہاکن مقدسہ اور مظلوم ترکوں کی امداد و اعانت کے لئے بمبئی میں ایک مقامی انجمن بنام ”خلافت کمیٹی“ قائم کی۔ اس مختصر سی خلافت کمیٹی کو آل انڈیا سطح پر قائم کرنے کا خیال سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی نعلی کو پیدا ہوا اور انہوں نے اس مقصد کے لئے آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس لکھنؤ میں طلب کیا۔ ۲

جناب سردار علی صابر جی اپنے ایک مضمون ”مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی نعلی“ میں فرماتے ہیں:-

”..... حضرت باری میاں کا ایک اور عظیم غیر قافی کارنامہ یہ ہے کہ بمبئی کی چھوٹی سی خلافت کمیٹی کو جو محض ایک مقامی جماعت تھی ”آل انڈیا مجلس خلافت“ کی پر عظمت شکل میں تبدیل کر دیا۔ باری میاں جنگ عظیم کے خاتمے پر ترکوں کے المناک مصائب سے بہت متاثر تھے، انہوں نے مظلوم ترکوں کی حمایت میں آواز بلند کرنے کے لئے پہلے ایک انجمن قائم کرنی چاہی، لیکن جب بمبئی میں چند ہمدردان اسلام نے ”خلافت کمیٹی“ کے نام سے ایک انجمن قائم کرنی تو باری میاں کو یہ نام پسند آیا اور اسے ”آل انڈیا“ بنانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس مقصد کے لئے حضرت باری میاں نے مسلم عمائد و اکابر کی ایک کانفرنس لکھنؤ میں طلب کی جس میں شرکت کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں سے نمائندے آئے تھے۔

۲- روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی ۷ جون ۱۹۷۷ء بعنوان: ”مولانا عبدالحمید ایوبی“





ایکٹ کی صورت اختیار کی جو شدید مخالفت کے باوجود ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو پاس ہو گیا۔“ ۱

اس ایکٹ کے پاس ہوتے ہی ہندوستان میں ہڑتالیں اور مظاہرے شروع ہو گئے، جلسوں اور جلوسوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ہندو، مسلمان اور کچھ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ جنرل اوڈواٹر نے بے دردی سے اس جلسہ پر فائرنگ کا حکم دیا اور سیکڑوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جلیانوالہ کے سانحہ کے فوراً بعد گورنر پنجاب مائیکل اوڈواٹر نے پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا اور اس مارشل لا میں پنجاب کے شریف اور بے گناہ شہریوں کے ساتھ دنیا کے عیار ترین حکمرانوں نے جو وحشیانہ اور انسانییت سوز سلوک کیا اُس کی ایک جھلک ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔

”..... اُس (مائیکل اوڈواٹر) نے لاہور، قصور، امرتسر، گجرات، گوجرانوالہ،

شیخوپورہ، لاہل پور (فیصل آباد) وغیرہ میں مارشل لا جاری کر کے مظالم کی وہ آگ برساتی جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں صرف ۱۸۵۷ء کا کشت و خون ہی پیش کر سکتا ہے۔ ان مظالم کے ذکر سے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات سیاہ ہو چکے ہیں۔ چودہ چودہ برس کے بچوں کو گتلی میں باندھ کر کوڑوں سے پیٹا گیا۔ کم از کم بیس کوڑوں کی سزا مقرر تھی۔ حالانکہ بڑے سے بڑے سخت جان کی کھال جیسے (۶) کوڑوں کے بعد ادھر جاتی ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ہر محلے سے بچن بچن کر معززین کو گھروں سے نکالا گیا اور برہمن سر برہمن پاتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر بازاروں میں پھرایا گیا تاکہ کھلے ہندوں اُن کی تذلیل ہو۔ جو لوگ اپنی قابلیت کی بنا پر آئندہ ہائی کورٹ کے جج اور صوبے کے وزیر بننے والے تھے انہیں گورافوج کے سپاہیوں سے پٹا کر پھانسی کے جرموں کی کوٹھریوں میں بند کیا گیا۔ مئی کی گرمی میں لاہور کے کالجوں کے طلبہ کو حکم دیا گیا کہ اپنے سروں پر اپنے بستر اٹھا کر دن میں چار مرتبہ سولہ میل کا فاصلہ طے کر کے آئیں اور یونین جیک کو سلامی دیں۔ لاہور کے تمام باشندوں کو حکم مل گیا کہ اپنی موٹر کاریں، سائیکلیں، بجلی کے پچھے اور بجلی کے لیپ فوج کے حوالے کر دیں۔ سکول کے بچوں کو ہر روز دھوپ میں کھڑے ہو کر، ایک

فوجی افسر کے سامنے، یہ کہنا چاہتا تھا: "حضور! ہم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ ہماری توبہ! آئندہ بھی ہم سے کوئی خطا سر نہ نہیں ہوگی۔"

ایک پوری رات کو جس میں ڈولہا بھی شامل تھا بلاوجہ کچڑ کر کوڑوں سے پٹوا ڈالا گیا۔ ریل گاڑیوں پر سفر کی ممانعت کر دی گئی اور سوائن لوگوں کے جن کو فوجی حکام پاس عنایت کرتے تھے اور کوئی شخص سفر نہیں کر سکتا تھا۔ عورتوں کی گھلے منہ بے رحمی کی گئی۔ ایک گلی مقرر کی گئی جس میں سے ہر شخص کو پیٹ کے بل ریٹنگتے ہوئے گزرنا پڑتا تھا۔ اوپر گورافوج کا سپاہی بدوق کا گند اس کی پخت پر مارتا تھا۔ شہر کے بعض معزز اور سربراہ آوردہ لوگوں کے مکانوں پر مارشل لا کے احکام کے اشتہار چسپاں کر دیے جاتے تھے اور حکم تھا کہ اگر کسی نے اس اشتہار کو پھاڑ دیا تو مالک مکان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ صاحب خانہ کو محض اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے دن بھر اپنے مکان سے باہر دیوار کے قریب کھڑے رہنا پڑتا تھا تاکہ کوئی شخص اشتہار کو ہاتھ نہ لگائے۔ لاہور میں سرفضل حسین، خلیفہ شجاع الدین اور پیر تاج الدین جیسے اصحاب کے مکانوں پر بھی اس قسم کے اشتہار چسپاں کئے جاتے تھے اور انہیں تمام دن مکان سے باہر کھڑے رہنے کی ذلت برداشت کرنا پڑتی تھی۔

دیال سنگھ کالج کی بیرونی دیوار پر کسی نامعلوم شخص نے ایک اشتہار لگا دیا جس کا مضمون فوجی حکام کے نزدیک قابل اعتراض تھا۔ اس جرم کی پاداش میں کالج کے پرنسپل کو گرفتار کر لیا گیا اور بالآخر اس غریب کو ڈھائی سو روپے جرمانہ ادا کر کے رہائی حاصل کرنا پڑی۔

حکومت صادر ہو گیا کہ کوئی انگریز نظر آئے مقامی باشندوں کا فرض ہے کہ فوجی تانکے سے اتر کر کھڑے ہو جائیں اور جھک کر سلام کریں۔ ایک پچیس فٹ لمبے اور بارہ فٹ چوڑے کمرے کے اندر مٹی کے مہینے میں پچیس آدمیوں کو بند کر دیا گیا جہاں وہ ہفتہ بھر مقید رہے اور بول و براز کے لئے بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ تصور میں متبادی کر دی گئی کہ جو لوگ ۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء سے پہلے یا اس تاریخ کے بعد شہر سے باہر چلے گئے تھے اگر چار روز کے اندر واپس نہ آئے تو ان کی

جائیدادیں (جائدادیں) ضبط کر لی جائیں گی۔

جب فوجی عدالتوں کے سامنے مقدمات پیش ہونے لگے تو صفائی کی طرف سے کسی وکیل کو بیرونی کرنے کی اجازت نہیں ملتی تھی مضمون کو پھانسی اور عمر قید کے علاوہ مشکل ہی سے کوئی اور سزا ملتی تھی۔ قصور میں سنا نہیں آدھیوں کو پھانسی اور تیرہ کو عمر قید کی سزا ہوئی۔ گوجرانولہ میں محض اس جرم میں کہ پٹوار خانہ کو آگ لگا دی گئی تھی پانچ آدھیوں کو پھانسی اور دس کو محبس دوام کی سزا ہوئی۔ امرتسر میں چونتیس کو پھانسی اور چند رہ کو محبس دوام کی سزا ملی۔ اسی طرح لاہور میں امرتسر ایسے شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں سزاؤں کی وہ بھر مار ہوئی کہ اس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ ایک شخص کو محض اس جرم میں کہ اس نے ایک پولیس افسر کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ”تم ہمارے بھائی ہو ہم تمہارے بھائی ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔“ محبس دوام کی سزا ملی۔“

جلینا نوالہ باغ کے قتل عام اور اس کے بعد مارشل لا کے دور میں پبلک کے ساتھ اس سلوک کی وجہ سے پورے ہندوستان میں تمام قوموں (مسلمان، ہندو، سکھ) میں غم و غصہ اور نفرت کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔ اسی آثناء میں ترکی کی حکومت نے مسلمانوں کو زیادہ ہی متاثر کر دیا اور انہوں نے تحفظِ خلافت اور مظلوم ترک عوام کی امداد کے لئے ”مجلسِ خلافت“ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو لکھنؤ میں قائم کر لی اور اس پر جلتی کا کام اس ہنگامی معاہدہ صلح نے کیا جو جرمنی اور اس کے حلیفوں کی حکومت کے بعد اتحادیوں نے عارضی طور پر ترکی سے کیا اور اس میں طے پایا۔

۱۔ ترکی اپنی تمام افواج برخواست کر دے گا۔

۲۔ اس کے جنگی جہاز قاصین ضبط کر لیں گے۔

۳۔ ملک کی ریلیوں کی نگرانی اور کنٹرول کا اتحادیوں کو حق ہوگا۔

۴۔ ایشیائے کوچک اور عرب میں سرحدوں کے تعین کے علاوہ اندرون ملک کا انتظام ترکی ہی کے اختیار میں ہوگا۔

۱۔ اقبال کے آخری دو سال از حاشیہ حسین دہلوی، مطبوعہ آئینہ ادب، لاہور ۱۹۷۸ء، اشاعت سوم، ص ۱۰۱-۱۰۳

بحوالہ مظالم پنجاب کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ (۱۹۲۰ء)

۲۔ علی ہمدانی مرتبہ سید بخش احمد، طبری، مطبوعہ محمد علی اکبر میاں لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۲۳۳



ساتھ چلیا تو الہ باغ، ترکی کی شکست اور ہنگامی معاہدہ صلح کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے جائزہ اجتماعی جلسے ہوئے جن میں قابل ذکر حسب ذیل ہیں:-

۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء مدراس میں بھارت سینٹھ یعقوب حسن

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء لکھنؤ میں بھارت مولانا قیام الدین عبدالبہاری فرنگی مہلی

۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس

۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء ۱ دہلی میں بھارت مسٹر فضل الحق

ان میں سے آل انڈیا مسلم کانفرنس میں خلافت کمیٹی قائم کی گئی اور دہلی کا جلسہ ”خلافت کانفرنس“ کے نام سے منعقد ہوا۔ دہلی کے جلسہ سے پہلے مسلمان لیڈروں نے محسوس کیا کہ ”اگر ہندو بھائیوں خصوصاً مسٹر گاندھی کو اعتماد میں لے لیا جائے اور وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں تو ہمارے مطالبات اور پروگرام کو اس سے تقویت ملے گی۔“ چنانچہ مسلمان اکابر نے اس سلسلے میں اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ قاضی محمد عبدالغفار اپنی تصنیف ”حیات اجمل“ میں — کانگریس اور خلافت کا اتحاد — کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ

”جب پنجاب کے مظالم کی خونچکاں داستان ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کر رہی تھی اسی زمانہ میں خلافت اور امارکن مقدسہ کا مسئلہ بھی مسلمانوں کے لئے سخت تر و دکاباعث بن گیا تھا۔ امارکن مقدسہ اور خلیفہ کے متعلق برطانوی وزراء کے تمام وعدے جھوٹے ثابت ہو چکے تھے اور صلح کانفرنس کی جو خبریں ہندوستان آ رہی تھیں ان سے واضح ہوتا تھا کہ نہ تو ترکوں کے لئے آزادی اور عزت کا کوئی راستہ کھلا رکھا گیا ہے اور نہ جزیرۃ العرب کے متعلق برطانوی حکومت کے وعدوں کے پورا کئے جانے کے کوئی آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اب عام مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر انتہائی قربانیاں نہ کی گئیں تو ان مسائل کا خاتمہ بہت بڑی طرح ہوگا۔ شوکت علی اور محمد علی بنوڑ چھنڈ واڑہ میں نظر بند تھے، مولانا ابوالکلام آزاد بھی مقید تھے۔ مسلمان لیڈروں میں صرف ڈاکٹر انصاری، حکیم صاحب اور مولانا عبدالبہاری ہی ایسے تھے جو مہاتما گاندھی، مسٹر تلک اور بعض دوسرے لیڈروں سے ان مسائل کے متعلق مشورے کر رہے تھے۔ مہاتما گاندھی اس

بات پر آمادہ تھے کہ خلافت کے مسئلہ کو ہندو مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ بنا کر خلافت اور

مظالم پنجاب اور آزادی وطن، سب کے لئے ایک ہی محاذ جنگ قائم کیا جائے۔<sup>۱</sup>

مسلمان عمائد اور گاندھی مندرجہ بالا تجویز پر متفق ہو گئے اور ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کے جلسہ خلافت میں مہاتما گاندھی کی سربراہی میں ہندو لیڈر بھی شریک ہوئے۔ مسٹر فضل الحق نے خطبہ صدارت پڑھا اور خطبہ میں ہندوستان کی غیر مسلم اقوام سے تائید حاصل کرنے کی مصلحت پر زور دیا۔ کانفرنس کے ریزولیشنوں میں مشہد مقدس اور دیگر مقامات مقدسہ میں اتحادی افواج کی زیر دستیوں اور مظالم پر احتجاج کیا گیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ

(۱) وہ جشن صلح میں شریک نہ ہوں اور اس کے خلاف جلسے کریں۔

ب۔ مسٹر گاندھی کے مشورے کے مطابق مسلمان حکومت سے عدم تعاون کریں۔

ج۔ اگر صلح کانفرنس کا فیصلہ مسلمانوں کی مخالفت کے مطابق نہ ہو تو ولایتی مال

کا بائیکاٹ کیا جائے۔

د۔ مسٹر گاندھی اور ان دوسرے ہندو لیڈروں کا شکریہ ادا کیا گیا، جنہوں نے

تحریر خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل منظور کیا تھا۔ ج

یہ تجاویز، خلافت کانفرنس منعقدہ ۲۳ نومبر کو منظور کی گئیں اور اس سے اگلے دن یعنی

۲۴ نومبر کو مجلس خلافت اور کانگریس کا مشترکہ اجلاس زیر صدارت مسٹر گاندھی منعقد ہوا جس میں

ممتاز ہندو لیڈر شریک ہوئے۔ ”مہاتما گاندھی نے اپنی تقریر میں مسئلہ خلافت کے تمام پہلوؤں پر

ایک پُر مغز تقریر کی اور مسلمانوں کو یقین دلایا کہ خلافت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے

ہندو بھائی ہر طرح آمادہ رفاقت ہیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوؤں سے درخواست کی کہ ”وہ اس

وقت تک جشن صلح میں شریک نہ ہوں جب تک انہیں اس بات کا پورا اطمینان نہ دلایا جائے کہ

سلطنت عثمانیہ کے بنوارے اور خلافت کے برقرار رکھنے میں مسلمانوں کے جذبات کا پورا لحاظ رکھا

جائے گا۔“ ج

(۲)

خلافت کا تحفظ اور بقا مسلمانوں کے لئے ایک دینی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے

۱۔ حیات اہل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۰ء۔ انجمن ترقی آزادہ (ہند) میں ۲۰۹

ج۔ علی برادران مرتبہ سید محمد تقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء۔ اشاعت اول میں ۲۳۳

ج۔ حیات اہل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۰ء۔ اشاعت اول میں ۲۱۱، ۲۱۲

آگے جانے سے پہلے مناسب ہے کہ اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈال لی جائے کہ ”مسلمانوں کے لئے خلافت کی بقا اور تحفظ کیوں ضروری ہے؟“ مولانا سید سلیمان اشرف زیر نظر کتاب میں مسئلہ خلافت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو حق سبحانہ نے خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، اب محال قطعی ہے کہ کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو۔ اسی طرح شریعت محمدیؐ کو خاتم الشرائع اور ہر پہلو سے کامل و تمام فرما کر اس سے آگاہ کر دیا کہ قیامت تک یہی شریعت قائم رہے گی کسی نئی شریعت کا نزول نہ ہوگا۔

پس ایک ایسی شریعت جسے قیامت تک دنیا میں قائم رکھنا تھا اُس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس خاکدانِ عالم میں جہاں فرزندِ آدم بستے ہیں نہ کہ ملک و فرشتہ اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ مذہب کا بازو سیاست سے قوی کر دیا جائے۔ یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ جو مذہب اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا اپنی مامون زندگی کے لئے طاقت روا نہیں رکھتا اُس کا وجود محالاتِ عادیہ میں سے ہے ایسا مذہب فلسفہ خیال سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ہاتھ جس میں اخلاقِ حسنہ کی کتاب ہو محفوظ و فائدہ بخش اُسی وقت ہوگا جب کہ دوسرے ہاتھ میں خونچکاں شمشیر بھی نظر آ رہی ہو۔ مذہب اسلام پاکیزہ سے پاکیزہ تر اخلاق کی ہمیں تعلیم بھی دیتا ہے اور پھر ارتکابِ جرائم پر حد و تعزیر سے سزا بابت عصیاں بھی کرتا ہے، اس کی تبلیغ کے یقین و یار، سیف و شان، مینہ و مسرہ بن کر حمایت و حفاظت میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، قلبِ سلیم کے لئے تذکیر و موعظت ہے اور مفسدین و اعداء کے لئے تیغ جو ہر دار۔

آں کہ میگویند آں بہتر از حُسن

یار ما ایں دارو آں نیز ہم

اسلام کے محفوظ و مامون رہنے کے لئے تین اصول قرار دیئے گئے۔ پہلا اصل یہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہونا چاہئے، دوسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام کا ایک امیر ہونا چاہئے، تیسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام پر ایسی قوت مجتمع رہے کہ کوئی

۱۔ علامہ اقبال نے بھی درج ذیل اشعار میں اسی باب اشارہ کیا ہے:

سوئے ایں شمشیر و ایں قرآن مگر!  
کائناتِ زندگی را محور انداز

تلفت گر از رازِ من داری خبر  
این دو قوتِ مطلق یک دیگر اند



بدلتے ہیں نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرے۔

حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً مرکب اسلام قرار پائے، جزیرۃ العرب کے شمول سے مرکزی مقام کا احتفاظ تصرف اختیار سے پورا کر دیا گیا۔ ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مرکزی کے امیر اور مسلمانوں کے (کی) ہر طرح کی حاجتوں کا ماوا و ملجا۔ سارے کلمہ گو مسلمان مرکزی مقام اور امیر مرکز کے خادم و مطیع قرار پائے۔

کتب احادیث و سیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ شریعت کی روشنی اُسی ذات پاک سے تھی، تزکیہ نفس اسی روح پرور کے انفاکس قدسیہ سے تھا۔ میدان جنگ میں وہ سپہ سالار تھا، انتظامات ملکی میں ایک بڑا مدد سلطان تھا، نزاعات باہمی و مناقشات کے فیصلہ میں ایک بے نظیر حاکم عادل تھا۔

غرض کہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت و حاجت ایسی نہ تھی، جس میں عجز اپنے پیغمبر کے کسی اور طرف وہ متوجہ ہوتے۔ جب یہ مجمع الانوار عہد ختم ہو گیا اور پیغمبر نے اپنی امت سے پردہ کیا تو تعلیم گاہ و نبوت کے ارشد تلامذہ یعنی خلفاء اربعہ کا زمانہ نبوت بہ نبوت اسی جامعیت کے ساتھ امت محمدی کی نگہبانی کرتا رہا۔

ہاں جب بنو امیہ کا عہد آیا تو اُس وقت بارگاہ خلافت میں یہ جامعیت باقی نہ رہی۔ معاش خلیفہ کی بارگاہ میں لے جاتا، معاہدہ اہل بیت کے آستانوں پر حاضر کرتا تھا اور مسائل شرعیہ کے لئے محدثین و فقہاء کا حلقہ دُرس تھا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت و خدمت اُس وقت بھی امت دین و عالمہ المسلمین نے اپنے اوپر واجب ہی سمجھی جس وقت کہ بارگاہ خلافت سے جامعیت مٹ چکی تھی..... سلطنت ترکی اس وقت تک مسلمانان عالم کی طرف سے اُن کے سارے فرائض جو تحفظ دین سے متعلق تھے ادا کرتی تھی، مرکزی مقام جس کی خدمت فرض کفایہ ہے سلطنت ترکی ہی نے اسے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ ساری دنیا اپنے قصر و ایوان، باغ و راغ کے تعمیر و تزئین میں مصروف تھی، لیکن سلطنت عثمانیہ کا تاجدار بیت اللہ و مدینہ الرسول کی خدمت میں مشغول تھا۔"۔ ل

”یہ مسئلہ بالکل قطعی ہے کہ نصب امام امت پر واجب ہے، شرائط امام میں تو  
البتہ ضرور مسلمان کا اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن نصب امام کے واجب ہونے میں کسی  
کا بھی اختلاف نہیں۔ رہی قوت دفاعی اس کا ہمہ وقت موجود رکھنا فرض ہے اس  
سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اسی جگہ ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے خلافت بمعنی نیابت نبی جسے امامت کہہ کر  
کہتے ہیں بعد امام حسن علیہ السلام حضرت عمر بن عبدالعزیز میں پائی گئی۔ ان نفوس  
خدا سید کے سوا جس قدر خلفاء بنو امیہ یا بنو عباس میں گزرے ان میں سے کسی کی بھی  
خلافت امامت کہہ کر کے معنی میں نہ تھی، یہ سب اسلام کے (کی) قوت دفاعی تھے،  
انہیں خلیفہ جو کہا جاتا تھا اور ان کی اطاعت جو ضروری سمجھی جاتی تھی وہ محض اسی وجہ  
سے کہ ہمسایہ اسلامی کے یہ محافظ تھے اور حرمین شریفین کے خادم مرکزی مقام کی  
سیادت اور خدمت و حفاظت ان سے متعلق تھی۔ جب خلفائے عباسیہ کا عہد تمام ہو  
گیا اور یہ نعمت باسعادت خاندان عثمان میں آئی تو اب مسلمانوں پر ان کی اطاعت  
واجب ہوئی۔ یہ مسئلہ تو اجتہادی ہے نہ اس میں ظن و احتمالات کی گنجائش ہے بلکہ  
یہ قطعی و یقینی اور ضروریات دین میں سے ہے کہ مسلمانوں پر حرمین شریفین کی  
خدمت فرض ہے اور ایسی قوت کا قائم رکھنا جو اعدائے اسلام کو ان مقامات مطہرہ  
سے دفع کر سکے یہ بھی فرض ہے۔

جنگ یورپ نے جب کہ اسلام کی قوت دفاعی کو فنا کر دیا تو اب مسلمانوں پر یہ  
فرض ہو گیا کہ اس قوت کو وہ پیدا کریں۔ یہ ایسا فرض نہیں جو کسی خاص خطہ پر بسنے  
والے مسلمانوں ہی کا فرض ہو۔ یورپ نے خود ہی سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے  
یہ تحریک عام عالم اسلامی میں پیدا کر دی کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی ہے اپنے اس  
فرض کے (کی) ادائیگی کے لئے آمادہ ہو جائے۔“

”انوار“ کے مندرجہ بالا اقتباسات کے ساتھ اگر سر آغا خاں مرحوم اور سید امیر علی مرحوم کے  
اس مشترکہ خط کا بھی مطالعہ کر لیا جائے تو مزید دل چسپی اور معلومات کا موجب ہوگا، جو انہوں نے  
عصمت پاشا مرحوم کو اس وقت لکھا جب عصمت پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا مرحوم کی جماعت

کامیاب و کامران ہو چکی تھی اور وہ خلافت کو ہمیشہ کے لئے ترکی سے ختم کرنے کے متعلق سوچ رہے تھے اور ان کے اس ارادے سے برعظیم کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس خط کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ مسئلہ مسلمانانِ عالم کے لئے کس قدر دینی اہمیت رکھتا تھا، مذکورہ خط ملاحظہ ہو۔

”پورا یکسی لپسی!“

”جدید ترکی کے پرانے دوست ہونے کی حیثیت سے اس کی موجودہ امنگوں کا جو بحیثیت آزاد ملک ہونے کے ہیں پورا احترام کرتے ہوئے ہم آپ کی اجازت سے اعلیٰ قومی اتالی کی توجہ اس بے چینی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو سنی مسلمانوں میں خلیفہ المسلمین کی موجودہ غیر یقینی حیثیت کی وجہ سے ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اسلام باوجود ایک زبردست اخلاقی اور اتحادی طاقت ہونے کے سنی مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقہ میں اپنا اثر کھو رہا ہے۔ اس کی وجہ خلیفہ کی عزت و تکریم میں کمی ہے۔ مصلحتاً ہم چند حقائق کی طرف مخصوص اشارہ نہیں کرتے، لیکن ان کی صحت سے انکار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

(۱) مسلمانوں کی جماعت میں جیسا کہ بخوبی واضح ہے روحانی سرداری ایک زنجیر ہے جو تمام پیروں (پیروں) کو اسلام کے حلقہ میں جمع رکھتی ہے۔ جب خلیفہ پر باہر کی طاقتوں نے یورش کی تو مسلمانانِ عالم میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکوں کی مدد کی اور ان سے بھدروی ظاہر کی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ترکوں کی جدوجہد آزادی میں ساتھ دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بھی اس ادارہ کی ہمت کے لئے لڑ رہے ہیں جو عالم اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے۔ ان نمائندوں میں ہم مسلسل ترکوں کی جدوجہد میں ان کی مدد کرتے رہے۔ ترکی اور اطالیہ کی جنگ طرابلس سے برطانوی مسلمانوں کی ایک جماعت ترکوں کی دشواریوں اور مصیبتوں کو دور کرنے میں لگی رہی۔ لہذا ہمیں امید ہے کہ ہمارے مشاہدات و تجاویز آں جناب کی حکومت بھدروی سے سنے گی۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہم تمام مسلمان عالم کے ساتھ بہت دل چسپی لیتے ہیں۔

(۲) ہمارے ان جملوں سے ہرگز یہ مراد نہ لی جائے کہ ہم عوام کے نمائندوں کی طاقت اور ان کے اختیارات میں کوئی کمی چاہتے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ

سنی دنیا کی مذہب کی سرداری کو شریعت کے مطابق بدستور رکھا جائے۔ ہماری رائے میں خلیفہ کی حکمران میں کوئی کمی یا ترکی کی سیاست میں سے ان کا مکمل اخراج اسلام کے انتشار کے مترادف ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ عملاً وہ دنیا میں ایک اخلاقی قوت نہ رہے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جو نہ تو اعلیٰ قومی اسمبلی اور نہ اس کے صدر غازی مصطفیٰ کمال پاشا پسند کرتے ہیں۔

(۳) ہمارے خیال میں خلیفہ المسلمین، اہل سنت و جماعت کے اتحاد کا مظہر ہیں۔ یہ حقیقت کہ وہ ترک ہیں اور ترکی قوم کے بانی کی اولاد ہیں ترکوں کو اسلامی اقوام میں ایک ممتاز مقام دیتی ہے۔

(۴) چودہ صدیوں سے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع امت ہے کہ خلیفہ یعنی نائب الرسول، اہل سنت و جماعت کے امام کے ہیں اور وہ ایک لڑی ہیں جس میں وہ منسلک ہیں۔ مسلمانوں کے دماغ سے یہ صوفیانہ خیال بغیر دنیائے اسلام میں ایک ہنگامہ برپا کئے دو نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) یورپ کی کسی لینیسی! غالباً ہمیں یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ جب خلیفہ کے پاس کوئی دنیاوی اقتدار نہ تھا اس وقت بھی بڑے بڑے بادشاہ اور سرداران سے ”فرمان“ حاصل کرتے تھے۔ یہ فرمان انہیں اس علاقہ پر حکومت کرنے اور امامت کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اگر دنیا میں اسلام کو بحیثیت ایک عظیم اخلاقی قوت کے باقی رہنا ہے تو خلیفہ کا مرتبہ کسی صورت میں بھی... کم نہیں ہونا چاہئے۔

(۶) ان وجوہ کی بنا پر ہم ترکی کے سچے دوست کی حیثیت سے بعد ادب اعلیٰ قومی پارلیمان اور اس کے عظیم اور دوراندیش راہنما سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خلافت کو ان بنیادوں پر باقی رکھیں جن سے مسلمانوں کو بھروسہ اور عزت حاصل ہوتا کہ اسلام کی مذہبی اور اخلاقی بنیادیں استوار ہیں اور اس طرح سلطنت ترکی کو خاص قوت اور عزت حاصل ہو۔

ہم ہیں یورپ کی کسی لینیسی آپ کے فرماں بردار خادم

(دستخط) آغا خاں (دستخط) امیر علیؑ



”انور“ کے اقتباسات اور مندرجہ بالا تاریخی نقطہ کے مطالعہ سے مسئلہ خلافت کی سیاسی و دینی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ کہ اس مسئلہ پر صرف اہل سنت و جماعت ہی نہیں بلکہ اہل تشیع اور وہابیہ بھی متفق تھے۔ اس لئے جب ترکی کو شکست ہوئی اور ابالیاں ترکی کو بے پناہ مصائب و مظالم سے واسطہ پڑا تو برعظیم کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسی مجلس کا قیام کرنے کا تہذیبی ہو گیا جو خلافت کے تحفظ اور مفلومین ترکی کی امداد کے لئے اپنی تمام مسانی بروئے کار لائے۔ چنانچہ ان ہی وجوہات کی بنا پر ”مجلس خلافت“ لکھنؤ میں قائم ہوئی اور دہلی کے اجلاس میں مشرک اندھی سے گفت و شنید کے بعد مسلمانوں کے اہم ترین مطالبہ و فرض دینی کو بحال اور قائم رکھنے کے لئے مشرکین ہند کی طرف ہاتھ بڑھایا گیا اور اسی اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ”اگر حکومت مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کرے تو حکومت سے عدم تعاون کیا جائے۔“

دہلی اجلاس کے ایک ماہ بعد دسمبر ۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مجلس خلافت کا مشترکہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ

”مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے کے

لئے یہ سرکردگی مشرک علی ایک وفد انگلستان بھیجا جائے۔ خلافت فنڈ قائم کیا جائے

اور اس کے لئے دس لاکھ روپیہ جمع ہو۔“ ۱۔

مجوزہ وفد کے انگلستان روانہ ہونے سے قبل ہندو مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد ۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو وائسرائے سے ملا تا کہ وہ مطالبات جو وفد برطانیہ کے وزیر اعظم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے پہلے اُن کے بارے میں وائسرائے ہند سے بات چیت کی جائے اور اُس کی اخلاقی مدد حاصل کی جائے۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

۲۔ سید محمد چوٹانی (جان محمد)

۱۔ مشرک اندھی

۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری

۶۔ مولانا حسرت موہانی

۵۔ مفتی کفایت اللہ

۸۔ مولانا عبدالباری فرنگی محل

۷۔ مشرک حسین (ایڈیٹر اخبار اندھینہ، لاہور)

۱۰۔ ڈاکٹر سیف الدین کپلو

۹۔ حکیم اجمل خاں

۱۔ علی برداران مرتبہ سید رحیم احمد، جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳

۱۱۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری

۱۲۔ مولانا محمد علی

۱۳۔ مولانا عبدالماجد بدایونی

۱۴۔ سید ظہور احمد

۱۵۔ مولانا فاخرال آبادی

۱۶۔ سید سلیمان ندوی

۱۷۔ آغا محمد اشرف قزلباش اور

۱۸۔ رفیع صاحب محمود آبادی

وفد نے جو ایڈریس وائسرائے کو پیش کیا اس میں سلطنت ترکیہ کی سالمیت اور خلیفہ کی حیثیت سے سلطان ترکی حاکمیت برقرار رکھنے کی ضرورت جتائی گئی اور اس پر اصرار کیا گیا کہ "یہ لوازم اسلام میں سے ہے کہ دینی اور دنیوی حیثیت سے خلافت کا وجود مسلسل قائم رہے۔" وفد نے یہ بھی کہا کہ

"اگر حکومت برطانیہ نے اپنے تمام وعدے حرف بحرف پورے نہ کئے تو اس کو ایسا سخت اخلاقی دھکا لگے گا کہ بڑے سے بڑے زرخیز علاقے اور عظیم ترین سیاسی نفع سے بھی اس کی ستانی نہ ہو سکے گی اور پھر اخلاقی وقار کی بربادی اس کو اس وجہ سے گراں گزرے گی کہ اس اعلان شامی کی قطعی کھل جائے گی جو جناب والا کے پیش رو وائسرائے نے ترکی کے ساتھ جنگ شروع ہونے پر کیا تھا۔" ج

وائسرائے کا جواب مایوس کن تھا، اس پر وفد میں شامل حضرات نے ایک بیان شائع کیا کہ "اگر معاہدہ صلح کی شرائط مسلمانوں کے مذہب اور جذبات کے خلاف ہوئیں تو حکومت برطانیہ کے ساتھ مسلمانوں کی وقار و اری اس کا تحمل نہ کر سکے گی۔ اس کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ جزیرۃ العرب اُن حدود کے ساتھ جو اسلامی روایات کی رُو سے معین ہیں اور اسلام کے مقدس مقامات خلیفہ کے اختیار و انتظام میں رہنے چاہئیں اور وہ تمام وعدے پورے کئے جائیں، جو مسلمانوں سے وزیراعظم برطانیہ نے کئے ہیں۔" ج

اس کے بعد خلافت کانفرنس کا تیسرا اجلاس فروری ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں منعقد ہوا جس میں انگلستان کو روانہ ہونے والے تجوزہ وفد پر اظہار اعتماد کا ریزولوشن منظور ہوا، مطالبات ضابطے کے ساتھ متعین کئے گئے اور حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا گیا کہ

۱۔ علی برادران ص ۶۳۳، پاکستان ماگزین، سید حسن ریاض، طبعہ گراپی ۱۹۹۶ء، شامت ششم ص ۸۸

۲۔ علی برادران ص ۶۳۳ اور ۶۳۵

۳۔ علی برادران ص ۶۳۵

”اس مطالبے میں اگر کوئی کمی کی تھی تو اس سے نہ صرف مسلمانوں کے حقیقی ترین مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچنے کا بلکہ ان اعلا نیت اور مواعید صالحہ کی بدنامی بے حرمی اور خلاف ورزی ہوگی جو اتحادی اور ان کی حلیف دول کے مفاد و مابہرین سیاست نے اس وقت کئے تھے جب وہ مسلمان قوم اور مسلمان سپاہ کی تائید و مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ مطالبہ صرف مسلمانوں ہی کا نہیں ہے بلکہ ملک کی پوری ہندو آبادی اس میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ اگر خلا فیصلہ کیا گیا تو اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔“ ۱

چنانچہ بمبئی کے اجلاس کے فیصلہ کے مطابق مسلمانوں کا ایک نمائندہ وفد، اوائل مارچ ۱۹۳۰ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لائیڈ جارج سے گفتگو کرنے کے لئے لندن پہنچا۔ امیر وفد مولانا محمد علی جوہر اور باقی نمبر ان درج ذیل حضرات تھے۔

۱۔ سید سلیمان ندوی ۲۔ ابوالقاسم صاحب

۳۔ سید حسین ۴۔ حسن محمد حیات

۵۔ محمد شعیب قریشی ۶۔ عبدالرحمن صاحب مدظلہ

مولانا محمد علی جوہر نے بڑی قابلیت اور بے باکی سے وفد کے مطالبات، برطانیہ کے عمائدین اور وزیر اعظم لائیڈ جارج کے سامنے پیش کئے، لیکن وزیر اعظم بڑے رکھائی سے پیش آئے، انہوں نے تمام وعدوں اور یقین دہانیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کہا۔

”ترکوں کے ساتھ ان سے مختلف اصولوں پر معاملہ نہیں کیا جاسکتا جو مسیحی ملکوں کے

ساتھ برتے گئے ہیں۔ ترکیہ کو ترکی سرزمین پر دعویٰ اختیار کرنے کی اجازت ہوگی مگر وہ

علاقے اس کے قبضے میں نہیں چھوڑے جائیں گے جو ترکی نہیں ہیں۔“ ۲

وفد کے ساتھ جو کچھ انگلستان میں ہوا اس سے برعظیم کے مسلمانوں کو بہت زیادہ روحانی اور ذہنی تکلیف ہوئی۔ مجلس خلافت کی اپیل پر ۱۹ مارچ ۱۹۳۰ء کو ”یوم غم“ منایا گیا۔ حضرت علامہ اقبال اس وفد کے برطانیہ جانے کے حق میں نہیں تھے، اس کی ناکامی پر انہوں نے مندرجہ ذیل

۱۔ علی ہزاران ص ۲۳۵

۲۔ علی ہزاران ص ۲۳۵

۳۔ ”پاکستان ناگزیر تھا“ از سید حسن رضا، مطبوعہ شبیر عظیم و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۹۲ء۔ اشاعت ششم ص ۹۱

اشعار بعنوان ”دربوزہ خلافت“ لکھے جو اس وقت، بالنگ درامیں شامل ہیں۔

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے  
تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی  
نہیں تھے کو تاریخ سے آگئی کیا؟  
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی!  
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لبو سے  
مسلمان کو ہے ننگ وہ پادشائی!  
”مرا از شکستن چنان عار ناید  
کہ از دیگران خواستن موسیائی“

وفد ابھی یورپ ہی کا دورہ کر رہا تھا کہ اتحادیوں کے نمائندے فرانس کے شہر سان رومیو میں جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ حسب ذیل شرائط پر ترکی سے صلح کی جائے اور خلیفہ ترکی کو طوعاً و کرہاً اس تازیانہ اور ذلت آمیز معاہدہ پر دستخط کرنے پڑے۔

(۱) سلطان اتحادیوں کی حمایت کے ساتھ قسطنطنیہ میں حکومت کرے گا۔  
(۲) اتحادیوں کو یہ حق ہے کہ آغاؤں پر قبضہ کر لیں اور یہ بھی کہ ایشیائی ترکی کے کسی حصے پر قابض ہو جائیں۔

(۳) آرمینیہ کی ایک نئی دولت (حکومت) قائم کی جائے گی جس میں مندرجہ ذیل صوبے داخل ہوں گے:

مشرقی اناطولیہ، ارض روم، وان، تبلس، تراپزون اور ارزنجان۔ اس دولت کی حدود ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مدد سے قائم کی جائیں گی۔

(۴) ترکی، عرب کے متعلق اپنے تمام دعوؤں سے دست بردار ہوگا۔

(۵) شام کی حکمرداری فرانس کو، عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی۔

عدیہ اٹلی کو، سمرنا اور مغربی اناطولیہ یونان کو عنایت کیا گیا۔ ۱

یہ ذلت آمیز شرائط مئی ۱۹۲۰ء میں مرتب کی گئیں، لیکن اس معاہدہ پر دستخط سلطان ترکی نے باہر مجبوری ۲۰ اگست ۱۹۲۰ء کو سیورے کے مقام پر کئے اور اس طرح یہ معاہدہ ”معاہدہ سیورے“ کے نام سے مشہور ہوا، جب اس معاہدہ کی تفصیلات اخبارات کے ذریعہ ۱۳ مئی کو ہندوستان میں پہنچیں تو مسلمانوں میں غم و غصہ اور اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اوائل جنگ میں برطانیہ کے تمام ذمہ دار لیڈر مسلمانوں سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ

”ہم اس لئے نہیں لڑ رہے ہیں کہ ترکی کو اس کے دارالسلطنت سے محروم کر



دیں یا اسے ایٹانے کو چک اور قہریس کی زرخیز زمینوں سے محروم کر دیں۔ ہم  
سلطنت ترکی کے قیام و بقا (تحفظ) کو اس کے وطن کو اور اس کے دار الحکومت کو چھین  
نہیں کرتے۔“ ۱

”معاهدہ سیورے“ کی دفعات شائع ہونے کے بعد خلافت کمیٹی کا بمبئی میں ۲۸ مئی  
۱۹۲۰ء کو جلسہ ہوا جس میں طے پایا کہ ”مسلمانوں کے مقاصد کی تکمیل کا واحد ذریعہ عدم تعاون  
ہے۔۔۔۔۔ مسٹر گاندھی کو تحریک عدم تعاون کا لیزر قرار دیا گیا۔ تمام تحفے اور خطابات حکومت کو واپس  
کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔“ ۲

تحریک عدم تعاون یا دوسرے لفظوں میں ترک موالات، گاندھی کی راہنمائی میں ۲۸ مئی  
۱۹۲۰ء کو شروع ہوئی۔ بعد میں مولانا فرمائی بھی پروگرام میں شامل کر لی گئی۔ عدالتوں کا بائیکاٹ کیا  
گیا۔ رضا کار بھرتی کئے گئے۔ پرنس آف ویلز کی آمد پر احتجاجی جلوس نکالے گئے، ہڑتالیں کی  
گئیں، خطابات اور تحفے واپس کئے گئے اور انتخابات کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لیکن فروری ۱۹۲۲ء میں  
پیش آنے والے ”چورچوری“ کے سانحہ کو بہانہ بنا کر اس تحریک کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی نے بیک  
جنہش قلم سب کئے پر پانی پھیر دیا اور تحریک کو اُس وقت بند کرنے کا اعلان کر دیا جب یہ کامیابی  
سے ہم کنار ہو رہی تھی۔

خلافت کمیٹی ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں قائم ہوئی اور فروری ۱۹۲۲ء میں مسٹر گاندھی کے مذکورہ  
اعلان کے بعد اس کی سرگرمیاں عملاً ختم ہو گئیں، لیکن دو سالوں میں عصر حاضر کے سب سے بڑے  
”شاطر“ اور ”عیار“ ہندو کی ذہانت اور مسلمان اکابر کی سادہ لوحی سے جو کچھ مسلمانوں پر بیت گئی وہ  
ایک دلدوز اور المناک داستان ہے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم مذہبی شعار ”قربانی“ کو مسلمان  
لیڈروں ہی کی مدد سے بند کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ لاکھوں مسلمان ہجرت کر کے تباہ و برباد ہو  
گئے، ان کی دولت، عزت، ناموس سب کچھ لیڈروں کی عاقبت نالاندیشی کی بھینٹ چڑھ گیا۔  
مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تباہ و برباد کر دیئے گئے اور گاندھیویت کے زیر اثر اسلام کے اصولوں  
اور احکام کی تو لا و فعا تو ہیں کی گئی، لیکن اس انفراتفری کے دور میں بھی چند مردان حق ایسے موجود تھے

۱۔ ہسٹری آف دی کانگریس بحوالہ ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“ از محمد امجد خاں، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور۔  
طبع اول ۱۹۷۷ء، ص ۳۷

حیات قائد اعظم از چودھری محمد سرور امجد خاں۔ پبلشرز یوٹائیٹڈ لاہور۔ طبع مئی ۱۹۳۹ء، ص ۱۵۰  
ج علی برادران مرتبہ سید رئیس احمد حفترئی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۶ (مخلصا)

جنہوں نے اپنی دینی بصیرت سے کام لے کر مسلمان لیڈروں اور عوام کو بڑے درد اور سوز سے آگاہ کیا کہ جس راستہ پر آپ جا رہے ہیں وہ مکہ کو نہیں بلکہ ”گاندھستان“ کو جاتا ہے۔ تاریخ کا یہ باب بڑا تفصیل طلب ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم مسئلہ قربانی، تعلیم، ہجرت اور اسلامی اصولوں اور کام کے خلاف بیانات پر علحدہ علحدہ روشنی ڈالتے ہیں۔

## مسئلہ قربانی

گائے ہندو کے لئے معبود کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اس کے برعکس مسلمان کے لئے اس کی قربانی اور ذبیحہ مذہبی شعار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جب بھی مسلمان گائے کو ذبح کرتا ہے تو ہندو سمجھتا ہے کہ چھری گائے کے گلے پر نہیں میرے گلے پر چل رہی ہے اور وہ مسلمان کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے، وہ ذبیحہ کو گائے کشی کے نام سے پکارتا ہے اور زبردستی، منت، خوشامد اور عیاری اور مکاری یعنی ہر حیلے اور بہانے سے مسلمان کے اس مذہبی شعار کو بند کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے اس سے غرض نہیں کہ گائے ہندو کی دل آزاری کے خیال سے چوراہے پر ذبح کی گئی ہے یا اس کی دل آزاری سے بچنے کے لئے ایک پوشیدہ اور محفوظ جگہ پر کی گئی ہے۔ اُسے جب بھی اور جیسے بھی موقع ملتا ہے وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ مثلاً:

شاہ شجاع الملک اور رنجیت سنگھ کے مابین جو معاہدہ ۲۵ جون ۱۸۳۸ء کو بمقام شملہ طے پایا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ

”جن اوقات میں رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع کا لشکر ایک ہی جگہ مقیم ہو وہاں گائے کاٹی نہ جائے گی۔“ ۱

اس شق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رنجیت سنگھ نے شاہ شجاع الملک کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ذبیحہ گائے کی ممانعت کی حدود کو کاہل تک پھیلا دیا۔

اب اُن کوششوں کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے جو اہل ہندو کی طرف سے اور ان کے ہندو اہم زبان بدنام کنندہ کوٹا سے چند قسم کے عاقبت نااندیش مسلمان لیڈروں نے تسلسل کے ساتھ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے لے کر تشکیل پاکستان اور اس کے بعد بھی جاری رکھی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ”سرمد اور جہد آزادی“ از اللہ بخش بھٹو، مطبوعہ نقیسی انڈیا کراچی ۱۹۸۹ء۔ اشاعت دوم، ص ۶۰

۱۲۹۸ھ تا ۱۸۸۰ء میں ہندوؤں نے بکمال تمہلیس و تبلیہیں ایک استکبار مرتب کیا اور اسے فرضی ناموں سے پر عظیم کے تمام بڑے بڑے شیروں میں قوی کئے لئے علماء کرام کی خدمت میں روانہ کیا۔ علمائے حق جن کا فرض ہے حیات ہی اسلام اور اہل اسلام کی خدمت ہے، ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور مقاصد کو بھانپ گئے اور انہوں نے وائیل عقلیہ نقلیہ سے ثابت کیا کہ بچہ گاکہ کے متعلق اہل ہندو کا اذکار اور خدشات باطل اور بے بنیاد ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ محمد فاروق چٹاپا کوٹی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا عبدالحی فرنگی بھٹی رحمۃ اللہ علیہم کے فتاویٰ بڑے جامع اور مدلل ہیں۔ ذیل میں ہم اہل ہندو کی طرف سے جاری کئے اس استکبار اور مولانا بریلوی کے فتویٰ کو درج کرتے ہیں۔

استفتاء۔ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاکہ و کشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی (شخص) معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اُس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل (کھانا) اُس کا جائز جانتا ہے، تو اُس کے اسلام میں کوئی (کچھ) فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا۔

گاکہ و کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گناہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاکہ و کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گناہگار نہ ہوگا، جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد اور مفطی یہ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اتارت فتنہ و فساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی؟ نیزہ اتو مجروا۔

از مرآۃ بادشوال ۱۲۹۸ھ ۱

اب وہ ایمان افروز جواب ملاحظہ ہو جو مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دیا گیا۔

(الف) گاکہ و کشی اگرچہ یا تنہا یا اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ

۱۔ انس القربی قربان البقر (۱۲۹۸ھ) از امام احمد رضا، مشمول رسائل رضویہ جلد دوم (مرتب) عبدالحکیم اختر

شاہجہانپوری، مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۵۳۵ اور ۵۵۰

اُس کا ترک باوجود اعتقادِ اہل حق بنظرِ نفس ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا بالعمین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گناہ کبھی جاری رکھنا واجبِ لعینہ اور اُس کا ترک حرامِ لعینہ نہیں یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، ایوں ہی واجبات و محرمات لغیر ہا میں بھی اعتدال و اعتدالِ احسن ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مغر نہیں اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بڑے بڑے ظالمین، گناہ کبھی قطعاً بند کر دی جائے اور ملحوظِ ناراضی بنو، اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذاتِ اسلام متضرر نہ ہوگی، کیا اس میں خواری و مغلوبیِ مسلمین نہ سمجھی جائے گی، کیا اس وجہ سے بنو کو ہم پر گروہ نہیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شامت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کیا بلا وجہ و جہد اپنے لئے ایسی دنائت (دنایت) و ذلت اختیار کرنا..... ہماری شرع مظہر جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا..... ہرگز نہیں..... نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔ سائل لفظ ترک لگھتا ہے، یہ صرف مفاہظہ اور دھوکا ہے، اُس نے ترک اور 'کف' میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اُس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صد ہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہو گا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ بنو کی ہٹ پوری کرنا اور مسلمانوں..... کے اسبابِ معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا۔" ۱

(ب) باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد ہو۔" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہا گناہ کبھی کی قانوناً ممانعت

۱۔ نفس المظفر فی قرآن البقرہ از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء۔ پار دوم، مشمولہ رسائل رضویہ (جلد دوم) مرتبہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ۔ ۱۹۲۰ء۔ ۲۱۸-۲۱۹ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۳، ص ۵۵۳



ہے وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اجازت فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع منظر بھی رو نہیں رکھتی۔ اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ و فساد ہوگا تو لا جرم ہنود کی جانب سے ہوگا اور جرم انہیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔ اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کرنے کی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر باجھ آئے گی جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بدعہم نہال شرع ہم پر ترک واجب کر دے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کر دیں گے۔ بالکل خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا ہے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لئے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی بازار ہنا اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لئے ایک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں۔“ ۱۔

..... یہ بات تو قحی ۱۸۸۰ء کی، اب آگے چلئے۔

(۲) ۱۹۱۱ء

۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ہندوؤں نے ہندوستان سے گائے کشی بند کرانے کے لئے از سر نو کوششیں تیز کر دیں، گورنمنٹ کو عرضداشت پیش کی کہ گائے کشی سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے اس پر قانوناً پابندی لگائی جائے۔ اُن کی اس عرضداشت پر کانگریسی ذہن کے مسلمان لیڈروں نے بھی ممبر تصدیق ثبت کر دی تو آل انڈیا مسلم لیگ کی بریلی شاخ کے جائٹ سیکرٹری سید عبدالودود نے ہندوؤں اور مسلمان نیشنلسٹ لیڈروں کے مشترکہ ناپاک عراجم کو ناکام بنانے کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے ایک استفتاء مرتب کیا اور اظہار حق کے لئے علماء کرام کی خدمت میں بھیجا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب، مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف ”بہار شریعت“ اور مولانا نواب میرزا خاں کی طرف سے ذبیحہ گاؤ کے مذہبی شعار کی تائید اور فیروں کے ناپاک منصوبوں کے خلاف زور و ار فتوے جاری ہوئے۔ ذیل میں مسلم لیگ کا استفتاء اور مولانا بریلوی کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ رسالہ رضویہ جلد دوم (مرتب) عبدالکیم اختر شاہ جہان پوری، ۱۱، نور۔ طبع ازل ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۲-۲۲۳

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳، رضا فاؤنڈیشن، ۱۱، نور ۱۹۹۸ء، ص ۵۵۷-۵۵۸

الحمد لله

گاہکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات ہندو نکاح و نکاح شہادت

سچی بنام تاریخی

انفس المنکر

فی  
قریبان البقر

مُصَنَّفٌ

امام اہلسنت مجدد دین و ملت علامہ سید ابی برکت علیہ الرحمۃ لکھنؤ مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب

قادری برکاتی نور اللہ مستدہ

بہ تمام و اشاعت جناب مولانا مولوی امجد علی صاحب علی قادری

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی مطبع ہوا

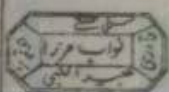
شہادۃ الہیہ فی قرآن البقرہ از امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب  
۱۹۱۱ء

مسئلہ از مسلم ایک ضلع بریلی مسلمہ سید عبدالودود چنبٹ سکرٹری لیکٹ کو رجادی لاہوری  
نحمدہ و نصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان خیر متین اس بارے میں کہ ان کی اہل ہند کی طرف سے شہادت نکلتی  
گوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے لاکھوں کی رقم موقوف کما دی جائے اور اس منہ سے انہوں نے  
ایک بہت بڑی عرصہ داشت گزشتہ میں پیش کرنے کے لیے تیا کی چوس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے  
دستخط کرائے جا رہے ہیں لیکن تا عاقبت ان میں سے کسی نے اس عرصہ داشت پر ہندوؤں کے کئے گئے  
دستخط کر رہے ہیں یا یہ مسلمانوں کی بابت شیخ شریف کا کیا حکم ہے اور اس مذہبی رسم کے جو شہاد اسلام میں  
میکر نہ کرانے میں مدد دینے والے گمراہ راو و غدار ہوا خدہ دار ہیں یا نہیں۔ بیٹا ابواب التفتیل واللہ  
ہندی من یضار الی سواک سبیل۔

## انجواد

گائے کی قربانی شہاد اسلام سے ہو قال اللہ تعالیٰ والبدن جعل علیہا لکم من شعائر اللہ  
ادنت گائے بیل پہنے ان کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانوں سے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ



اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہو و اللہ تعالیٰ اعلم

عبید اللہ بنی نواب مرزا

حق تعالیٰ نے عام المسلمین علیہ السلام کے لیے ہر شے کو حلال کر دیا ہے اور ہر شے کو حلال کر دیا ہے  
فی الواقع گائے کا دہشتی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب العالمین میں  
مستند جگہ موجود ہے جس میں ہندوؤں کی اداوار اپنی بہیمی حضرت میں گوشش اور قافلی آزادی کی بندش  
نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہو و اللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا صاحب دینی غفرلہ



استثناء۔ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہندو کی طرف سے نہایت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاوکشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش (عاقبت ناندیش) مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس مذہبی رسم کے جو شعائر اسلام میں سے ہے بند کرانے میں مدد دینے والے گناہگار اور عند اللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟“ ۱

جواب اعلیٰ حضرت بریلوی۔ ”فی الواقع گاوکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔“ ۲

(۳) ۱۹۱۳ء

(۱) مشیر حسین قدوائی نے اخبار ”لیڈر“ ۵ نومبر ۱۹۱۳ء، ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء، ۱۳۳۱ھ میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ

”مسلمانوں کو از خود اچھو دھیا میں گائے کی قربانی بند کر دینی چاہئے کیونکہ اچھو دھیا ہندوؤں کا مقدس تیرتھ ہے اور وہاں گایوں کے ذبح ہونے سے اُن کی سخت دل آزاری ہوتی ہے۔ گائے کے بجائے بکروں کی قربانی کا آسانی سے انتظام کیا جاسکتا ہے اور ایک فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے جس سے مسلمانوں کو اس زائد خرچ میں مدد دی جاسکتا ہے جو گایوں کی بجائے بکریوں یا بھیڑوں کی قربانی دینے سے اُن کو برداشت کرنا پڑے گا۔“ ۳

- ۱۔ افسانہ الفکر فی قرآن البقرہ از امام احمد رضا، مطبوعہ اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء۔ اشاعت دوم، ص ۱۹
- ۲۔ افسانہ الفکر فی قرآن البقرہ از امام احمد رضا، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء۔ بار دوم، ص ۱۹
- ۳۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام (۱۹۲۰ء) از محمد عبدالقدیر، مطبوعہ مطبعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۲۵ء۔ اشاعت دوم، ص ۱۹، نکالہ اخبار ہندو ۱۶ نومبر ۱۹۱۳ء۔ نوٹ: محمد مقتدی خاں شروانی (ناشر) کے بقول، اس رسالہ کے مصنف جناب عزیز الدین بکرامی (علی گڑھ) ہیں۔ دیکھئے: فہرست ذخیرۃ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مخزنہ جناب یونیورسٹی امرتسری، ۱۱ نومبر ۱۹۹۶ء، جلد اول، ص ۶۷ (ظہور)



ب۔ مسٹر مظہر الحق نے فرمایا:

”میں اس امر سے پورے طور پر متفق ہوں کہ مسلمان کا پورا اور اجودھیا میں گائے کی قربانی کرنے سے محترز رہیں۔“ ۱۔

(۳) ۱۹۱۹ء

(۲) ”بقرہ عید (۱۳۳۷ھ) کے موقع پر مولوی فضل الحسن حسرت موہانی نے خود کمنار پور جا کر یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی خاطر سے گائے کی قربانی ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔“ ۲۔

ب۔ ”دسمبر ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مفتی احمد انصاری کی سعی اور تحریک سے یہ رزلویشن پاس کیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہندوؤں کے جذبات کا لحاظ کریں اور گائے کی قربانی از خود ترک کر دیں۔“ ۳۔

(۵) ۱۹۲۰ء

۱۔ خواجہ حسن نظامی نے ”رسالہ ترک گائے کشی“ میں لکھا۔ ”ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گائے کشی سے اُن کی دل آزاری ہوتی ہے لہذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں۔“ ۴۔

ب۔ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے گائے کشی بند کر کے زیر عنوان لکھا کہ ”میں اعلان کرتا ہوں جیسا کہ میں نے پچھلے سال (یعنی ۱۹۲۰ء میں) کیا تھا کہ ہندو بھائیوں کی طرف سے کسی مطالبہ یا مداخلت سے پہلے ہی مسلمانوں کو بجائے گائے کے بکریاں اور بھیڑیں قربانی کرنی چاہئیں۔“ ۵۔

ج۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب نے امرتسر میں بحیثیت صدر مسلم لیگ اپنے خطبہ میں ارشاد کیا کہ

”گائے کشی کا ذکر ہم لوگ عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے

۱۔ ہندو مسلم اتحاد پر لکھنا خط مہاتما گاندھی کے نام (۱۹۲۰ء) از محمد عبدالقدیر مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء، ص ۱۷

۲۔ ایضاً، ص ۱۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۷ بحوالہ ظہیر ریلو پور جوری نمبر ۲۲

۴۔ رسالہ ترک گائے کشی از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ دہلی برٹش ورکس، دہلی ۱۹۲۰ء، ص ۲۰

۵۔ روزانہ پیرا اخبار لاہور، ۱۰ اگست ۱۹۲۱ء، ص ۳۳، کالم ۳

ہیں، لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اس مسئلہ کا زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے تاکہ ہم کسی معقول نتیجہ تک پہنچ سکیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں نے جو طریقے گاؤں کشی کے انسداد کے اختیار کئے تھے وہ بعض صورتوں میں بہت زیادہ قابل اعتراض تھے اور وہ قدرتی طور پر حصول مدعا میں ناکامیاب ثابت ہوئے۔ اب کہ ہندو اور مسلمان ایک نئے دور سے گزر رہے (گزر رہے) ہیں اور ان کے اختلافات مٹ مٹا کر اتحاد کی صورتیں اختیار کر رہے ہیں..... ان دونوں قوموں میں وہ اسپرٹ پیدا ہو گئی ہے جو صرف گاؤں کشی ہی کے مسئلہ کے لئے نہیں بلکہ بہت سے اختلافی مسائل کے حل کرنے کے لئے ایک مضبوط بنیاد کا کام دے گی.....

ہمارے ہندو بھائیوں نے ایک عرصہ سے ہر جگہ اتحاد کا ہاتھ ہماری طرف بڑھانے میں پیش قدمی کی ہے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں..... اب ہم مسلمان بحیثیت ایک شریف قوم کے اس کا جواب سوائے (سوا) اس کے اور کچھ نہیں دے سکتے کہ زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھائیں..... مجھ سے اگر سوال کیا جائے کہ اس مسئلہ کی طرف عملی قدم کس طرح اٹھانا چاہئے تو میں سب سے پہلے یہ مشورہ دوں گا کہ ہندوؤں کے مقدس شہروں سے جیسے کاٹھی، اجودھیا، متھرا اور بندر بن ہیں اس کا آغاز کیا جائے اور ان شہروں میں جس قدر جلد ممکن ہو دوسرے جانوروں کی قربانی کو اختیار کیا جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ دوسرے شہروں میں بھی اس کوشش کا آغاز کیا جائے۔“ ۱۔

اس خطبہ میں حکیم صاحب نے قربانی کی مذہبی حیثیت پر بھی بحث کی ہے اور روادی میں ایک حدیث پاک میں تحریف تک کر گئے۔ مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ ”اسلام میں گائے کی بجائے بھیڑ کی قربانی زیادہ افضل ہے اور یہ کہ اسلامی احکام میں گائے کی قربانی کہیں بھی صراحتاً لازم نہیں ہے۔“ ۲۔

حکیم صاحب کے پیش نظر جو ہدف تھا، اس لحاظ سے ان کی حکمت یہی تقاضا کرتی تھی کہ گائے کی قربانی ترک کرنے پر اسلامیان ہند کو آمادہ اور قائل کیا جائے۔ عرب میں عمومی طور پر بھیڑ

۱۔ حیات اچمل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، ص ۲۱۲-۲۱۶

۲۔ ایضاً ص ۲۱۵

اور دُہنے کی قربانی کا چلن ہے۔ ایک عام مسلمان بھی مالی استعداد رکھتا ہو تو بکرے یا دُہنے کی قربانی کو ترجیح دیتا ہے، لیکن کم حیثیت مسلمانوں کو کم پیسے خرچ کر کے قربانی کا جو موقع مل سکتا ہے، اسے محض ہندو کی خوشنودی کے لیے ترک کرنا، سیاسی قائدین کی مصلحت تو ہو سکتا ہے، دینی احکام کے مطابق نہیں۔

ہمارے نزدیک ظلم یہ ہوا کہ ہندوؤں کی دل جوئی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں تحریف تک کر ڈالی۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رايتم هلال ذی الحجة واراد احدکم ان یضخی فلیمسک عن شعره واطفاه۔“ ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے تو وہ بال کٹواتا اور ناخن تراشنا چھوڑ دے۔

اب اس میں ”بالشاة“، یعنی بھیڑ یا بکری کا اضافہ کرنے کی جسارت حکیم صاحب جیسی شخصیت کو ہرگز زیب نہ دیتا تھا، جس پر مولانا سید سلیمان اشرف تو سکتے میں آ گئے، چنانچہ انہوں نے صاحب موصوف سے بذریعہ مراسلہ نہایت نیاز مندانہ طور پر سوال کیا کہ حضرت ام سلمہ سے مروی روایت کس کتاب سے آجٹاب نے نقل فرمائی، ادھر سے جواب نہ ملنے پر مولانا سلیمان اشرف، حکیم صاحب کے دولت کدہ پر دہلی بہ نفس نفیس دوسرے حاضر ہوئے، لیکن ملاقات کی کوشش بار آور نہ ہوئی۔ ازاں بعد سید صاحب نے بعض حضرات اہل علم جن کا حکیم صاحب کے ہاں آنا جانا تھا ان کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہو گئی ہے اُس کی تصحیح کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائیے، لیکن سید سلیمان اشرف صاحب کی یہ کوشش بھی بے اثر رہی۔ مزید برآں مختلف مواقع پر علماء سیاسی سے بالمشافہ عرض کیا گیا کہ ترک قربانی گاؤ کی تحریک فتنہ عظیمہ ہے۔ خدا را ہندو کی خاطر مسلمانوں کا گانا نہ گھونٹئے۔ دیکھئے حدیث میں جعل و تحریف تک کی نوبت آ گئی، تین مہینے گزر گئے اور کوئی اعلان نہیں کرتا ہے کہ اصل حدیث میں لفظ شاة نہیں ہے، غلطی سے لکھا گیا ہے۔ الغرض سید صاحب کی ان کوششوں کا علماء مؤسسین اتحاد ہندو مسلم پر کوئی اثر نہ ہوا، انہوں نے اعراض کیا اور مسلسل سکوت اختیار کئے رکھا تو آپ نے مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ

۱۔ ارشاد۔ از محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ مطبع النبی بیروت علی گڑھ کالج ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۰ء، ص ۲۶

۲۔ دیکھئے۔ امام راز محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء، ص ۱۸-۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳

کرنے کے لیے زیر نظر کتاب ”الکوزر“ کی تصنیف سے پہلے رسالہ ”الرشاد“ لکھا جس میں یہ واضح کیا کہ ہمارے سیاسی لیڈران قوم ”ہندو مسلم اتحاد“ کے خیال کو چمکانے اور برداران وطن کی دلتوازی کے لئے کن کن طریقوں سے آج سخت ابراہیمی کو منانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی تحریک اور حکیم اجمل خاں صاحب کی سعی سے یہ رزولوشن پاس کر دیا کہ ”ہمیں ہندوؤں کے جذبات کا خیال کر کے گائے کی قربانی ایک قلم موقوف کر دینا چاہئے۔“

امروا قعہ یہ ہے کہ حدیث کی کسی ایک کتاب میں بھی شاة کا کہیں ذکر تک نہیں ہے۔ اس لئے ”الرشاد“ میں مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلم شریف، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، جامع ترمذی، سنن، مسند احمد بن حنبل میں قربانی سے متعلق روایات کو یکجا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے ”مقام تحریف“ کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

”مسلم شریف کی ساری روایتیں نقل کر دی گئیں اس میں ہر شخص تلاش کرے

کہ بکری کہاں ہے۔“ ۲

آگے چل کر سلیمان اشرف رقمطراز ہیں:

”کتب احادیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جس قدر روایتیں بیان

۱۔ تحریک خلافت و ترک موالات پر کام کرنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ لازمی ہے۔ تاریخ کے اس باب کو محفوظ کرنے کے لیے یہ نایاب رسالہ مکتبہ رضویہ، لاہور نے ۱۹۸۱ء میں سید نور محمد قادری کے پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دیا تھا۔ علامہ عظیم محمد حسین عرشی امرتسری (۱۸۹۲ء-۱۹۸۵ء) نے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، نومبر ۱۹۸۱ء میں الرشاد پر خصوصی تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ”موافق (سلیمان اشرف صاحب) اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ ہندوؤں کو آج بھی وہی ہے جو ۲۱-۱۹۲۰ء میں تھا۔ آج بھی مسلمانوں پر وہی (بلکہ زیادہ) مظالم جاری ہیں اور جاری رہیں گے جب تک کہ مسلمانان عالم صحیح معنی میں مسلمان بن کر اپنے حقوق اقوام عالم سے نہ منوالیں۔ اس رسالے کی اشاعت پورے برصغیر میں ہونی چاہئے، لیکن ہندو اس کلمہ کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔“

ہمارے موجودہ حکمرانوں نے کانگریس مخالفوں کی ریت زندہ کرتے ہوئے، بھارتی عیتاؤں کی خوشنودی کے لیے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے؟ کشمیر کے معاملہ میں اپنے دیرینہ جائز موقف سے مسلسل پسپائی اور اقوام متحدہ کی قراردادوں تک سے دست برداری کے باوجود کیا حاصل ہوا۔ اب یہ بات کوئی راز نہیں رہی کہ ہماری سرحدوں کے اندر خلفشار اور مغربی سرحدی علاقہ میں شورش برپا کرنے کے لیے ”کرا“ سرگرم عمل ہے اور دہشت گردی کے لیے اسلحہ بھارت سے براستہ افغانستان فراہم ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر مرحوم نے سچ ہی کہا تھا ”ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ آج مشرکین ہند سے روایا قائم کر کے ہم کہاں کھڑے ہیں؟“ (ظہور)

ج۔ الرشاد، از محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۲۰ء، ص ۲۶



فَاتَّبِعُونِي أَهْدِكُمْ سَبِيلَ

# السلامة

نوشته

فقیر محمد سلیمان اشرف

باہتمام محمد تقی علی خاں شہزادہ فی

مطبع انجمن اسلامی کراچی ۱۹۳۰ء  
(آدم جی پیر بجائی منزل کالج سے شایع ہوا)

مذہب کو چھوڑنا اور غیر مفتی بہ قول کو اس اطمینان و سکون سے بیان کرنا کی حمایت دین ہے بلکہ اس سے قربانی کی اہمیت کم کر کے دکھانا مقصود نہیں ہے حیرت افزا ستم تو یہ ہے کہ ایک حدیث حضرت ام سلمہ سے روایت کی جاتی ہے اور اس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ عرب میں بکری کی قربانی کا رواج تھا حدیث پوری نقل نہیں کی گئی اس لئے کہ پھر مدعا کا ثابت ہونا مشکل تھا عوام الناس بھی کھٹک جاتے کہ یہ الفاظ حدیث نہیں خطبہ صدارت کی عبارت یہ ہے۔

**نقل کردہ حدیث کی حیثیت**

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مرايتہ هلال ذی الحجۃ ن اراد احدکم ان یضی بالشاة المزمز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یا رشا و فرمایا کہ جب تم علیہ الصلوٰۃ کا چاندیکہ کو در تم میں کو کوئی بکری کی قربانی کرنی چاہو اس حدیث سے صحت طویر پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔

یہ حدیث جلیل بخرام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جماعت کثیر محدثین سے مروی ہے لیکن کسی روایت میں لفظ بالشاة یعنی بکری کا نہیں پایا جاتا۔

(۱) روایت صحیح مسلم | امام مسلم صحیح شریف میں اسی حدیث جلیل کے لئے ایک باب منقذ کرتے ہیں۔

باب نحی من دخل علیہ عسر ذی الحجۃ فی حق مرید النضیۃ ان یتخذ من شعرہ الا ظفار و شقیۃ یعنی اس باب میں اس مسئلہ کا بیان ہے کہ عشرہ ذی الحجہ جیکر ایسے شخص کو بے قربانی لینے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس سے قربانی دینے سے قبل ناخن تراشنا اور مٹا دینا چاہئے۔

اس میں کوئی تخصیص گائے اونٹ اور بغیر بکری کی نہیں صاحب قربانی یعنی

کی گئی ہیں ان سب کو میں نے جمع کر دیا۔ لیکن لفظ ”الزشاہ“ یعنی بھرتی جو (حکیم صاحب کے خطبہ صدارت میں) مایہ دہیل اور دارو مدار برہان ہے اس کا کہیں نام نہیں۔“ ۱

مذکورہ رسالہ میں ستر (۷۰) سے زائد ذیلی عنوانات قائم کر کے مولانا سلیمان اشرف نے عقلی اور نقلی دلائل سے حلال جانوروں (گائے سمیت) کے ذبح و قربانی کو نہایت خوش اسلوبی سے ثابت کر دکھایا ہے اور ذبح گاؤں کے خلاف ہندوؤں کے مسلمانوں پر مظالم بھی کھول کھول کر بیان کیے ہیں اور خود ہندو کی مقدس کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ ان میں ذبح گاؤں کے خلاف کوئی حکم نہیں، بلکہ عہد قدیم میں خود ہندو ذبح گاؤں کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ ”الزشاہ“ ۱۳۳۹ھ تا ۱۹۲۰ء میں مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڑھ اور مطبع خادم التعليم لاہور سے یکے بعد دیگرے طبع ہوا۔ مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلمانان ہند کی راہنمائی کے لئے ”الزشاہ“ کے کم و بیش تین ہزار نسخے اپنی جیب خاص سے لیڈران قوم کے علاوہ مختلف شہروں اور قصبات تک میں مفت تقسیم کئے۔ یہ تالیف جہاں مولانا کی ایک اعلیٰ علمی کاوش ہے وہیں اس نازک اور پُر آشوب دور میں ہندو کے دام تزویر کے اسیر علماء کی جانب سے شعائر اسلام سے روگردانی کی مہم کے تار و پود بکھیرنے کے لئے اور اسلامی احکام واضح کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔ ان مساعی سے اس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ دینی رکن اور عظیم شعائر ذبح و قربانی گاؤں جسے اہل ہندو نے گاؤں کشی کا نام دے دیا تھا، مصون و محفوظ ہو گیا اور پھر تقسیم بر عظیم پاک و ہند کے زمانہ تک یہ قند نہ ابھرا۔

# تکمیل مقدمہ

ظہور الدین خاں امرتسری

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمہ (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء) کا رسالہ ”الزّشاد“ جو ۱۹۲۰ء میں طبعی گڑھ اور لاہور سے شائع ہوا تھا، پاکستان میں پہلی بار ۱۹۸۱ء میں سید نور محمد قادری مرحوم (۱۳ مئی ۱۹۲۵ء تا ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء) کے ”گرائڈر“ ”دیباچہ“ کے ساتھ طبع ہوا تو قادری صاحب موصوف نے ”دیباچہ“ کے آخر میں یہ نوید سنائی کہ مکتبہ رضویہ، لاہور جناب سید سلیمان اشرف کی ایک اور تالیف ”اٹھارہ بہت جلد شائع کر رہا ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ۱۹۶۸ء کے لگ بھگ قاضی عبداللہی کوکب مرحوم (م- ۱۹ جنوری ۱۹۷۸ء) بھی ”اٹھارہ“ کو تحریک پاکستان کی گم شدہ کڑیاں (یا تحریک پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب) کے عنوان سے شائع کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ ”الزّشاد“ چھپنے کے بعد قادری صاحب مرحوم نے ”اٹھارہ“ کا مقدمہ لکھنا شروع کر دیا، اس سلسلہ میں راقم حروف ۱۹۸۲ء میں ان کے دولت کدہ پر بھی حاضر ہوا جو ضلع منڈی بہاء الدین کے ایک دور افتادہ گاؤں چک ۱۵ شامی میں واقع ہے، یہاں پر آپ کا کتب خانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بر عظیم کی تحریکوں پر قادری صاحب کی گہری نظر تھی۔ ”اٹھارہ“ کے ”مقدمہ“ کے زیر نظر صفحات قادری صاحب کی موضوع پر گرفت اور نظریہ پاکستان کے ساتھ ان کی اثوث والبتگی پر دلیل ہیں۔ مگر افسوس خالق حقیقی کے بلاوے نے انہیں تکمیل کار کی مہلت نہ دی۔

”اٹھارہ“ کی اشاعت کی مزید تاخیر سے بچنے کے لئے حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب

۱۔ جناب نقیص مدنی مرحوم کی کتاب حیات علامہ شبیر احمد عثمانی کا دوسرا ایڈیشن احقر کے بسید مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا جس میں ”اٹھارہ“ کے بعض حوالہ جات درج تھے تو مختلف اطراف سے ”اٹھارہ“ کا تقاضا ہونے لگا۔ چنانچہ کھلا بٹ، بری پور سے جناب الحاج قادری، راقم کے نام اپنے مراسلہ مورخہ ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء میں لکھتے ہیں:-

”حیات“ اسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتاب پر آپ کا تحریر کردہ مقدمہ چھ حوالہ جواب دے مثال سے ماشاء اللہ۔ آپ نے علامہ سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اٹھارہ“ کے حوالہ جات سے کتاب کے مقدمہ کو مزید چار پانچ لکھ دیے ہیں۔ خط لکھنے کی ضرورت بھی اس لئے محسوس ہوئی ایک تو اتنی اچھی معلومات دینے پر اور دوسرے علامہ مذکور صاحب کی کتاب ”اٹھارہ“ کے لئے۔“



امرتسری مرحوم و مغفور (م-۱۹۹۹ء) نے یہ رائے دی تھی کہ ”مقدمہ“ کے انہی صفحات کو قادری صاحب کا تبرک جانیں اور کتاب شائع کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسئلہ قربانی کے علاوہ ۲۱-۱۹۳۰ء میں پیش آنے والے دیگر مسائل جیسے تعلیم، ہجرت اور ہندو مسلم یکجہت کی خاطر اسلامی احکام اور اصولوں کی خلاف ورزیوں کا ذکر قادری صاحب کے ”مقدمہ“ میں نہ آ سکا۔

کاش! قادری صاحب اس مقدمہ کی تکمیل کر پاتے اور جملہ امور کا احاطہ انہی کے قلم سے ہو جاتا، لیکن یہ تو اب ممکن نہیں رہا۔ اب یہی راہ عمل باقی رہ جاتی ہے کہ ضروری عنوانات مثلاً تعلیم، ہجرت وغیرہ پر دستیاب مواد کی روشنی میں کچھ عرض کیا جائے۔ قادری صاحب مرحوم کے مقدمہ میں کوئی بیوند لگا کر اس کے خُسن کو گہنانے کی بجائے ”تکمیل مقدمہ“ کے عنوان سے راقم الحروف اپنی سی کوشش کر رہا ہے۔ اُمید ہے قارئین محترم میری کم مائیگی اور کمزوریوں سے درگزر فرمائیں گے۔

گزشتہ صفحات میں قادری صاحب مرحوم کے قلم سے اگرچہ مسئلہ قربانی (بے بند و گاموشی کا نام دیتا ہے) کا ذکر آچکا۔ اس دور کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (م-۲۰۰۷ء) نے بھی اپنی تالیف ”مولانا ظفر علی خاں، حیات، خدمات و آثار“ میں مسنگاندھی کی کتاب ”تلاش حق“ کے حوالہ سے ”گنوار کھشا“ کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ خلافت کمیٹی کے اجلاس دہلی منعقدہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کی ایک نشست کی صدارت گاندھی جی نے کی تھی۔ اس اجلاس میں سوامی شرودھانند اور کچھ اور ہندو رہنما بھی شریک تھے۔ متذکرہ اجلاس میں مسلمان لیڈروں اور علماء کی ”فراخدی“ کا ذکر کرتے ہوئے گاندھی جی ”تلاش حق“ میں لکھتے ہیں۔ ”مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا: ”خواہ ہندو ہماری مدد کریں خواہ نہ کریں، مسلمانوں کو اپنے برادران وطن کے جذبات کا لحاظ کر کے گاؤں گمشدہ ترک کر دینا چاہیے“ اور ایک زمانے میں واقعی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان گاؤں کشی بالکل موقوف کر دیں گے۔“ اس دور کے معنی شاہد اور تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما مولانا عبدالحامد بدایونی (م-۱۹۷۰ء) فرماتے ہیں:

”علی برادران اور مسلم زعماء نے اپنا وطن کے اتحاد کی خاطر اس زمانہ میں جو رواداریاں برتیں وہ اپنی حدود سے بھی متجاوز ہو گئی تھیں۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے گاندھی جی کی ایڈری چمکائی گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے یہاں کے پوسٹروں کے

۱۔ ”مولانا ظفر علی خاں، حیات، خدمات و آثار“ ڈاکٹر پروفیسر غلام حسین ذوالفقار ڈاکٹر۔ سنگ میل دہلی کی شہزادہ لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۳، حوالہ ”تلاش حق“ جلد دوم (اردو ترجمہ) ڈاکٹر سعید عابد حسین، مطبوعہ جامعہ ملیہ دہلی، ص ۳۰۹

عنوانات اس وقت یہ تھے۔

”مولانا عید الہیاری کا فتویٰ اور گاندھی جی کا حکم“۔

پروفیسر محمد حود احمد صاحب لکھتے ہیں۔ ”۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے نازک دور میں مسٹر گاندھی نے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ مسلم علماء کی بھی قیادت کی، سب نے آنکھیں بند کر کے ان کی متابعت کی اور اس طرف سے غافل ہو گئے کہ جن مقاصد کے لئے مسٹر گاندھی کو شاں تھے وہ مسلمانوں کے مقاصد سے مختلف تھے، مگر یہ بات جوش و جذبے کے ماحول میں سمجھ میں آنے والی نہ تھی اس لئے مسٹر گاندھی نے بڑی دانائی اور حکمت سے جذبات کے دھارے کو اس سمت موڑ دیا، جو ان کی منزل کا بنیادی تھی، انہوں نے حصول مقاصد کے لئے جو ذرائع اختیار کئے وہ مسلمانوں نے نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ ذرائع جہاں مسٹر گاندھی کو ان کے مقاصد سے قریب تر لے جا رہے ہیں وہاں مسلمانوں کو ان کے مفادات سے دور تر لے جا رہے ہیں۔“ چنانچہ مسٹر گاندھی کے مقاصد میں سے ایک منشا و مقصد، اسلامی اسکولوں، کالجوں کے تعلیمی بائیکاٹ (Boycott، ترک موالات) کی تعمیل بھی تھی۔ اس لئے پہلے ہم مسئلہ تعلیم پر بات کریں گے اور ازاں بعد مسئلہ ہجرت پر۔

### مسئلہ تعلیم

بیسویں صدی کے آغاز میں جب مختلف حقوق کے نام پر آزادی اور تحریک خلافت وغیرہ کے نام سے تحریکیں چلنے لگیں تو مسلمانوں کی اجتماعی اور دینی زندگی سے متعلق کئی طرح کے مسائل پیدا ہوئے، اس وقت بعض لیڈر نما مولوی وقت کے دھارے میں بہ گئے اور انہوں نے محض سیاسی مصلحتوں کے تابع ہو کر مختلف تو جہیں کیں۔ ان مسائل میں (۱۹۲۰ء میں) مسئلہ ترک موالات سرفہرست تھا۔ فتوے جاری ہوئے کہ مسلمان اپنے بچوں کو اسلامیہ کالجوں وغیرہ میں پڑھانا چھوڑ دیں۔ زیر نظر کتاب اسی دور کی یادگار ہے، جس نے صحیح سمت میں مسلمانوں کی رہنمائی کا کام دیا۔ مذکورہ تحریک کے جذباتی اور ہنگامی دور میں جمعیت العلماء ہند کے راہنما اور بعض دوسرے لیڈر

نے خطبہ صدر است پاکستان کانفرنس منعقدہ ۳۰ اگست ۱۹۴۶ء (بقام رائے کوٹ ضلع لدھیانہ) از مولانا عبدالحامد

قادری جماعتی مصلوبہ نظامی چلیں بدایوں ص ۱۳

جی مسعود احمد، وغیرہ ان کے تحریک آزادی دہلا اور ان کو ان کا عظیم مصلوبہ لاہور طبع اول ۱۹۷۷ء ص ۱۱۱

جی مسعود احمد کے لئے دیکھئے صفحہ ۳۰

تحریک ترک مولات کو کامیاب بنانے کی غرض سے اسلامیہ کالج علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور کو بند کرانا چاہتے تھے، لیکن صرف مسلمانوں کے نظم تعلیم کو تو ہالا کرنے اور سلسلہ تعلیم کو ملیا میٹ کروانے میں کیا راز پوشیدہ تھا۔ یہ آپ مشتاق حسین فاروقی کی زبانی سنئے۔

”ہندو لیڈران کو یہ بات نہ بھاتی تھی کہ انکا ذکر مسلمان بھی کسی سرکاری مہمہ پر نظر آئے۔ مگر کچھ بس نہیں چلتا تھا، کہ جس یونیورسٹی کی بدولت مسلمان تعلیم پا کر کچھ اسامیاں پڑھ کر لیتے تھے، اس کو بند کر سکیں۔ تحریک ہند میں ان کو یہ موقع مل گیا اور انہوں نے انگریزی تعلیم کے بائیکاٹ پر زور دیا۔ اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کو تعلیم پانے سے روکنے کی تجویز منظور کی۔ لیکن اس میں کیا راز مضمر تھا، صرف یہی کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو توڑ دیا جائے تاکہ ہندوستان میں کوئی واحد مسلم درس گاہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور باوجود اس کے تعلیمی بائیکاٹ کا حکم عام تھا۔ ہندو یونیورسٹی پر آئینہ نہ آنے دی گئی۔“۔

(حاشیہ صفحہ ۳۸)

سج ”روزانہ پیسہ اخبار“ (لاہور) ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء میں صفحہ اول پر ’اہالیان ترک مولات کے معتقدات و عملیات‘ کے عنوان سے ایک طویل قلم شائع ہوئی جو اسی دور کی یاد دلاتی ہے۔ چند اشعار پر یہ تاثریں ہیں:-

پوچھا جو تاریکین مولات سے کہ آپ	کیوں کر بنائے ترک مولات اٹھائیں گے
کہنے لگے کہ یہ کوئی مشکل عمل نہیں	باتوں ہی باتوں میں ہم اسے کر دکھائیں گے
دو چار ہندوؤں کو بنائیں گے رہنما	گاندھی کو ساتھ لے کے پھر آگندہی اٹھائیں گے
مسجد میں ہندوؤں کو بلا کر سنیں گے پند	مکرم پہ دیو سیتا کو ہم پڑھائیں گے
چھیڑیں گے ابتدا میں خلافت کا مسئلہ	دیکھیں گے مشکلیں تو اسے بھول جائیں گے
چندہ وصول کر کے خلافت کے نام سے	یورپ کی سیر کر کے مزے ہم اڑائیں گے
آکر وہاں سے ڈالیں گے ہجرت کا غلطہ	ہر طرح ہٹیاں جہلا کو پڑھائیں گے
پابندیاں طریقہ تعلیم میں جو ہیں	آزاد اس سے قوم کو اپنی بنائیں گے
سے عام کالجوں میں جو تعلیم کا رواج	چھوڑیں گے اس کو قطع نہ کچھ اس سے پائیں گے
ڈالیں گے ترک درس کی اس طرح داغ بیل	شاہی عدد سے پہلے پہل ہاتھ اٹھائیں گے
مشق عمل کی ہو گی علی گڑھ سے ابتدا	لے کر خدا کا نام گھر اپنا چلائیں گے
بہانہ سالہ سہی جو ہے ”ہند قوم“ کی	ہم نوجوان خاک میں اس کو ملائیں گے

(حاشیہ صفحہ ۳۸)

۱۔ ”مسلمان اور کانگریس۔ اتحاد مسلم و مشرک پر شریعت اسلام کا حکم ہمیں“ (عرب) مشتاق حسین فاروقی، مجد۔

مطبوعہ مراد آباد سندھ اردو، ص ۳

مسلمان ہند کی تعلیمی پس ماندگی کا پس منظر جاننے کے لئے بعض کانگریسی علما کے فتاویٰ پر ایک نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ابوالکلام آزاد کا کلام دیکھئے۔  
 ”احکام شریعت کی رو سے کسی مسلمان طالب علم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سرکاری یا ایسے کالج میں تعلیم حاصل کرے جو سرکار سے امداد قبول کرتا ہو اور سرکاری یونیورسٹی سے ملحق ہو۔“ ۱۔

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا:  
 ”تمام مسلمان عاقل بالغ طلبہ پر خواہ وہ قومی مدرسوں کے طالب علم ہوں یا سرکاری مدرسوں کے، فرض ہے کہ وہ ایسے مدارس سے جن کا تعلق گورنمنٹ کے ساتھ ہے ملحقہ ہو جائیں اور اس ملحقہ گی میں ان کو اپنے والدین کی اجازت لینی ضروری نہیں۔ بلکہ والدین کی ممانعت پر عمل کرنا جائز نہیں۔“ ۲۔  
 مولوی احمد سعید، ناظم جمعیتہ علمائے ہند نے فتویٰ ترک موالات کی رو سے سرکاری ملازمت کو حرام قرار دیا اور اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے بائیکاٹ پر زور دیتے ہوئے یوں ارشاد کیا:

”تعلیم کو موالات سے مستثنیٰ کرنا سخت ترین حماقت ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی معاونت و دشمنانِ دین کی ملازمت ہے اور ملازمت سرکار کا اصلی سبب سکولوں اور کالجوں کی تعلیم اور یونیورسٹی کی ڈگریاں ہیں..... مسلمان سرکاری ملازمت سے جب ہی محفوظ رہ سکتے ہیں کہ ان کو اس تعلیم سے ہچالیا جائے کہ جس کی وجہ سے ملازمت کرنے کے قابل ہوں..... میری رائے میں مسلمانوں پر ترک موالات فرض ہے۔ اور ان کو اس فریضہ پر عمل کرنے کے لیے فوراً سرکاری تعلیم سے ملحقہ ہونا قطعاً فرض ہے۔“ ۳۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلامیہ کالج علی گڑھ تو شروع ہی سے (تحریک کے ابتدائی

۱۔ ”ترک موالات پر علمائے کرام دیوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ“ شائع کردہ شعبہ تبلیغ، پرنٹنگ خلافت، ممبئی، ص ۲۰۔ گرو میسر شہ ۱۹۲۰ء، ص ۱۱، مشمولہ اخبار خلافت، یکم نومبر ۱۹۲۰ء۔

۲۔ تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین (فتاویٰ علماء کرام)، مطبوعہ مجلس خلافت، پنجاب ۱۱، نومبر ۱۹۲۰ء، ص ۱۲۔  
 ۳۔ ترک موالات پر علمائے کرام دیوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ، مطبوعہ سینہ اہل حق، میسر شہ ۱۹۲۰ء، ص ۱۱۔

۴۔ تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین (علماء کرام کے فتاویٰ)، شائع کردہ مجلس خلافت، پنجاب ۱۱، نومبر ۱۹۲۰ء، ص ۱۱-۱۲۔



دنوں میں مسلم یونیورسٹی محض کالج تھی لیکن دسمبر ۱۹۲۰ء میں مکمل یونیورسٹی بن گئی۔ مولوی محمود حسن صاحب اور ان کے ہم نوا علما کی نظر میں بری طرح سے ٹھنکتا تھا اور ان کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اس تعلیمی مرکز کو ڈھایا جائے۔ آخر تحریک ترک موالات کے دوران انہیں یہ موقع پیش آیا تو انہوں نے اسلامیہ کالج علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی دیرینہ خواہش کا یوں اظہار فرمایا:

”علی گڑھ کی ابتدائی حالت میں علماء متدینین نے علی العموم اس قسم کی تعلیم سے (جواز سر تا پا گورنمنٹ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے) روکا مگر بد قسمتی کہ وہ رک نہ سکی۔ اب جب کہ اس کے ثمرات و نتائج آنکھوں سے دیکھ لئے تو قوم کو اس سے بچانا بجا بدانتہ ایک ضروری امر ہے طلبہ کے والدین دیکھ بھال کر اور سمجھانے پر بھی اُسی تعلیم پر زور دیں اور مذہبی تعلیم سے مانع ہوں تو طلبہ کو ضروری ہے کہ بوجہ اللہ تعلیم مذہبی اور اسلام کی خدمت گزاری کے لیے سعی کریں۔“

نیز مولانا محمود حسن نے صفر ۱۳۳۹ھ / اکتوبر ۱۹۲۰ء میں مسلم کالج علی گڑھ کے طلبہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”..... امید ہے کہ میری معروضات سے آپ کو اپنے سوالات کا جواب مل جائے گا۔ اور علی گڑھ کالج کی عمارتوں اور کتب خانہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی آپ کے دل کو دستک دے گا کہ قسطنطنیہ، شام، فلسطین اور عراق کی قیمت سے ان چیزوں کی قیمت کو کیا نسبت ہے۔“

چنانچہ پروفیسر انوار الحسن صاحب شیر کوٹی کے بقول..... طلبہ میں حضرت شیخ الہند کے فتویٰ سے بہت جوش پیدا ہوا اور اکثر لڑکوں نے یونیورسٹی کا بائیکاٹ کر دیا۔ گویا گاندھی جی کے مرتب کردہ پروگرام ترک موالات پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ مولانا حسین احمد ”نقش حیات“ میں

نے ترک موالات پر علمائے کرام دیوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ، مطبوعہ میرٹھ ۱۹۲۰ء،

ص ۳۲، ”مشمول“ تحریکات ملی تحریکات کے آئینے میں مسلمانان پاک و ہند کی سیاسی جدوجہد کی سرگزشت۔ ”جلد علم و آسمانی (خصوصی شمارہ ۸۳-۱۹۸۲ء) کراچی، گورنمنٹ پبلیشنگ کالج، ص ۳۳۶

۲ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ ایک سیاسی مطالعہ موقلہ ابوسلمان شاہجہانپوری، ڈاکٹر۔ مجلس دارالافتاء الاسلام کراچی طبع دوم، ۱۹۹۳ء، ص ۹۰، ”مشمول“ حضرت شیخ الہند کے فتاویٰ

۳ انوار الحسن شیر کوٹی، پروفیسر محمد۔ ”خطبات عثمانی“، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء۔ حاشیہ ص ۳۸

لکھتے ہیں: ”مہاتما گاندھی کی رائے قبولیت عامہ حاصل کر چکی تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترک موالات کے متعلق طلباء (طلبہ) یونیورسٹی نے فتویٰ حاصل کر لیا تھا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترک موالات کی تمام دفعات میں کانگریس کی موافقت کی تھی اور تمام مسلمانوں اور طلباء مسلم یونیورسٹی کو زوردار مشورہ دیا تھا کہ وہ اس پر عمل کریں۔“ ۱

یاد رہے کہ ”ڈاکٹر ضیاء الدین جو اس زمانے کے وائس چانسلر تھے انہوں نے کچھ عرصے کے لئے یونیورسٹی بند کر دی۔ اس اثناء میں طلبہ کے والدین کو وائس چانسلر کی طرف سے خطوط موصول ہوئے کہ اگر آپ کانگریس یونیورسٹی میں آکر تعلیم حاصل کرنا چاہے اور اسٹرائیک میں حصہ نہ لے تو آجائے ورنہ نہیں۔ چنانچہ پھر دوبارہ یونیورسٹی کھل گئی۔“ ۲

سید نور محمد قادری مرحوم رقمطراز ہیں:

”مولانا محمود حسن کے فتاویٰ، ابوالکلام اور مولانا محمد علی کی تقریریں اور خطبات آخر میں رنگ لائے۔ ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی جوہر کی زیر سرکردگی ”مجاہدین“ کی ایک عظیم فوج نے علی گڑھ کالج پر بلہ بول دیا۔ خدا بھلا کرے مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، مولانا سید سلیمان اشرف اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کا کہ ان کی بلند ہمتی اور مسابقتی عظیم سے کالج مکمل شکست و ریخت سے بچ گیا۔“ ۳

اس پس منظر اور تناظر میں جناب محمد علی چرخی لکھتے ہیں:

”تحریک ترک موالات کے دور میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ اس تحریک کے حوالے سے مولانا محمد علی جوہر نے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سے ملاقات کی اور اساتذہ اور طلبہ علی گڑھ یونیورسٹی کو ترک موالات اور کانگریس میں شامل ہونے کا مشورہ دیا اور حکومت کی امداد بند کرانے کی رائے دی۔“ لیکن اس موقع پر ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد نے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے رفقاء کو حضرت مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کی ایک کاپی دکھائی اور کہا کہ اس فتوے کی موجودگی میں ہم یونیورسٹی اور طلبہ و اساتذہ کے بارے میں یہ اقدام کیسے کر سکتے

۱۔ حسین احمد فی مولانا۔ ”نقش حیات“ جلد دوم۔ بیت التوحید، کراچی۔ ان ص ۶۷۳  
 ۲۔ محمد انور الحسن شیر کوٹی (مترجم) خطبات عثمانی۔ نذر سنز، لاہور۔ طبع اول ۱۹۷۲ء۔ حاشیہ ص ۳۸  
 ۳۔ نور محمد قادری سید۔ ”علی حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء۔ ص ۲۳

ہیں۔ اگر آپ اس فتوے کے جواب میں کوئی مدلل بیان پیش کریں تو ہم آپ کے اشارہ (ارشاد) کی تعمیل کے لئے تیار ہیں ورنہ معذور ہیں۔ لیکن اس فتوے کا جواب ممکن نہ ہو گا۔ (ممکن نہ ہوا)۔ اس طرح ایک مختصر عرصہ کے لئے مسلمانوں کی جذباتی رو کے باعث علی گڑھ یونیورسٹی منقطع رہی لیکن مجموعی طور علی گڑھ یونیورسٹی متحدہ قومیت اور ترک موالات کے سیلاب کی زد میں آنے سے محفوظ رہی اور ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد ایک مرد آہن کی طرح اپنے راست موقف پر فائز رہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ مذکورہ دور کے ہندو اور مسلم تعلیمی تناسب کا ذکر کر دیا جائے۔ سید سلیمان اشرف رقمطراز ہیں:

”ہندوستان میں جس قدر کالج یا اسکول سرکاری ہیں اگرچہ تمام وختوں کا ان کا تعلق سرکار سے ہے لیکن دراصل ان کا فیض ہندوؤں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، اختیارات وغیرہ کہیں بلا واسطہ اور کہیں بواسطہ چوں کہ ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے تحصیلات بھی اسی قوم کے حصے میں ہیں۔ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے صرف تین کالج ہیں علی گڑھ، لاہور اور پشاور۔

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس (۱۲۵) ہے تین مسلمانوں کے اور ایک سو بائیس (۱۲۲) ہندوؤں کے ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل چونتیس (۲۴) ہے الگ کر لیجئے جب بھی اٹھاسی (۸۸) کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں ان میں بائیس (۲۲) کالج ایسے ہیں جن (جن) میں گورنمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں اور چھیالیس (۶۶) ایسے کالج ہیں جن

۱۔ یہاں یہ بات سامنے رہنا چاہئے کہ پروفیسر انوار الحسن صاحب نے ”خطبات طہانی“ میں جہاں شیخ الہند کے مذکورہ بالا فتوے کی ناکامی کا اقرار وہ بے لفظوں میں کیا ہے وہاں پروفیسر موصوف پر یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی جو اس وقت جمعیت العلماء ہند کے لیڈروں پر منکشف نہ ہو پائی تھی۔ چنانچہ پروفیسر صاحب خطبات کے صفحہ ۲۲، ۲۱ پر رقمطراز ہیں کہ

”مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بند کرنے اس کا بایکاٹ کرنے کے لئے مولانا محمد علی جوہر نے زور لگایا، لیکن خدا بھلا کرے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کا کہ انہوں نے مسلم یونیورسٹی کو سنبھالے رکھا۔ ہمارے یونیورسٹی جس کے کرتا و مرتا پانچ سو تین سو (۱۵۰) تھے انہوں نے کسی کو اپنے پاس نہ دیا۔ ان میں ہندوؤں کا حصہ بھی تھا۔“

ج۔ محمد علی چٹا۔ ”اکابرین تحریک پاکستان“۔ سبک میل جلی کیشنز، لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۰ء میں ۳۶۱

میں گورنمنٹ کی امداد جاری ہے تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا (ذرا) غور سے ملاحظہ کیجئے۔ پھر تعلیم کے لمپا میٹ کروئے کا فیصلہ کیجئے۔ سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو ستیس (۴۶۳۷) ہے جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچاس (۴۸۷۵) ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو بائیس (۴۱۵۶۲) ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس (۲۴) کروڑ اور مسلمان سات کروڑ ہیں اس کتاب سے جب کہ مسلمانوں کے تین کالج تھے ہندوؤں کے بارہ ہوتے۔ مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی۔ تو ہندو سولہ ہزار ہوتے لیکن جب کہ واقعہ نمونہ عبرت پیش کر رہا ہو تو سلسلہ تعلیم کو نہ دہرایا کرنے میں کس کا نقصان ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں اُس قوم کا یہ اذکار اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر خبط و سودا نہیں تو اور کیا ہے۔“

”انور“ کے مصنف نے مندرجہ بالا اقتباسات میں اُس دور کے مسلمانان ہند کا تعلیمی میدان میں پس ماندگی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان جو خود تعلیمی لحاظ سے اس قدر پس ماندہ تھے تو ایسے میں انہیں تعلیم کی مشعل سے اپنے راستے کو منور کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟ لیکن علی گڑھ سے ناکامی کے بعد تحریک ترک موالات کے قائدین نے اب لاہور کا رخ کیا۔ یہاں نشانہ اسلامیت کالج تھا۔ پروفیسر محمد صدیق تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دور اسلامیت کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دور تھا۔ کیونکہ اس تحریک کے پروگرام میں (جیسا کہ ابتدا میں ذکر آچکا) نہ صرف انگریزی ملازمتوں سے علاحدگی بلکہ یونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقلعہ پر زور دیا گیا تھا اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔

چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو لاہور میں امدارت مولانا عبد القادر قسوری، صدر خلافت کمیٹی پنجاب ایک بہت بڑا جلسہ ہوا، جس میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، گاندھی جی، مہادی ست دیو، ڈاکٹر سیف الدین کپلو، آغا صفدر، چندت رام بھجیت، لالہ دُونی

۱۔ سلطان اشرف بہ محمد۔ ”انور“ مطبوعہ مطبعہ مسلم یونیورسٹی انڈی ٹیٹ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء، ص ۱۹۶-۱۹۷



چند شریعتی سرلادیوی، مولانا سید داؤد غزنوی، ڈاکٹر محمد عالم، ملک لعل خاں اور مولوی غلام محی الدین قصوری نے شرکت کی اور تحریک ترک موالات کے حق میں تقریریں کیں۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں اس بات پر زور دیا کہ تمام طلبہ کو اسلامیہ کالج سے تعلق توڑ لینا چاہئے یا پھر کالج کو یونیورسٹی سے الحاق توڑ کر گورنمنٹ کی تمیں ہزار روپیہ سالانہ گرانٹ سے دست کش ہو جانا چاہئے۔ مذکورہ اجلاس میں جو تقاریر ہوئیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سوامی ست دیو ایم۔ اے نے اپنی طویل تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا:

”پنجاب کے لوگوں میں تم سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ترک موالات کا کام

پنجاب سے شروع کرو۔“ ج

مولانا محمد علی جوہر نے اپنے پُر جوش خطاب میں کہا:

”..... کبھی وقت تھا کہ تم تعلیم کی طرف آتے بھی نہ تھے اور آج ایسے محبت تعلیم

بن رہے ہو کہ خدا اور رسول کو بھی اس کی خاطر قربان کرنے کو تیار ہو۔ یہ وہ شرک ہے

جس کے بدلے میں تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ ج

تقریر کے آخر میں مولانا نے یوں اپیل کی:

”ہم بیرسٹروں، وکیلوں، کونسل کے سوراؤں، کالج کے ٹرشیوں کو کہتے ہیں کہ

وہ تمام اپنی اپنی مصروفیتیں چھوڑ دیں۔ موٹکھین، وکیلوں کو چھوڑ دیں۔ رائے

دہندگان کونسلوں کے امیدواروں کو چھوڑ دیں، طلبہ کالج و سکول چھوڑ دیں۔“ ج

مولانا ابوالکلام آزاد نے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

”میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے جسے خدا کے فضل سے شریعت اسلامی

کی کچھ بصیرت دی گئی ہے، کہتا ہوں کہ ایک مسلمان پر حب وطن کے لحاظ سے،

۱۔ پروفیسر مولوی حاکم علی رحمہ اللہ۔ از پروفیسر محمد صدیق۔ مکتبہ رضویہ، لاہور۔ طبع اول ۱۹۸۳ء، ص ۹

ج۔ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور، ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء۔ ص ۳، کالم ۱

ج۔ تحریکات ملی۔ ”مجلد علم و آگہی“ (۸۳-۱۹۸۲ء)، کراچی، گورنمنٹ پبلیش کالج، بشمول مضمون ”تعلیم اور ترک

موالات“ از ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ص ۳۷، بحوالہ تقاریر مولانا محمد علی، حصہ اول، میرٹھ تقوی و دارالاشاعت،

۱۹۲۱ء، ص ۳۳

ج۔ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور، ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء۔ ص ۳، کالم ۲

مذہب کے اعتبار سے، اخلاق کے لحاظ سے فرض ہے کہ ترک موالات کرے۔“ ۱

گاندھی جی نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہا:

”آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے، جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں۔ مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجیو۔“ ۲

ڈاکٹر سیف الدین کلپلے نے ایک طویل تقریر کا اختتام ان الفاظ پر کیا:

”اسلامیہ کالج کے طلبہ سے میری یہ التجا ہے کہ اس وقت پنجاب کی عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کا ثبوت دیں۔ اپنے حکام کالج سے کہہ دیں کہ یا (تو) اس کالج کو عدم تعاون کے ماتحت یونیورسٹی سے الگ کر لیجئے اور سرکاری امداد بند کر دیجئے یا ہم کالج چھوڑ دیتے ہیں۔ کالج کو سرکاری نہیں قومی بناؤ۔“ ۳

پنڈت رام بھگت نے بھی اس جلسہ سے خطاب کیا اور کہا:

”اسلامیہ کالج والو! اگر آج تمہارے کوئی راہنما تمہارے سرگروہ ہو کر تلووار چلاتے اور جہاد کرتے تو کیا تم مسٹر ہنری مارٹن پر نپیل کے پاس سبق لینے جاتے۔“ ۴

ان کے علاوہ مولوی غلام محی الدین، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالقادر، بھائی سنت سنگھ اور سردار جسونت سنگھ نے بھی حاضرین جلسہ سے خطاب کیا اور اسلامیہ کالج پر زور دیا کہ وہ تحریک ترک موالات کی حمایت کرے۔

اسلامیہ کالج کے طلبہ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مطالبہ کیا کہ یونیورسٹی سے کالج کا الحاق ختم کر دیا جائے اور گورنمنٹ سے ملنے والی سالانہ تیس ہزار روپے کی گرانٹ بند کر دی جائے۔ ہنگامے ہوئے اور کالج بند کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں نواب ذوالفقار علی خاں، انجمن حمایت اسلام کے صدر تھے۔ کالج کے پرنسپل ہنری مارٹن نے سول اینڈ ملٹری گزٹ کی اشاعت موزعہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں ایک مراسلہ شائع کروایا اور اس میں کہا کہ ”طلبہ سیاسی شورش پسند عناصر کے

۱ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۲، کالم ۴  
 ۲ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۲، کالم ۴  
 ۳ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۳، کالم ۳  
 ۴ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء، ص ۲، کالم ۴

زیر اثر اس ہنگامے اور ہیجان میں حصہ لے رہے ہیں۔ اگر شورش پسند ایسا نہ کریں تو ہمارا کالج ان ہنگاموں سے محفوظ رہے۔“ پرنسپل کے اس بیان کے ساتھ ہی پروفیسر مولوی حاکم علی بی۔ اے نے ایک اہم فتویٰ دیا کہ

”میں فتویٰ دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق جاری رکھنا اور سرکاری امداد لینا جائز ہے۔“

روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور) نے مورخہ ۲ نومبر ۱۹۲۰ء کو ”ترک موالات فتوے جواز الحاق اسلامیہ کالج“ پر یونیورسٹی و حصول امداد سرکار“ کے عنوان سے اسے نمایاں طور پر شائع کیا۔ مذکورہ گفتگو میں کالج دس روز کے لئے بند رہا۔ کالج کے ارباب حل و عقد، جو نہ صرف یونیورسٹی سے الحاق کے خواہاں تھے بلکہ سرکاری امداد بھی وصول کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اس حساس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے، نیز اس خیال سے کہ مسلمان طلبہ کا تعلیمی زیاں نہ ہو، انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل (جس کے جنرل سیکریٹری اس وقت علامہ اقبال تھے) نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسے علماء سے رجوع کیا جائے جو مسٹر گاندھی کے حلقہ اثر سے باہر ہوں اور اعلامیہ کلمت الحق جن کی زندگی کا وظیفہ ہو۔ چنانچہ یہ کام مولوی حاکم علی صاحب، پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور (جو ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۳ء کالج کے پرنسپل بھی رہ چکے تھے) کے سپرد کیا گیا، انہوں نے مندرجہ ذیل فتویٰ ترتیب دیا جو ۲۵ اکتوبر کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی خدمت میں ارسال کیا جس میں یہ سوال کیا گیا کہ

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ توتیٰ سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی توتیٰ کے معنی ”معاملت“ اور ”ترک موالات“ کو ترک معاملت ”نان کوآپریشن“ قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک

۱۔ روزنامہ ”زمیندار“ لاہور، ۱۲ نومبر ۱۹۲۰ء، ص ۲، کالم ۱

۲۔ تحریک ترک موالات کے لیڈروں کے برعکس جن حضرات نے مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی پس ماندگی کے پیش نظر اہل دین و دہندہ، علمی اور دینی لیاقت اور سیاسی بصیرت سے اسلامیہ کالج لاہور کو بچانے میں کردار ادا کیا ان میں پروفیسر مولوی حاکم علی (۱۸۶۹ء-۱۹۲۵ء) کا نام نمایاں ہے۔ حال ہی میں ”اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ“ کی دوسری جلد شائع ہوئی ہے، جس میں ”اسلامیہ کالج تحریک ترک موالات کی زد میں“ کے زیر عنوان (صفحہ ۱۰ تا ۱۵) جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے، دینی انداز کی تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے پسندیدہ افراد کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کے بجائے پروفیسر مولوی حاکم علی کے کارنامہ پر مناسب خراج تحسین پیش کیا جاتا۔ (تلمیذ)

کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لا کر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جاوے (جائے) تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلا دی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہو گیا۔ علامہ مذکور کا یہ فتویٰ غلط ہے، یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے، جو کہ معاملت کے معنی ہیں۔ مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں (رہا ہے)۔ مذکور، مولوی محمود الحسن صاحب (اصلی نام محمود حسن ہے)، مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے۔ میرے فتوے کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مراد آباد مغربی و شمالی۔“

اس فتویٰ کو مع ایک خط کے جو درج ذیل ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تصدیق و تصحیح کے لئے روانہ کیا:

”... مؤید ملت طاہرہ مولانا و بالفضل اولنا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پشت ہذا پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لیے ارسال کر کے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے (ممکن ہو) یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا

۱۔ احمد رضا خاں، دام۔ کتبہ المومنین فی ایہ الامت (۱۳۳۹ھ) شائع کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ بار اول ۱۹۳۰ء



بجود تملک  
حالات دائرہ پر دو ضروری فتوے

پہلا فتوہ بار و معاشرت جو دار و کسب و کرم کا فرت جائز  
دوسرا فتوہ سے بنام تاریخی

# المقامات فی المصنفات

تیس و نوون کر کے سورہ تیز کا نہایت فقیر چلے جاتے ہیں کہ اس فتوہ کا کتب خانہ فقیر و اس کے میں ایک فقیر کا  
سلک آوریہ کو مروت مطلقاً کسی فرت ہاں نہیں آوریہ کہ واد و آقا جو سے بنایا جائے اور اس سے استغاثت  
اور انھیں معاف و عیبت نہ کرنا اور انھیں ساجد میں لیا جائے اور انھیں عظیمہ کا سب سے کم قتل میں مسئلہ  
استغاثت کی وہ تحقیق چلیں کہ اسی فتوہ کا خاصہ ہے کہ ترک تعاون و اعتماد اس پر اجمالی کلی بحث  
از افادات

نہرو مانہ حاضر و مؤید ملت طاہرہ و عظیم حضرت عظیم البرکات امام اہلسنت سے امام المسلمین علی بن قیام  
(وہ تمام مایہ صفتیہ مضامین لکھا)

مطبع حسن بن علی بن چچا اور عیبت مبارکہ رضا مصطفیٰ آٹاپے حیرت  
شاہ کرا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 مُحَمَّدٌ وَآلِهِ عَلَى سُلَاسٍ مَعَهُ

مسلمہ مولوی حاکم علی صاحب بی لے حقی نقشبندی

مجیدی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

الہدیت نامے نے جس کاغذوں اور بیورو نصاریٰ کیساتھ توفی سے منع فرمایا ہے مگر  
 اب الامام زبردستی توفی کے معنی معاملات اور ترک موالات کو ترک معاملات "نان کو آپریشن"  
 قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو الہدیت نامے کے کلام پاک کے ساتھ کی جا رہی ہے  
 مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اخلاق یہ کردیا کہ جب تک  
 اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور بیورو رستی سے اسکا قطع الحاق  
 نہ کیا جادے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے اراکین کو  
 فتویٰ دیے یا اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دے اس طرح سے کالج میں یعنی بھیدادی کو پھر پڑھا  
 کا تحت نقصان ہوتا شروع ہو گیا علامہ مذکور کا یہ فتو غلط ہے بیورو رستی کے ساتھ  
 الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملات قائم رہتی ہے ترک موالات جبکہ معنی ہجرت  
 ہیں مذکور کے جو کہ معاملات کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ  
 ہو رہے ہیں مذکور مولوی عبدالحسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب نو رو بندہ خیالات  
 کے ہیں زبردستی اختیار اپنے دعا کے مطابق دیتے ہیں اس میں خستہ دینا ہوں کہ بیورو  
 کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے خستہ کی تصحیح اہل اصحاب سے کراہیں جو بیورو  
 نہیں شامی نوید صاحبہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی  
 علامہ رفیع اللہ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مالک مغربی و شمالی

رسالہ اہل التوحید علامہ صفحہ ۱۱ مولوی حاکم علی کے تاریخی مرسلا کا متن

اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو منعقد ہوتا ہے۔ اس میں یہ پیش کرنا ہے (کہ) دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تاثر نہیں کیا ہے، ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ مواصلات قائم کر لی ہے اور مسلمانوں کے کام میں روزِ حاکم (روزِ اٹک) لانے کی ضمانت لی ہے۔ لہذا عالمِ خلیفہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عند اللہ ماجور ہوویں (ہوں)۔“

نیاز مند دعا گو

حاکم علی، بی۔ اے، موقی بازار لاہور

۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء ۱

امام احمد رضا نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور لکھا کہ ایسی امداد جو مشروط نہ ہو جائز ہے۔ نیز آپ نے مستند دینی حوالوں سے فتویٰ دیا اور مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے اسلامیہ کالج میں تعلیم جاری رکھیں اور سرکاری ملازمتیں بھی کرتے رہیں، اس فتویٰ کو انجمنِ حمایتِ اسلام کی جنرل کونسل میں پیش کیا گیا۔ مولانا احمد رضا کے فتویٰ سے یہ عظیم درس گاہ اغیار کے دستِ بُرد سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی اور سرکاری ملازمتوں پر مامور مسلمان بے روزگار ہونے سے محفوظ رہے اور مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تباہ ہونے سے بچ گئے۔ بعد میں مسلم یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج کے فوٹو ہالوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ کیونکہ بقول محمد علی چراغ..... ”ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی قیادت میں قائدِ اعظم کے موقف کی تائید کرتے ہوئے مسلم یونیورسٹی کو ندوۃ العلماء، دیوبند اور جامعہ ملیہ کی طرح متحدہ قومیت کی سازش سے بچا کر مسلم لیگ اور قائدِ اعظم کی حمایت کے لئے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کا رجحان جدا گانہ مسلم قومیت (دوقومی نظریہ) کی طرف کر کے تحریکِ پاکستان پر مرکوز کیا۔“

مسئلہ تعلیم کے بعد مسئلہ ہجرت پر اظہارِ خیال سے پہلے ہم اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض قلم کار تحریکِ ترکِ مواصلات کے مضر اثرات پر کھل کر کچھ کہنے سے کتراتے ہیں۔ شاید ان کے پیشِ نظر، یہ مصلحت رہتی ہو کہ کچھ ”بڑے لوگ“ اس تحریک کی حمایت کی غلطی میں

۱۔ لکچر ایسوسی ایٹ، لاہور، ۱۹۴۰ء، ص ۲  
۲۔ اکابرینِ تحریکِ پاکستان، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۳، ۳۶۴

قربانیاں نظر آتے ہیں۔

تحریک خلافت اور ہندو کانگریس میں ایک وقت شامل رہیں، چودھری خلیق انڑیاں مرحوم (۱۸۸۹ء-۱۹۷۳ء) نے اپنی ضخیم تصنیف ”شاہراہ پاکستان“ میں ان کوششوں کا ذکر تو نہیں نہیں کیا، جن سے مسلم قومیت کو فروغ ملا (جس کا ذکر اوپر آچکا) البتہ فاضل مصنف نے خاص سوچ کے زیر اثر جہاں حامیان دین متین کو اپنی تحقید کا نشانہ بنایا ہے وہیں تحریک خلافت کے خاتمہ کے دس بارہ برس بعد (یعنی ۱۹۳۱-۳۲ء) تک کے عرصہ کو انہوں نے بھی ایک دور سے تشبیہ دیتے ہوئے اس دوران میں کسی تنظیم کی بصیرت تلاش کرنے کو ”بے معنی“ قرار دیا ہے۔ ایسا بودا استدلال کم از کم ایک وقائع نویس کو زیب نہیں دیتا۔

ظاہر ہے ایسی تحریروں سے عام قاری کوئی واضح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا اور نہ ہی کما حقہ، ان مساوی سے باخبر ہو سکتا ہے جن کی بدولت اس پر فتن دور میں مسٹر گاندھی اور ان کے رفقاء کی فریب کاری سے مسلمان ہند کو آگاہی ہوئی اور بعد ازاں یہی شعور تحریک پاکستان کے جذبہ صادقہ میں وحل کر نتیجہ خیز بنا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ بعض وقائع نگار محض ذاتی وجوہ کی بنا پر تاریخ (تحریک خلافت و ترک موالات کے اس پُر آشوب دور) کو صحیح رنگ میں پیش نہیں کرتے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۳ء-۱۹۵۳ء) نے ”یاورفنگان“ میں مولانا سید سلیمان اشرف کی تصانیف شائع کراتے وقت ممد ”انٹرو“ اور ”الٹرشاڈ“ کا ذکر تک نہیں کیا ہے کیونکہ مولانا ندوی مرحوم کا تب اپنا رجحان اظہار ان تحریکوں کی جانب تھا۔ ندوہ کے فاضل بزرگ محمد فضل قدیر ظفر ندوی (۱۸۹۸ء-۱۹۸۱ء) جو خود بھی مذکورہ تحریکوں میں شامل رہے ہیں، نے اپنے ایک انٹرویو میں جہاں مسلمانوں کی جانب سے ترک موالات کے دوران گاندھی جی کو دیے جانے والے متعدد خطاب واللقاب کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی طرح ندوہ (اس وقت اگرچہ سید سلیمان ندوی ندوۃ العلماء کے ناظم تھے) نے بھی گاندھی گردی روکنے اور اس پُر آشوب دور میں ملکی تشخص اجاگر کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ ظفر ندوی مرحوم نے مذکورہ انٹرویو میں تحریک کے دنوں میں دورِ معلوم (ندوۃ العلماء لکھنؤ) میں مسٹر گاندھی کی آمد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ترک موالات کے زمانہ میں ”عوام کا جھولا پن تو تھا ہی، لیکن تعجب ہے کہ خواص، جو اندر سے باہر سے قطعی مجسم کھد رہے

۱۔ دیکھئے: سلیمان ندوی، ”یاورفنگان“ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۹۱



گئے، وہ بھی قومی شخص سے تہی دامن ہو گئے۔“ (۱۹۸۰ء)

بہر کیف مسئلہ ترک موالات کی ماہیت سمجھنے اور تحریک کے اس باب پر کام کرنے والوں کے لئے پیش نظر کتاب کے علاوہ تاریخی رسالہ ”المنجد المؤمنہ فی ایہ الامت“ (۱۳۳۹ھ) کا مطالعہ لازمی ہے۔ یہ پورا رسالہ محقق سید رئیس احمد جعفری ندوی نے اپنی کتاب ”اوراق گم گشت“ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء میں شامل کر دیا ہے۔

### مسئلہ ہجرت

سنہ ۱۹۲۰ء میں ہندوستانی مسلمانوں کی ہجرت افغانستان کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اپنے مضمون (تحریک ہجرت) میں لکھا ہے کہ

”ہندوستان میں اسلام کے محفوظ رہنے یا نہ رہنے کا مسئلہ ہمیشہ علماء کے پیش نظر اس وقت سے اہمیت کا حامل رہا ہے جب سے کہ شاہ عبدالعزیز (۱۷۰۲-۱۸۲۳ء) نے انگریزوں کے ماتحت ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے بارے میں اپنا مشہور فتویٰ جاری کیا تھا۔ ان کے خیال میں جب کافر کسی اسلامی ملک پر قابض ہو جائیں اور اس ملک کے مسلمانوں کے لئے یہ ممکن نہ رہے کہ وہ ان کو اس سے باہر نکال سکیں یا ان کو باہر نکالنے کی کوئی امید نہ رہے اور کافروں کی طاقت میں یہاں تک اضافہ ہو جائے کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی قوانین کو جائز یا ناجائز قرار دیں اور کوئی انسان اتنا طاقتور نہ ہو جو کافروں کی مرضی کے بغیر ملک کی مال گزاری پر قبضہ کر سکے اور مسلمان باشندے اس امن و امان سے زندگی بسر نہ کر سکیں جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے تو یہ ملک سیاسی اعتبار سے دارالحرب ہو جائے گا۔ یہ اس دور کے حالات میں ایک عالمانہ نقطہ نظر تھا جس نے ان لوگوں کے شعور کو بیدار کیا تھا جو غیر اسلامی قوانین کو رائج کرنے والے غیر

۱۔ انٹرویو، فضل قدیر ظفر ندوی، جامعہ از حقول جہانگیر، مشمول ماہنامہ ”سیارہ ذوالحجۃ“ لاہور نومبر ۱۹۷۷ء  
نوٹ: انٹرویو میں فضل قدیر ندوی نے جمعیۃ العلماء ہند کے جلسہ عام بتاریخ ۱۳۳۹ھ اور جب ۱۳۳۹ھ ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء منعقدہ بریلی کا ذکر کیا ہے جو ابوالکلام آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں پروفیسر سید سلیمان اشرف نے ابوالکلام آزاد سے مسئلہ ترک موالات و ذبیحہ گاؤں پر پابندی اور کانگریس سے الحاق و اتحاد کے موضوع پر بحث کر اپنے موقف کا اظہار فرمایا۔ اجلاس کی کارروائی اور سید صاحب کی جلسہ عام میں کی جانے والی تقریر کا متن اسی دور میں ”روزنامہ ناظرہ“ کے نام سے قادیان پریس بریلی میں چھپ کر جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے شائع ہو گیا تھا، یہ اہم دستاویز ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۶ء میں شکستہ نسخہ یہ لاہور نے ”ابوالکلام آزاد کی تاریخی نشست“ کے عنوان سے شائع کر دی۔ (تخلیو)

مسلموں کے ماتحت رہنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔“ ۱۔  
 یہاں اس بات کا بھی دھیان رہے کہ جس کی جانب ڈاکٹر عقیل صاحب نے (محولہ مضمون  
 میں) آگے چل کر قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ جیسا کہ موصوف لکھتے ہیں:  
 ”انگریزی عہد میں ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ علماء  
 میں اختلاف رائے کا مظہر رہا ہے۔ دارالحرب کے مسئلہ کا حل زیادہ تر جہاد یا ہجرت  
 میں تلاش کیا گیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے اگر انگریزوں کے ماتحت ہندوستان  
 کے دارالحرب ہونے کے بارے میں اپنا فیصلہ دیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندو  
 مرہٹوں کے ماتحت ہندوستان کو دارالاسلام ہی کی حیثیت حاصل تھی۔“ ۲۔

ہندوستانی مسلمانوں نے ۱۹۲۰ء میں ہجرت کی تحریک عین اس وقت شروع کی جب تحریک  
 خلافت اپنے عروج پر تھی۔ یہ تحریک ان کے شدید جذباتی بیجان کا نتیجہ تھی اور اس کے پس پشت یہ  
 احساس موجزن تھا کہ برطانیہ کے ماتحت ہندوستان میں اسلام محفوظ نہیں ہے۔ چنانچہ اس جذباتی  
 کیفیت کے پیش نظر بعض مسلمان علماء کے ساتھ ہندوؤں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہندوستان  
 چونکہ ایک طرح کے دارالحرب کا درجہ اختیار کر چکا (حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا) ہے، اس لئے  
 موجودہ حالات میں مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ انہیں اب ہندوستان چھوڑ کر اسلامی ملک  
 افغانستان چلے جانا چاہئے۔ اس ضمن میں علما نے فتوے جاری کئے۔ تحریک ترک موالات کے

۱۔ تحریکات ملی، مذہب و آگہی، کراچی (۸۳-۱۹۸۲ء)، مرتبین ابوسلمان شاہجہانپوری، ڈاکٹر۔ انصار زاہد،  
 پروفیسر ڈاکٹر۔ اصبح الدین، ڈاکٹر مشمولہ مضمون بعنوان ”تحریک ہجرت“ از معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ ۱۹۸۱ء و ۱۹۹۰ء  
 ج۔ بعض علماء محققین کی اس میں یہ تحقیق ہے کہ ہندوستان میں کل الوجود دارالحرب ہے نہ دارالاسلام بلکہ بین  
 بین ہے۔ ”(اشرف علی تھانوی، مولانا۔ ”تتمیم الاخوان من الربوانی الہندوستان“۔ اشرف المطابع تھانوی،  
 سندھ، حاشیہ ص ۹) و نیز شیخ الہند محمود حسن صاحب سے مسٹر برن نامی ایک انگریز نے ہندوستان کی نسبت  
 دریافت کیا کہ ”ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟“ مولانا نے فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف  
 کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا: میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں، اس نے تعجب  
 سے کہا: یہ کیوں کہ ہو سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ دارالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، اور حقیقت میں یہ  
 دونوں اس کے درجہ میں ہیں جن کے احکام جہاد ہیں۔ ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالحرب کہہ سکتے ہیں اور  
 دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔ ”(مدنی، مولوی حسین احمد۔ ”سفر نامہ شیخ الہند“، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، لاہور  
 ۱۹۷۳ء، ص ۱۲۶)

۲۔ تحریکات ملی، تحریکات کے آئینے میں مسلمانان پاک و ہند کی سیاسی جدوجہد کی سرگزشت۔ ”مذہب و آگہی  
 کراچی (۸۳-۱۹۸۲ء)، ص ۱۵۹-۲۰۰، مشمولہ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ مضمون ”تحریک ہجرت“

کارکن جناب ظہیر الاسلام فاروقی اپنی تصنیف ”مقصد پاکستان“ میں تحریک ہجرت کے باب میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک دینی، سیاسی تحریک تھی جو تحریک عدم تعاون یا تحریک ترک موالات ہی کی ایک شاخ تھی، فاروقی صاحب نے مسئلہ ہجرت کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ”مشہور و معروف فتویٰ“ کا متن بھی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

”تمام دلائل شرعیہ، حالات حاضرہ، مصالح اُمت اور مقتضیات پر نظر ڈالنے کے بعد میں پوری بصیرت کے ساتھ اس اعتقاد پر مطمئن ہو گیا ہوں کہ مسلمانان ہند کے لئے ہجر ہجرت اور کوئی چارہ شرعی نہیں۔ اُن تمام مسلمانوں کے لئے جو (اس وقت) ہندوستان میں سب سے زیادہ (بڑا) اسلامی عمل انجام دینا چاہیں ضروری ہے کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر جائیں۔ اور جو لوگ یکا یک ہجرت نہیں کر سکتے وہ مستعد مہاجرین کی خدمت و اعانت اس طرح انجام دیں گویا وہ خود ہجرت کر رہے ہیں۔ یعنی اصل عمل جواب (شرعاً) درپیش ہے، ہجرت ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔“

مزید لکھتے ہیں:

”اس قسم کا فتویٰ مولانا عبدالبہاری فرنگی محل کی طرف سے بھی شائع ہوا اور علی

برادران نے پورے جوش و خروش سے اس کی تائید کی۔“

مسٹر ایم۔ کے گاندھی، جو تحریک خلافت کے آغاز ہی میں اس میں شامل ہو گئے تھے، تحریک ہجرت کے حامی تھے اور انہوں نے کبھی منظر عام پر اس کی مخالفت نہیں کی۔ ہندوؤں کے لئے ترک موالات کی طرح تحریک ہجرت مفید اور سیاسی طور پر اہم تھی، لیکن مسلمانوں کے لئے نہایت

۱۔ ظہیر الاسلام فاروقی۔ ”مقصد پاکستان“، مجلس انوار اسلام، پاکستان، لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۹ بحوالہ ممبر، غلام رسول۔ ”تحرکات آزاد“ ص ۲۰۳-۲۰۴

۲۔ ظہیر الاسلام فاروقی۔ ”مقصد پاکستان“، لاہور، طبع اول ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۹ بحوالہ غلطی الزماں، چودھری۔ ”نیشنل جمہوری“ ص ۵۶۸

۳۔ ”بعض مصنفین، جیسے راجپوت، اے بی۔ ”Muslim League, Yesterday and to day“ (لاہور، ۱۹۳۸ء) ص ۳۲ اور برکس، ایف ایس۔ ”The Indian hijrat of 1920“ (Briggs, F.S.) مشمولہ ”The muslim world“ اپریل ۱۹۳۰ء، ص ۱۶۳، یہ سمجھتے تھے کہ تحریک ہجرت کے محرک دراصل مسز گاندھی تھے۔ ”اس تحریک میں گاندھی صاحب نے مسلمانوں کی پیچھونگی تھی۔ اگر مسلمان جا کر وہاں نہ آتے تو کم از کم اتنا فائدہ تو ہوتا کہ ان کی آبادی کم ہو جاتی۔“ مولوی فیروز الدین ”دولستان پاکستان“ (لاہور، ۱۹۳۵ء) ص ۳۰۰ بحوالہ تحریکات ملکی۔ مجلہ علم و آگہی، کراچی (۸۳-۱۹۸۲ء) مشمولہ ذاکر عین الدین عقیل بعنوان ”تحریک ہجرت“ حاشیہ ص ۲۱۸

مستحق، کیونکہ اس تحریک کی اسلامی جذباتی تادیل کے باعث سادہ لوگ مسلمان ہجرت کر کے افغانستان جانے لگے۔ ایسے مسلمان مہاجرین نے اونے پونے اپنی املاک ہندوچوں کے ہاتھ فروخت کیں اور وہ دشوار گزار راہوں سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچنے لگے۔ کئی مسلمان اپنی نوکریاں، ملازمتیں اور کاروبار بھی چھوڑ گئے، جن پر بالآخر ہندو قوم قابض ہو گئی۔ تحریک ہجرت، جسے اپنے حالات کے تقاضوں میں بہر حال ناکام ہونا تھا، صرف چند ماہ کے عرصہ میں اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ چنانچہ روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور، ستمبر ۸، اپریل ۱۹۲۱ء) نے ”معاملہ ہجرت میں صریح ناکامی“ کے عنوان سے ادارہ میں لکھا، جس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

”خلافت کمیٹی کے علم برداروں نے سب سے پہلے ہجرت کا ڈنکہ بجایا۔ ہزاروں سادہ لوح لیکن ایمان کے پکے مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں (جائدادیں) فروخت کیں، عورتوں کو طلاق دیئے (دیں)، چھوٹے چھوٹے بال بچوں کو بلکتا چھوڑا، بہتوں کی جانیں پشاور اور کابل کے (کی) سڑک پر تلف ہو گئیں۔ بعض منزل مقصود پر پہنچ کر جاں بحق ہوئے۔ بعض واپسی پر راہ میں تباہ ہوئے۔ اکثر کا روپیہ چھ لٹا گیا، جو بچ کر واپس آئے ان میں سے اکثر گداگری کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح خلافت کمیٹی نے ہزاروں کلمہ گو مسلمانوں کی شہادت اور بربادی کا ثواب وصول کیا۔

لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انہوں نے

کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے“

پروفیسر سید سلیمان اشرف نے بھی پیش نظر کتاب میں ”علمائے سیاسی کا ہجرت کے متعلق جاہ کن فتویٰ“ کے زیر عنوان انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقم کیا:

”ایک نفیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اس بانگ بے ہنگام نے سرحدی علاقے

اور خطہ سندھ میں بہت زیادہ اثر کیا، ہزاروں گھر تباہ ہو گئے، ہزاروں عورتیں بے

لے ”ان میں سے ایک نامی تعداد راستہ میں مختلف امراض اور دیگر وجوہات کے نتیجہ میں جاں بحق بھی ہوئی۔ صوبہ سرحد سے کابل تک جانے والے راستہ کے اطراف مہاجرین کی قبریں بن گئی تھیں۔“ The Times ”۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء، کوالہ ایٹا۔ ایک مضمون شام کے مطابق درہ خیبر قبروں سے لٹا ہوا تھا۔“ رابرٹ وک ولیم، تصنیف مذکورہ ص ۱۹ (محمد احمد سلیمان شاہ جہانپوری، ڈاکٹر ونگر (مترجم) تحریکات ملٹی۔ گورنمنٹ پبلیش کالج کراچی کے مجلہ ”علم و آگہی“ کی ۱۹۸۳-۸۴ء کی خصوصی شائع (مقالہ ”تحریک ہجرت“ از ڈاکٹر عین الدین عقیل) ص ۲۲۶ حاشیہ میں ایٹا



سر پرست رہ گئیں، ہزاروں بچے سایہ پدری سے محروم کر دیئے گئے، گاؤں کے  
 گاؤں مسلمانوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دیئے لاکھوں کی جائیدادیں کوڑیوں کے  
 مول ہندوؤں کے ہاتھوں بچ دی گئیں۔ تقریباً ایک لاکھ مسلمان اپنے دیار و وطن  
 الماک و جائداد سے دست بردار ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔“ ۲۰

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے سید صاحب فرماتے ہیں:

”جہاد اور ہجرت ان دونوں اہم و اعظم سکون کو جس طرح اس دور کے علماء  
 سیاسی نے تباہ کیا ہے، تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، مسلمانان  
 ہند کا جو نقصان اس مفسد و کاذب فتوے نویسی سے ہوا دیکھئے اس کی اصلاح کیوں  
 کر ہوتی ہے اور کتنا زمانہ چاہتی ہے۔“ ۲۱

مندرجہ بالا اقتباس میں پروفیسر سید سلیمان اشرف مرحوم نے جہاں مذکورہ ہولناک صورت  
 حال کی جانب توجہ مبذول کروائی تھی وہاں ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب نے تحریک ہجرت میں  
 مسلمانوں کی ہجرت افغانستان کے اثرات کے بارے میں لکھا کہ ”اس تحریک کے داعیوں نے  
 غیر شعوری طور پر ہندوستانی مسلمانوں کو مزید ابتلا میں ڈال دیا۔ اس تحریک سے مسلمانوں کی ایک  
 بہت بڑی تعداد متاثر ہوئی۔“ ۲۲

مذکورہ بالا خطرات کے پیش نظر اور بر عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچانے  
 کے لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اسلامیان ہند کو بروقت آگاہ کیا۔ جناب محمد علی چراغ لکھتے  
 ہیں۔ ”اس نازک صورت حال میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مسلمانوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ  
 کیا اور انہیں صحیح اسلامی نقطہ نظر سے کسی ملک کے دارالحرب ہونے کے بارے میں قیہ اور اہم  
 معلومات فراہم کیں۔“ ان کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا۔ انہوں

۱۔ تاریخ کی بعض کتب میں افغانستان ہجرت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) رقم ہے جو درست  
 نہیں۔ ضیاء الدین احمد برنی ”حیات مولانا محمد علی جوہر“ مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی (صفحہ ۱۸۸) میں لکھتے  
 ہیں۔ ”صحیح تعداد ہجرت کرنے والوں کی معلوم نہیں ہو سکی لیکن ۵۰ ہزار اور ۱۲ لاکھ کے درمیان ضرور تھی۔ اس پر غلط  
 باب میں بحث کی گئی ہے“

۲۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر۔ ”انٹور“ مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ تا ۱۹۲۱ء، ص ۳۳

۳۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر۔ ”انٹور“ علی گڑھ۔ اشاعت اول ۱۹۲۱ء، ص ۴۵

۴۔ ابوسلمان شاہجہانپوری، ڈاکٹر... (مترجمین) تحریکات علی۔ گورنمنٹ پبلیشنگ کراچی کے مجلہ ”علم و آگہی“ کا

۱۹۸۲-۸۳ء کا خصوصی شمارہ (مقالہ ”تحریک ہجرت“ از ڈاکٹر معین الدین عقیل) ص ۲۳۵

نے ایک ہزار سال سے زیادہ کامیاب حکومت کی تھی۔ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مسلمانوں کے اس حق سے دستبردار ہونے کے حق میں نہیں تھے۔ اپنے اس موقف کی تائید کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ایک رسالہ "اعلام الاعلام" (اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام: ۱۳۰۶ھ) بھی لکھا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ ہندوستان "دارالحرب" نہیں ہے بلکہ "دارالسلام" (دارالاسلام) کا درجہ رکھتا ہے۔ اس رسالہ کی جو روح ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کو غاصبانہ سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ بقدر استطاعت ملک کی آزادی کے لئے کوشش کریں۔ ملک کو دراصل دارالحرب قرار دے کر ترک موالات (ترک وطن) کر جانا ایک طرح کا کمزور احتجاجی عمل تھا اور اس طرح ترک موالات کر جانے سے مسلمان عملاً اپنے حق سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت احوال ہندو لیڈروں اور کانگریس کے لئے زیادہ سودمند تھی۔ وہ اس طرح حکمران انگریزوں سے کسی طرح کی سودے بازی کر سکتے تھے۔" ۱

پیش نظر کتاب "اثور" کے مطالعہ سے یقیناً اس دور کی تمام تحریکوں..... خلافت و ترک موالات اور ہجرت کا خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔ ان تحریک پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ خصوصاً ہجرت افغانستان کے حوالہ سے تاریخ کی عام کتب میں چند طور ہی ملتی ہیں۔ تاہم ۱۹۸۶ء میں "تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) ایک تاریخ۔ ایک تجزیہ" شرح وسط کے ساتھ اغلباً پہلی کتاب شائع ہوئی جو جناب راجا رشید محمود کی تالیف ہے، جس کے مطالعہ سے جہاں ہجرت کے مقدس نام پر ترک وطن کی ترغیب دینے والے سارے کردار سامنے آ جاتے ہیں وہاں ان تحریکوں پر جذبات کی شدت اور مذہبی غلو نے جو پردے اب تک ڈال رکھے تھے، بھی سرکتے دکھائی دیتے ہیں۔ آج کا بیدار موزخ تو یقیناً جادۂ مستقیم پر گامزن رہنے والی بلند پایہ ہستیوں کو خراج عقیدت پیش کرے گا اور ان کوششوں کی تحسین کرے گا، جن کی بدولت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہند بدر کرنے کی سازشیں ناکام ہوئیں۔ پروفیسر محمد اسلم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، لاہور لکھتے ہیں:

"تحریک ہجرت کے دوران میں ہجرت کا فتویٰ بڑا نامعقول تھا۔ ہندو تو یہی چاہتے تھے کہ مسلمان اس ملک کو ہندوؤں کے حوالے کر کے عرب چلے جائیں۔ میں سچا پکا دیوبندی ہونے کے باوجود کھلے دل کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس موقع پر مولانا احمد رضا خاں نے بڑی سمجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو ہجرت اور عدم تعاون سے باز رکھا۔ انہوں نے حاکم علی پریسل اسلامپہ کالج لاہور

۱۔ مدنی ج ۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴

کے استفسار پر بڑے واضح کاف الفاظ میں ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ ترک موالات اور عدم تعاون کے باوجود انگریزوں سے مدارس کے لئے سرکاری گرانٹ لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ انگریز یہ رقم انگلستان سے لا کر ہمارے سکولوں اور کالجوں کو نہیں دیتے۔ بلکہ ہم سے ہی وصول کردہ ٹیکسوں میں سے گرانٹ دیتے ہیں لہذا یہ ہماری ہی رقم ہے، جو ہمیں دی جا رہی ہے۔ یہ ان کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ ہمارا حق ہے جو ہمیں مل رہا ہے۔“

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرح قائد اعظم نے بھی مذکورہ تحریکوں کی مخالفت کی تھی۔ چنانچہ میاں عبدالرشید نے جو غیر جانبدار موزن ہیں (روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۸ مئی ۱۹۷۵ء میں) ”برطانوی دور میں بر عظیم پاک و بھارت کی مسلم سیاست“ کے زیر عنوان تبصرہ کرتے ہوئے علمائے اہلسنت کی دوراندیشی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”..... قائد اعظم کی طرح انہوں نے بھی ترک موالات اور تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔ یہ ملک ہمارے بزرگوں نے اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا۔ ہم کیوں یہاں سے ہجرت کریں؟“۔ ان میں سے ایک نے کہا اور بعد میں حالات نے ثابت کیا کہ ان کا موقف درست تھا۔ تحریک ترک موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو

۱۔ محمد اسلم، پروفیسر۔ ”تحریک پاکستان“۔ ریاض برادرز، لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۵ء، ص ۳۰۵-۳۰۶  
 ۲۔ اس سلسلہ میں عصر حاضر سے مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ دارالحرب کا تصور کس قدر غیر اسلامی اور سیاسی بصیرت سے ماری تھا۔ فلسطینی پریسبونیوں کے قبضہ کے بعد فلسطینیوں سے ان کے گھر بار بھی چھینے گئے اور فلسطینیوں سے انہیں دھکیلا گیا، لیکن انہوں نے ہجرت کا سہارا لینے کی بجائے بددوق بدست ہو کر فلسطین کی مقدس زمین کو آزاد کرانے کے لئے جدوجہد جاری کر رکھی ہے۔

افغانستان پر جس طرح امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جارحیت کر کے افغانیوں کو مقہور و مجبور کر کے غلام بنانے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے ہجرت کرنے کی بجائے جہاد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اب ہمارے سامنے مقدس عراق کی مثال ہے کہ جس بے حییت اور جارحیت سے سرزمین عراق پر قبضہ کیا گیا اور جس قدر ان کی تدبیریں ہو سکتی تھیں وہ بھی کی جا رہی ہے، لیکن انہوں نے ہجرت کر کے ترک موالات کرنے کی بجائے جہاد اور فدائیں کا راستہ اختیار کیا ہے اور نتیجہ ظاہر ہے کہ بیت نام سے امریکہ کو غرور اختیار کرنے کے لئے راستہ مل گیا تھا، مگر عراق کی سرزمین سے شریعت کے ساتھ بھگتے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور فلسطین پر قابض یہودیوں اور امریکیوں کا مقصد اہل عراق نے فحش کر کے رکھ دیا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں ترک موالات کے پیچھے علماء اور عراقی فدائین کے قتل سے علامہ اقبال کے اس شعر سے بخوبی پتہ چلے گا کہ وہ (موالاتی علماء) مسلمان کی موت سے کس قدر رونا کھٹے۔

کافر کی موت سے بھی گریز کرتا ہو جس کا دل کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مرا

سراسر نقصان پہنچا اور ملکی سیاست پر ہندوؤں کی گرفت مضبوط ہوئی۔“

الغرض یہ تحریک ہجرت ہماری ملی تاریخ کے ایک ہنگامی اور جذباتی دور کا ایک سبق آموز واقعہ ہے جس کی تک پہنچے بغیر ہم اس دور کی صحیح صورت حال سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب کا خیال ہے کہ تحریک ہجرت کے بارے میں اکثر مصنفین کے ہاں ابھی تک کچھ کنفیوژن پایا جاتا ہے اس لئے موصوف فرماتے ہیں۔ ”اس ہجرت کے آغاز و انجام پر روشنی ڈالنا اور اس کی حقیقت تک پہنچنا از بس ضروری ہے۔“ ۱

## اسلامی احکام اور اصولوں کی خلاف ورزی

مولانا سید سلیمان اشرف نے اپنی تصانیف خصوصاً زیر نظر کتاب میں خلافت کی اہمیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مسئلہ خلافت کے ساتھ تمام مسلمانوں کو ہمدردی تھی۔ مولانا موصوف اسی موقف پر گامزن تھے، انہوں نے خلافت کی تائید و حمایت صراحت کے ساتھ کی تھی، لیکن ان کو تشویش اس بات پر تھی کہ تحریک خلافت کے دوران کانگریس، ہندو مسلم اتحاد کی قسم ریزی نہایت خطرناک طریقے سے کر رہی تھی۔ تحریک خلافت میں شامل کانگریسی عناصر یہ منصوبے رکھتے تھے کہ خلافت کے ادارہ کو قائم رکھنے کے جوش میں پھرے ہوئے مسلمانوں کو ہلاکت کی ایسی وادیوں میں پھینک دیا جائے کہ ان کی قوت اور سنگت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ترک موالات کی اگلی صفوں میں بھی مسلمانوں کو لانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ بقول ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری، ترک موالات ۱۹۳۰ء کا سب سے اہم ملتی مسئلہ تھا۔ نان کوآپریشن کے عنوان سے مولانا سید سلیمان اشرف نے ترک موالات پر پیش نظر کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جس سے مسئلہ ترک موالات کی ماہیت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ بقول سید محمد فاروق القادری:

”برصغیر کی تاریخ میں تحریک خلافت اور ترک موالات کو اچھی طرح جاننا اور سمجھنا اس

دور میں اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ بعد میں قیام پاکستان اس کے اسباب اور عوامل

کی ساری عمارت انہی تحریکوں کے فہم و ادراک پر استوار ہوئی ہے۔“ ۲

تحریک خلافت مسلمانوں کے لئے خالصتاً مذہبی تحریک تھی، کیونکہ وہ ترکی ”خلافت عثمانیہ“

۱۔ دیکھئے۔ ”تحریک ہجرت ۱۹۳۰ء، ایس۔ مظہر و پیش مظہر المدظلہ، پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ بزم اقبال، لاہور، طبع اول ۱۹۹۷ء، ص ۶۰۔

۲۔ ماہنامہ کھڑا ایمان لاہور، نومبر ۱۹۹۳ء، تحریک خلافت و ترک موالات نمبر ۱۶



کو قائم و دائم دیکھنا چاہتے تھے۔ تحریک خلافت بڑے نیک اور پاکیزہ مقاصد لے کر آئی، ان مقاصد میں سلطنت ترکی کی بحالی کے علاوہ مقامات مقدسہ و مآثر شریفہ کی حفاظت بھی شامل تھے۔ ان مقاصد کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے تھا۔ برعظیم کی دوسری اقوام کو مذکورہ مقاصد سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس طرح مسٹر گاندھی کو ترکی خلافت اور ترکی سلطنت سے کیا جھڑپی ہو سکتی تھی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کی اساس تھی، تحریک ترک موالات کے دوران میں گاندھی جی کی جانب سے تحریک خلافت کی جس انداز میں حمایت کی گئی، مسلمانوں نے سمجھا کہ گاندھی جی اسلام کے اس ستون کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا، جو شخص اسلام ہی کا مخالف ہو وہ خلافت تحریک کی حمایت کیسے کرے گا؟ خلافت کے تحفظ اور عدم تحفظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم یہاں ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی صاحب کی کتاب ”مولانا محمد علی اور جنگ آزادی“ سے ایک اقتباس نقل کرتے چلیں تو یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ تحریک ترک موالات کو ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت شروع کیا تھا۔ چنانچہ جناب صدیقی رقم طراز ہیں:

”۱۹۲۰ء میں ناگپور میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اس کے لئے مولانا شوکت علی کے کہنے پر مسودہ گاندھی جی نے ریل میں مرتب کیا تھا۔ لیکن خلافت کانفرنس میں ترک موالات کی تجویز منظور ہو چکی تھی۔ جو ابرہہ لال نہرو نے لکھا ہے:

”۱۹۲۰ء میں سیاسی تحریک اور خلافت کی تحریک نے ساتھ ساتھ قوت پکڑی۔ دونوں ایک ہی راستے پر چلنے لگیں۔ آخر جب کانگریس نے گاندھی جی کا ترک موالات کا ہد امن اصول تسلیم کر لیا، تو دونوں بالکل مل گئیں۔ خلافت کمیٹی پہلے ہی یہ اصول تسلیم کر چکی تھی۔“

آگے جانے سے پہلے میاں عبدالرشید کی رائے ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

”پاک و ہند کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے مسٹر گاندھی کو سمجھنا ضروری ہے۔ شروع میں مسٹر گاندھی، کانگریس میں صوبہ دوم کے لیڈر شمار ہوتے تھے، مگر انہوں نے مسلمانوں کی خالص اسلامی تحریک خلافت میں شامل ہو کر اسے اس طرح استعمال کیا کہ یہاں کے صوبہ اول کے لیڈر بن گئے

۱۔ عبدالحق صدیقی، ڈاکٹر۔ مولانا محمد علی اور جنگ آزادی، سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۹۸-۹۹

اور جب تک زندہ رہے یہاں کی سیاست پر چھائے رہے۔ تحریک خلافت  
 بنیادی لحاظ سے پان اسلام کے حق میں تھی اس لئے اصولاً نیشنلزم کے خلاف تھی،  
 مگر گاندھی جی نے بڑی چابکدستی سے اسے یہاں کے مسلمانوں میں نیشنلزم  
 پھیلانے کے لئے استعمال کیا۔ دوسرے انہوں نے اس تحریک کے ذریعہ اگرچہ  
 بظاہر ہندو مسلم اتحاد کا نعروں لگایا، لیکن باطن اس اتحاد کو پارہ پارہ کیا کیونکہ اس تحریک  
 سے پہلے اگرچہ کانگریس میں مسلمان بھی شامل تھے مگر وہ اپنے آپ کو ہندوؤں ہی  
 کی نمائندہ جماعت کہتی تھی۔ ۱

ہندوستان کی تاریخ میں ہندو ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کا دشمن رہا ہے اور اس نے مسلمانوں  
 کو مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ بھی فرو گزاشت نہیں کیا۔ "بالخصوص غیر ملکی غلامی کے تاریک دور میں  
 جب مسلمانوں کی تمام تر سرگرمیاں تقریباً مسجدوں کی چار دیواریوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں اور  
 مسلمان تو حید و رسالت کی اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے حکمران قوم کے لرزہ خیز مظالم  
 برداشت کر رہے تھے، ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی ہو چکا تھا۔ وہ اجتماعی سطح پر  
 مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہندو بد کرنے کے لئے صحیح و شام طرح طرح کی سازشوں  
 اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے، سیاسی سطح پر انہوں نے متحدہ قومیت کا ڈھونگ، کانگریس کی  
 مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت  
 مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جسے ہندوستانی کہتے  
 ہیں۔ یہ ہندو سامراجیت کی نہایت گہری سازش تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو  
 جائیں اور ہندو اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں۔" مولانا سید سلیمان اشرف نے انور  
 کے ابتدائی صفحات میں جہاں ۱۸۵۷ء سے اپنے دور تک کی، ہندو لیڈروں کی شاطرانہ سیاست کا  
 سرسری جائزہ لیا ہے وہیں اہل ہندو کی بعض اسلام دشمن کارروائیوں اور مسلمانوں پر ان کے مظالم  
 اور جفا کاریوں کی جانب بھی اشارہ کیا ہے، لیکن اہل ہندو کی ان ناپاک کوششوں کا کس حد تک  
 اسلامیان ہند پر اثر مرتب ہوا مولانا موصوف نے لکھا:

"اشارات صدر سے صرف اس قدر ثابت کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے شعار دین

جی روزناموں کے وقت، کالم نور بصیرت

جی ماہنامہ "منسلک" (پبلشر: انجمن اعلیٰ اہل ہند) نظریہ پاکستان نمبر (خصوصی شمارہ جون تا اگست ۱۹۵۰ء) ص ۶  
 مشمولہ مشہور از مکتبہ دار الف بعوان "نظریہ پاکستان کے تاریخی پس منظر پر ایک نظر"

کی توہین اور ارکان مذہبی کے نیست و نابود کرنے میں اپنی پوری جسمانی، مالی اور  
رومانی قوت گونا گوں طور پر صرف کرنے میں پچاس برس سے مسلسل ساقی و کوشاں  
ہیں، لیکن علمائے کرام اور عام مسلمان آج تک ان کے دامنوں میں پناہ لینے سے  
اظہار بیزارگی کرتے رہے۔“

نیز بقول عنایت عارف..... ”مسلمان سواد اعظم نے اسلام کا پرہیز ہمیشہ بلند رکھا کیونکہ یہ  
حقیقت کسی تشریح کی محتاج نہیں تھی کہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں اسلامی مسلمانوں کی  
بقا و سلامتی کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام کی عظمت عظمیٰ سے محروم ہو کر ان کے لئے پورے  
ہندوستان میں کہیں کوئی جائے پناہ باقی نہ رہتی۔“ لیکن تاریخ آزادی ہند کا یہ دردناک پہلو ہے کہ  
۱۹۱۹ء میں متذکرہ صورت حال یکسر بدل چکی تھی جب تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتفاق  
کے جوش میں اسلامی خصائص کو مٹایا جانے لگا، اسلامی بنیادی تعلیمات سے انحراف شروع ہو گیا  
اور کفری بیباکی سے حمایت کی جانے لگی، اس دور میں مسلمانوں کی عصیبت اس طرح خنجر زد ہو گئی  
کہ معاشرتی و تمدنی امور کا کیا ذکر دینی امور میں کفار کی تقلید کمال ارادت و عقیدت سے ہونے لگی  
یہاں تک کہ ہندوؤں کے متعلق احادیث و آیات قرآنیہ پیش کی جانے لگیں جن سے مسلمانوں  
کے کان کبھی آشنا نہ ہوئے تھے۔ اسلامی اصولوں اور احکام کی خلاف ورزی کی تفصیل ذیل میں  
ملاحظہ فرمائیں آپ دیکھیں گے کہ ایسی ہندو پرستی کا سراغ تو اکبری دور میں بھی نہیں ملتا۔

۱۔ کفار ہند کو اہل کتاب قرار دیا گیا۔

۲۔ اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت لکھوایا، مجموعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا اور یہ دعا  
کی گئی کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں۔

۳۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی ٹکلیاں کاندھوں پر اٹھائیں، ارجیوں کو کندھا دیا اور ان کے ساتھ  
”رام رام ست“ کہتے ہوئے مرگھٹ تک گئے۔

۴۔ ہندو سے یک رنگی کے لئے پیشانیوں پر قشتے لگائے۔

۵۔ قشتہ بھی کیا ترک مسلمان کی

۶۔ سیوا سستی کے پر تے گلوں میں ڈالے۔

۷۔ دھرمے میں شریک ہوئے، ٹکھ (نا قوس) بھائے۔

۸۔ محمد علیمان اشرف، سید۔ انوار، اشاعت اول علی گڑھ ۱۹۲۱ء، ص ۳

۷۔ ہندوؤں کی جانب سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ مسلمان، رام چندر جی کی لیلہ رچائیں اور ہندو عہرم منائیں۔ مسلمان رضا کاروں نے رام لیلہ کا ہندوہست کیا۔

۸۔ گنگا وینا (عبادت گاہ مشرکین) کی زمین کو مقدس زمین کہا گیا اور

۹۔ اس سرزمین پر ترک چڑھ آئیں تو ہم ان پر بھی تلوار اٹھالیں۔

۱۰۔ "گر شک آبدفع گیریم بدست"۔

۱۱۔ دہن الہی کی طرح ایسا نیا دین نکالنے کی فکر کی گئی جو مسلم اور ہندو کا امتیاز اٹھا دے اور جس میں شکم و پریاک (معاہد مشرکین) ایک مقدس علامت قرار پائے۔

۱۲۔ مشرکین کی موت پر سوگ منایا گیا۔

۱۳۔ شرک میت کے لئے مسجدوں میں دعائے مغفرت کی گئی۔

۱۴۔ مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے لئے جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔

۱۵۔ مسلمان مقرر ویدوں کے متزوں سے تقریر کا آغاز کرتے اور ہندو بزرگوں کی تعریف کرتے۔

۱۶۔ تین نعرے بیک زبان پکارے جاتے، نعرہ تکبیر ہندوؤں کی زبان پر جاری ہوتا، بندے ماترم مسلمان پکارتے، سنت سری اکال کی طویل اور گمبیر گونج میں تینوں قوموں (ہندو، مسلمان اور سکھ) کی آوازیں شامل ہوتیں۔

۱۷۔ نیز مسلمان اور ہندو یہ نعرہ بلند کرتے

مندرمیں ازاں دلوادیں گے مسجد میں ناقوس بجادیں گے

۱۸۔ مسلمانوں نے مندروں میں دعائیں مانگیں۔ مسلمان خود مندروں میں گئے، مساجد چھوڑ کر وہاں نمازیں پڑھیں۔

۱۹۔ آباد کے نزدیک وہ مقام جہاں دریائے گنگا جمن ملتے ہیں، تیسرے دریائے سرسوتی کا شکم زمین کے نیچے چلی طور پر ہے اور ہندو اس جگہ کو شکر مقدس سمجھتے ہیں۔ ہر بارہ سال کے بعد وہاں زبردست میلہ لگتا ہے جس کو لکھ کا میلہ کہا جاتا ہے (حاشیہ "تقدیسات و اتفاقات" ص ۱۱۰، "ہندی اردو لغت" ص ۸۷ اور ۲۰۵)

۲۰۔ بال گنگا دھر تلک کی موت کے غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں شگے سر جمع ہو کر اس کے لئے دعاء و فاتحہ اور مغفرت کے لئے اشتہار تقسیم کیا گیا۔ مدبر معارف سید سلیمان ندوی نے مسرتلک کے انتقال پر شذرات میں تعزیت کی ہے اور اس کو فخرس ناک قرار دیا ہے (دیکھئے تحریک آزادی ہند اور السنۃ العظمیٰ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۳۰) معارف (انظم گڑھ) ستمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۶۲ اور محمد جمیل الرحمن پاسبان مذہب و ملت (تحقیقات اسلامیہ) ج ۱، ص ۱۲۰ (۳۱)



۱۸- ہندوؤں نے مسلمانوں کو چند دن کا ٹیکہ لگایا۔

۱۹- ہندو اور مسلمان ایک ہی منگے سے پانی پیتے کہ بعض جگہ ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پیا۔

۲۰- سٹیگرہ کے دن مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کے حکم سے روزہ رکھا۔

۲۱- قرآن کریم کی توہین کی گئی، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا۔

۲۲- قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جا کر دونوں کی پوجا کرائی گئی۔

۲۳- اللہ عز و جل کو رام اور خدا کی قسم کی جگہ رام دوہائی کہنا جائز بتایا گیا۔

۲۴- ایک ڈولہ (جسے ”سنگاسن“ کہتے ہیں) میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے، جس میں بھیجن گاتے، ڈھول و جھانجھ بجاتے مسلمان شریک ہوئے۔

۲۵- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا۔

۲۶- مسلمانوں نے ہولی کھیلی۔

۲۷- ہولی کے سوانگ میں، ہندوؤں سے اتحاد بنائے رکھنے کی خاطر، معظمان اسلام کی توہین و تحقیر سنی گئی۔ گنگا پر پھول اور بتا شے چڑھائے گئے۔ رام بچھن پر پھولوں کا تاج رکھا گیا، بتوں پر ریوڑیاں چڑھائی گئیں، ہار پھولوں سے انہیں آراستہ کیا گیا۔

۲۸- ہندو لیڈروں کو مختلف مساجد میں لے گئے، منبروں پر بٹھایا۔

۲۹- دہلی کی جامع مسجد میں سوامی شر دھانند جیسے دشمن اسلام کو منبر رسول پر بٹھا کر تقریر کرائی گئی

۱۔ ”خاص خانہ اور توحید کے مکان (یعنی مساجد) میں مبلغ کی حیثیت سے ہندو کو سر بلندی بخشا اس صدی (گزشتہ صدی) کے مدعیان اسلام کا خاتمہ ہے۔“ (محمد سلیمان اشرف، سید۔ ”الرشاد“ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۳۰ء، ص ۱۶)

۲۔ یہودی شخص ہے جس نے ارتداد کی مہم چلائی اور بالآخر دہلی میں ایک مسلمان عبدالرشید نے اس کو قتل کر دیا۔

۳۔ ”یہ اپنی نوعیت کا غیر معمولی اور نادر واقعہ تھا۔ جامع مسجد میں بھگوے پنڑوں میں ملیوں کسی (غیر مسلم) سستی یا مسلمانوں سے خطاب کرنا۔ ایسا نہ سمجھی اس سے قبل دیکھنے سننے میں آیا تھا، نہ اس کے بعد بھی ایسا ہوا۔“

(مالک رام۔ ”کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں“، مطبوعہ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء، ص ۱۰۴)

کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو ہراتی ہے۔ بھارت کے مشہور صحافی اور کالم نگار جناب خوشنونت سنگھ لکھتے ہیں۔ ”اس وقت کی یاد تو ابھی (اب) بھی تازہ ہی ہے۔ جب مسلمانوں نے سوامی شر دھانند جیسے ہندوؤں کو جامع

مسجد (دہلی) کے اندر سے اپنی تقریبات کو خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ ایک وقت تھا۔ جب مسجدوں کے

پاس سے ہندو اور سکھوں کا جلوس نکلتا تھا، توسد بھائو کا انکار کرنے کے لئے مسلمان ان کو مارا نہیں پہناتے تھے۔

میں نے گورنمنٹ کے جنم دن پر ایک ایسا جلوس بھی دیکھا ہے۔ جس کی قیادت سب کی سب مسلمان لڑکیوں کے

ایک بینڈ سے کی گئی تھی۔“ (روزنامہ ”ہند سنا چار“ جالنہر، ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص ۳، کالم ۲-۱)

وہاں اس کی تصویریں کھینچوائیں جس کے فوٹو لے کر ہندو مبلغ یو۔ پی کے طول و عرض میں پھیل گئے اور زور افتادہ علاقوں میں جا کر ہزاروں مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا کہ دیکھو سوامی جی مسجد کے منبر پر اس لئے بیٹھے ہیں کہ تمام مسلمان ہندو ہو گئے ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھ کر بہت سے مسلمان اسلام سے منحرف ہو گئے۔

۳۰۔ گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھر پر آویزاں کیا گیا۔

۳۱۔ ہندو کو خوش کرنے کی خاطر گائے کی بجائے بکری کی قربانی کا فتویٰ دیا گیا۔

۳۲۔ گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہرایا گیا اور کھانے والوں کو کمینہ بتایا گیا۔

۳۳۔ گائے کی قربانی کو شل سٹار کہا گیا۔

۳۴۔ قربانی نہ چھوڑنے والے مسلمانوں کی تاحق تکفیر کی گئی اور ان کے ذبیحہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔

۳۵۔ گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاوے اونٹوں کی پشت پر سے تقسیم کئے گئے۔

۳۶۔ ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤں سے استرازا کیا۔ مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصا یوں کو ذبیحہ گاؤں سے روکا گیا۔ رضا کاروں نے ٹھہری کے نیچے

سے قربانی کی گایوں کو چھڑایا اور اگر ہو چکی تو اس کو بے کار کر دیا۔

۳۷۔ نیز قربانی کی گایوں کو زبردستی چھین کر ان کو گنو شالہ پہنچایا گیا۔

۳۸۔ ہندوؤں کی خوشنودی کو (معاذ اللہ) رضاء الہی سے تعبیر کیا گیا۔

۳۹۔ جن مشرکوں نے گائے کے پیچھے مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا جلایا، اتحاد ہندو منانے

کے لئے اُن کی رہائی کے لئے درخواستیں دی گئیں، اُن کی رہائی کے لئے رزلوشن پاس

کئے گئے۔

۴۰۔ مسلمانوں کو تاحق قتل کرنے والوں کو مسلمان لینڈروں نے سزا سے بچایا۔

۴۱۔ مہاتما گاندھی کی بے پکاری گئی، گنوماتا کی بے بلند کی گئی۔

۴۲۔ یہ بھی کہا گیا کہ ”زبانی بے پکارنے“ سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ ہندو بھائیوں کی رضا میں خدا کی

رضا بتایا گیا۔

۴۳۔ گاندھی کو یقینی بھائی بتایا گیا اور اس عمل کو نیکی میں شمار کیا گیا۔

۴۴۔ جہاں قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو بت پرستی پر شمار کیا گیا وہیں مشرک گاندھی کو پیش رو

تسلیم کر کے اپنے کو ایک کافر کا پس رو بتایا گیا۔ چنانچہ ایک جلیل القدر عالم نے کہا۔

عزیز کہ آیات و احادیث گزشتہ رفتے و ثاربت پرستی کردی  
۳۵۔ مسٹر گاندھی کو ”مہاتما“ کا خطاب دیا گیا۔ خدمت دین کی بدولت گاندھی کے مرتبہ کو تسلیم کیا

گیا۔  
وہ مرتبہ گاندھی کو ملا خدمت دیں سے  
۳۶۔ گاندھی کو روحانی فرشتہ قرار دیا گیا۔

۳۷۔ بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت کو ضروری سمجھا گیا۔  
ج ”بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر“

۳۸۔ جہاں تحریک ترک موالات کو سیاسی مفتیوں کی جانب سے ایمانیات کا درجہ دیا گیا وہاں  
جمعیت العلماء کی جانب سے ان کی بات نہ سننے والوں کو کافر، منکر و منافق، یزیدی، ملعون اور  
جہنمی تک کے خطابات سے نوازا گیا۔

۳۹۔ اسلامی درس گاہوں کی بندش کا مقابلہ کرنے والوں کو بدنام کرنے کی غرض سے بعض مسلم  
راہنماؤں پر قادیانی ہونے کی تہمت لگائی گئی۔

۵۰۔ ترک موالات کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے اخبار و رسائل میں جھوٹی خبروں کی  
اشاعت کرائی گئی تھی کہ ملت اسلامیہ کے یہی خواہ رہنماؤں کی جانب سے من گھڑت  
مراسلے شائع کروائے۔

۵۱۔ فتویٰ ترک موالات کی ضابطی پر علمائے مہاتما گاندھی سے مشورہ و استصواب کیا کہ ہمیں اب کیا  
کرنا چاہئے؟

ج آگے تمہارے رنگ کسی کا نہیں جہا

۵۲۔ بار بار اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ”گاندھی مستحق نبوت تھا“ اور

۵۳۔ یہ کہا گیا کہ ”اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔“

۵۴۔ یہ بھی کہا گیا کہ امام مہدی کی جگہ امام آخر الزماں امام گاندھی کا ظہور ہوا ہے۔

۱۔ مہاتما کے معنی ہیں ”روح اعظم“ جو خاص لقب سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ مشرک کو اس سے  
تعبیر کرنا صریح مخالفت خدا اور رسول ہے۔

۲۔ روزنامہ زمیندار، ۱۱ نومبر ۱۹۲۰ء  
گاندھی سے عقیدت نے آگے پر ایسی فیکری رکھی کہ اسلام اور کفر کا امتیاز تک نظر سے اوجھل ہو گیا۔ اور  
اخبارات کے صفحات اول پر ایسے شرمناک اشعار چھپنے لگے۔ (ظہور)

۵۵۔ مزید کہا گیا کہ خدا نے مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کے لئے مذکر بنا کر بھیجا، قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا نہ کر کے بھیجا ہے۔

۵۶۔ گاندھی کو سچا، دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جلا نے والا، آب حیات (آب حیات) پلانے والا، بے سول کا حامی اور یاد، مگر اہوں کا رہبر، رحمت دا اور پاک دل کہہ کر اس کی مدح کی گئی۔

۵۷۔ نیز انہیں مرد پختہ کا راجہ اندیش، با صفا، مرد میدان اور درویش خوں کے القاب دیے گئے۔

۵۸۔ جمعہ کے خطبہ اردو میں خلفاء راشدین اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بجائے گاندھی کو

”مقدس ذات“، ”پاکیزہ خیالات“، ”ستودہ صفات“ قرار دے کر اس کی تعریف کی گئی۔

۵۹۔ جی اے کی تعریف کو شل ثناء الہی ظہر پایا گیا کہ ”خاموشی از ثناء توحید ثناء نیست“۔

۶۰۔ خلافت ترک کے منکر کو کافر و خارج از اسلام کہا گیا، لیکن خلافت صدیق و فاروق کے

منکروں کو مسلمان جانا۔

۶۱۔ یہ بھی کہا گیا کہ جیل اللہ (خدا کی رسی) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے سے اگر دین نہیں تو دنیا

ہمیں ضرور مل جائے گی۔ ۱۔

بات تحریک خلافت سے چلی اور کہاں تک پہنچی؟۔ مسٹر گاندھی کی سیاست کی سحری نے

مسلمانوں کو کس حد تک مسکور کر دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی سوچنے کی قوت ہمیشہ کے لئے سلب

ہو چکی ہے اور اس وقت مسلمانوں میں ایک قسم کا جنوں سا پھیل گیا تھا، اس نے خود ہندوؤں کو بھی

حیرت و استعجاب میں ڈال دیا کیونکہ بقول مولانا لعل بھٹناگر، ایڈیٹر درپن (لاہور) ”مسلمانوں

نے مہاتما جی پر وہ اعتبار اور یقین دکھلایا کہ دنیا دہک رہ گئی۔ مہاتما جی خلافت کے لیڈر اور خلافت

کمیٹی کے رہبر بن گئے۔“ چودھری سردار محمد خاں لکھتے ہیں۔ ”اگر گاندھی جی تحریک خلافت کی

قیادت نہ کرتے تو کانگریس مضبوط کیسے ہوتی۔ مسلم لیگ کی ساکھ کیسے بڑھتی۔ ان کے سامنے تو یہ

پر وگرام تھا جس میں انہیں پوری کامیابی ہوتی۔ مسلمان کے سامنے اب کوئی سیاسی نصب العین نہ تھا

اس کے سامنے کوئی منزل نہ تھی۔ وہ منتشر لوگوں کا ایک آوارہ گروہ تھا، جو اپنی قومی وحدت کھو چکا

تھا۔ وہ صرف ہندوؤں کے رحم و کرم پر تھا۔ درحقیقت گاندھی جی نے ہندوؤں کے لئے وہ کام کیا جو

۱۔ ”فہم اسلام“ی ”شان“ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے قول پر شک و شبہ کا اظہار کر رہے ہیں اور ”ایمان“

بھی جی حاکم ہے۔ (تفسیر)

۲۔ ”ایمان“ اور ”پن“ لاہور۔ کانگریس نمبر دسمبر ۱۹۴۴ء، جلد ۱۰ شمارہ ۷، ص ۲۲۶



ان کے ہزاروں رہنما بھی نہ کر سکے، نہ صرف یہ بلکہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی مرکزیت کو فنا کروایا، مسلمان کی قومی وحدت اور ملی تشخص پارہ پارہ ہوا، یہ وہ زمانہ ہے جہاں سے ہمارے لاتعداد بھائی کعبہ سے منہ موڑ کر سمائے واردِ حاکم الہامات پر یقین کر کے اسلام اور کفر کے غیر فطری امتزاج سے رسوائے عالم متحدہ قومیت کا غیر تیار کرتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانانِ ہند کے سب سے بڑے دانا دشمن مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی نے ان کے جسد قومی میں ایسا زہر بھرا جس کا اثر ابھی تک (آج تک) مکمل طور پر زائل نہیں ہو سکا۔ ”کیوں کہ ڈاکٹر معین الدین کے بقول..... ہندوستانی مسلمانوں میں اپنی قومیت کے تعلق سے شکوک و شبہات اسی وقت کی یادگار ہیں اور بقول چودھری خلیق الزمان..... تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد کچھ لوگ کانگریس کی طرف اس عقیدہ کے ساتھ ڈھل آئے کہ مسلمانوں کا ہندوستان میں تحفظ صرف نیشنلزم میں ہے، نیز ڈاکٹر وحید قریشی کے بقول..... بعض کانگریس کے تصور وطنیت کو اپنا کر نیشنلسٹ مسلمان کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے..... معاشرتی زندگی کا یہ تضاد مسلمانوں کو عجیب و غریب صورت حال سے دوچار کر چکا تھا، تعلیم یافتہ مسلمان دو حصوں میں بٹ چکے تھے۔

تحریک خلافت جس نہج پر چل نکلی تھی اس کا نتیجہ یقینی طور پر مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت نقصان کا باعث تھا۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر سات سو (۷۰۰) سے زائد سال تک حکمرانی کی تھی۔ ہزاروں علماء اس خاکِ ہند سے پیدا ہوئے، لیکن ان طویل مہِ وسال میں ایسی کوئی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی کہ علماء نے ہندوؤں کو مسلمانوں کا رہبر بنادیا ہو۔ کوئی بتائے کہ کس صدی کے علماء نے کفارِ ہند کو اہل کتاب قرار دیا؟ یہ ہندو پرستی تو انہی مدعیانِ علم کے لیے مخصوص تھی جنہوں نے مذکورہ دور میں مشرکینِ ہند سے یگانگت کی خاطر، اسلامی خصوصیات و امتیازات کو مٹا ڈالا، طرح طرح کی خرافات اپنائیں اور اسلامی شعائر کو بند کرنے کی کوششیں کیں، جمعیت العلماء کے جری فاضلوں نے ہندوؤں سے وادو و اتحاد کے جواز پر آیات چسپاں کرنا شروع کر دیں، خلافتِ اسلامیہ قائم کرنے کے لیے کانگریس سے امیدیں وابستہ کیں اور ہندو کی حمایت کو اپنا شعار بنالیا، اور اس طرح مسلمانوں کو بحیثیت قوم برباد کر کے رکھ دیا۔ مسلمان، انہیں بطور مسلم راہنما، اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ اگر ہندوان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ہرگز اُن کے جال میں نہ پھنستے۔ ان پر اعتماد اور بھروسہ مسلمانوں کو لے ڈوبا۔ ترکی کی حمایت اور حرمِ طہمتین کی اعانت

۱۔ سر محمد خاں، چودھری۔ حیات قائد اعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۹ء، ص ۱۶۸-۱۸۱ (ملخصاً)

کے نمائندہ سرے پڑھ پڑھ کر یہ لوگ خیر خواہی اسلام اور دولت کا یقین دلاتے اور ان کے اعتبار

کا خون کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے۔  
الفرض ہندو مسلم اتحاد کے پرے میں گاندھی کی نقاب پوش سیاست نے جو کل کھلائے  
اس کے نتیجے میں مسلم لیڈروں کا "کفر و کفر میں اوٹام" عمل میں آیا، یہ تھا گاندھی جی کے اتحاد کا نتیجہ  
جس کے متعلق وہ کہتے تھے کہ ایسا موقع شاید ایک صدی میں بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ گاندھی نے اس کا  
بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ اتحاد کو اوٹام میں بدل کر متحدہ قومیت کا خیر چار کر چکے تھے۔ بعض مسلمان  
زملاء، مثلاً ہندو تہذیب کی نقادی کے راستے پر گامزن ہو چکے تھے اور مسلم عوام اس سیلاب میں نہ  
ٹپکے۔ "گاندھی بھگت ہو کر تقویٰ و دیانت، حیا و غیرت، عقل و انسانیت سب گنگا نہا ہو گئے۔"  
مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو سیاسی، دینی اور تہذیبی اعتبار سے فکاش کر کے رکھ دیئے کے جو  
منسوبے تیار کیے، اس میں نام تو خلافت کا تھا اور کام سوراج کا تھا۔ گاندھی نے کس دور اندیشی  
سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے مذہب کا گرویدہ بنا لیا۔ بہت کم زملاء اس دور میں چٹائی جانے والی  
تحریکات کے مضمرات اور ہندو قیادت کے اصل ارادوں سے بروقت آگاہ ہو سکے۔

مولانا سلیمان اشرف نے نہ صرف تحریک بلکہ تقریراً بھی مسلمانان ہند کی رہنمائی کا فریضہ  
بطریق احسن سر انجام دیا اور مذکورہ طوفانی دور میں اس انجام سے بچانے کی پوری سعی  
کی، جس سے گاندھی کی گہری سیاست انہیں دو چار کرنا چاہتی تھی۔ دہریں حالات خصوصاً مسلمانوں  
پر یہ واضح کیا جانا ضروری تھا کہ "متحدہ قومیت" کا تصور محض سپہ حاسادہ تصور نہ تھا، اس کی جڑیں  
بہت گہری تھیں۔ دراصل دو فلسفوں کا کھلا تصادم تھا۔ "شرابولسی" "چراغ مصطفوی" سے  
آمارہ پکار تھا۔ ایک طرف "فلسفہ گاندھی" تھا تو دوسری طرف "فلسفہ محمدی" (علی صاحبہا اختلاف  
والسلام)۔

ایسے میں مولانا سید سلیمان اشرف نے مسٹر گاندھی کی "مہاتمایت" کا ظہم توڑ کر،  
مسلمانوں کو سیاسی خودکفلی سے بچایا، ان کے ایمانوں کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھا۔ وہ  
زیر نظر کتاب میں اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر ماقم فرماتے ہیں، جس سے ان کے قلبی  
کرب کا انداز ہوتا ہے۔ نیز جمیعہ العلما کے سیاسی منتقین، الکافر اور لیڈران، جو ہندوؤں سے

۱۔ دیکھئے۔ حامد رضا خان قادری، مثالی اتحاد، شعبہ مسند اہل حق و باطلی کا ٹرانس، مطبعہ مطبع  
مطالعہ برقی، پارانوالہ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء

محبت اور دوستی کا دم بھرتے تھے، کے بیسیوں اقوال و افعال (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) پر طنز کے بھرپور وار کرتے ہیں۔ ذیل میں "پلٹو" سے کچھ اقتباسات دیکھئے:

"اے سرِ مہستان باد، ایڈری ذرہ (ذرا) ہوش میں آ کر ہمیں بتاؤ کہ تم سواراج کے لئے اٹھائے گئے تھے یا خلافت کے لئے تم نے ہندوؤں (ہندوؤں) کو آماجہ کیا تھا تم اسلام کے نشر و تبلیغ کا علم لے کر بڑھے تھے یا کفر و شرک کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے یہ نظریہ آرائی کی گئی تھی، اسلام کی حقانیت اور ارکان اسلام کا غیر مسلم کو گرویدہ بنانا تمہارا نصب العین تھا یا خود کفر و شرک کے چال میں بھٹس کرنا آزادی ہند کا ترانہ نہ تھا مقصود و مطلوب تھا۔" ج

آج کل کر، مسٹر گاندھی کی کراچی میز پالیسی اور تحریک خلافت کے مسلم ایڈریوں کی اچھی منزل مقصود سے بے خبری پر مولانا سلیمان اشرف یوں نو د کہتا ہیں:

"لا الہ الا اللہ، گاندھی نے کس شخص قدر سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے مذہب کا قلم بنالیا۔ ایک برس بھی گزرنے نہ پایا، جو حمایت خلافت سے نہ صرف ہندو دست کش ہو گئے بلکہ اس میار نہ چال سے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نے مسئلہ خلافت کو دھکے دے کر بس پشت ڈال دیا۔ خلیفہ المسلمین اور امیر المومنین کی جگہ گاندھی کو دی گئی، اب یہ مدعیان اسلام اسی کی کوشش کر رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عقیدت سے کوئی قلب مومن خالی نہ رہنے پائے۔"

کوئی امام مہدی علیہ السلام کا شیل کہتا ہے، کوئی یہ کہتا ہے کہ نبوت اگر قسم نہ ہوئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا، یعنی نبوت کے ماتحت جو سب سے بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے، کوئی اپنے کو پیر و گاندھی کا کہتا ہے اور اسلام کی نجات کا اسی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔

مسلمان اپنی (اپنے) کانوں سے سنتے ہیں، آنکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، پھر بھی عالم و جد و تو اہد میں آ کر وہ ہمارے

۱۔ "سواراج یا توڑا اپنے۔ اخبارات، مسکند، غور و اختیار، ہوم رول۔ (قائد ملتقات، ص ۵۹۵)  
گاندھی جی کو اس اصطلاح پر بے حد اصرار تھا۔ (ظہور)

۲۔ مولانا سلیمان اشرف۔ "ظہور و مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ء ۱۹۲۱ء، ص ۳۹

لیڈرو، شاہپاش ہمارے لیڈرو کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔“ ۱

اس کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف، مسلمانوں کو جھجھوڑتے ہوئے، ان کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے کس طرح اپنے طرز عمل سے، کانگریس جو پہلے ایک بے جان جسم کی مانند تھی، ہندو کو تحریک خلافت میں شامل کر کے، کانگریس میں جان ڈال دی کیونکہ مسلمانوں کے مذہبی ولولے نے کانگریس کی عدم تعاون کی تحریک کو اتنی قوت دی کہ ”کانگریس نے ایک سال میں وہ کچھ کر دکھایا، جو ہندو کانگریس چالیس سال میں بھی نہیں کر سکی تھی۔“ چنانچہ آپ مذکورہ صورت حال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فرزند ان اسلام!..... ہندوؤں نے تمہارے لیڈروں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر کس سہولت و نرمی سے آہستہ آہستہ انہیں اپنے نقطہ خیال پر اتار لیا، لفظ سواراج جس سے لاکھوں کان آج تک نا آشنا تھے، خلافت کے عوض کس جوش سے وہ ہر ایک زبان پر جاری ہے۔ گاندھی جس کا نام تک پانچ برس قبل ہندوستان کے کسی مسلمان کے علم میں بھی نہ تھا، خلیفہ المسلمین کی جگہ آج اُس کے تقدس و عظمت کے فسانے کس کمال عقیدت سے مستورات تک میں کہے جاتے ہیں۔“ ۲

مولانا سلیمان اشرف نے زیر نظر کتاب میں جہاں خلافت کمیٹی کے زعماء اور اس دور میں چلنے والی تحریکوں (خلافت و ترک موالات) کے سربراہ آوردہ حضرات کے منفی کردار کا ذکر کیا ہے۔ وہیں جمعیۃ العلماء (مسلمانوں کے علماء کی جمعیت) کے فضلاء یگانہ، جنہیں اپنی مجاہد کو کفار و شرکین سے پاک کر کے اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو کر اصول اسلام کی پاسداری کرنی تھی اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا تھا، انہوں نے جو جوہ مذکورہ محرمات و کفریات کے ارتکاب پر سکوت اختیار کیا اور اس جانب توجہ مبذول کروانے کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ ہندو پریس نے اپنی مطلب برآری اور ”متحدہ ہندی قومیت“ کے پرچار کے لئے جمعیۃ العلماء کے سرکردہ حضرات کو بھاری بھرکم خطابات سے نوازا کہ اندھا کر دیا جبکہ وہ سیاسی بصیرت اور فراست مومنانہ سے تو وہ پہلے ہی یکسر خالی تھے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف ”علمائے ہندو پرستی“ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ



”ان علماء کا کیا ذکر خود اس عالم کو لیجئے جسے لیڈروں نے شیخ الہند کا لقب دے کر ایک عجیب و غریب ہستی ثابت کیا ہے۔ اس کے قلم میں بھی یہ قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو ان افعال خبیثہ کی شہادت و معصیت بتا سکے۔..... قشتہ لگایا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے، کافر کی تمکلی اٹھائی گئی، علماء سیاسی خاموش رہے۔ کافر کا ماتم سرور پابہ نہ ہو کر کیا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے۔ رام پھمن پر پھولوں کا تاج رکھا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے۔ گاندھی کی بے پکاری گئی، گنوماتا کی بے بلندی گئی، علماء سیاسی خاموش رہے۔ حد یہ کہ گاندھی کو کہا گیا کہ ”اگر نبوہ ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا“، علماء سیاسی اب بھی خاموش رہے۔ اس خاموشی سے شیخ الہند بھی مستثنیٰ نہ ہو سکے۔ اگرچہ خادمان اسلام تقریر و تحریر انہیں اعمال کفریہ پر بیدار بھی کرتے رہے، لیکن پھر بھی کسی عالم سیاسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی، جو وہ چالیس اعمال و اقوال کفریہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی اپنے قلم کو جنبش دیتا، تا آنکہ بماء نومبر ۱۹۲۱ء (۲۱ نومبر) ۱۹۲۰ء دہلی میں جلسہ جمعۃ العلماء منعقد ہوا، وہاں یہ مسائل کسی نے پیش بھی کئے، لیکن یہ کہہ کر کہ مصلحت وقت اس کی مقتضی نہیں بات ٹال دی گئی، حالاں کہ اس اجلاس کی کرسی صدارت ایک عالم ہی کی نشست کا فخر رکھتی تھی۔“ ۱

الغرض مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلمانوں کے دلوں میں گاندھی کی عظمت و محبت پیدا کرنے والے لیڈروں کا بھرپور تعاقب کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مذہب کی حقیقت اور وقعت ان کے نزدیک کس قدر تھی، دین و مذہب کا نام کیوں لیا جاتا تھا، ہنود کے ساتھ انہیں کیسی عقیدت و ارادت تھی۔ چونکہ علماء کا یہ انبوہ حقیقت پسندی کی جانب مائل نہ ہوا اور شریعت اسلام کا حکم سنانے اور جادہ مستقیم پر گامزن رہنے والوں پر نوع نوع کی الزام تراشی پر اتر آیا، جب اس سے بھی نہ بن آئی، تو پھر اپنی حرکات و سکنات پر گرفت کرنے والوں پر ”تکفیر“ کا حربہ آزمایا۔ چنانچہ درج ذیل اقتباس میں مولانا موصوف نے ”الثور“ میں جہاں واقعات و کیفیات کی تصویر کشی کر کے مستقبل کی تاریخ سے سوال کیا ہے وہیں مسلمانوں کو ناحق کافر ٹھہرانے والوں کی خبر لی ہے۔ ایک ایک لفظ سے مولانا کی دردمندی اور ملی حمیت جھلکتی نظر آتی ہے۔

”..... ایمان سے کہئے یہ جمعۃ العلماء ہے یا اُمتِ گاندھی کا حلقہ، یہ اسلام اور

شارع علیہ السلام کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دے رہی ہے یا گاندھی کی نبوت تسلیم کر رہی ہے۔ یہ حضرات اسلام کی درد مندی میں انگریزوں سے لڑنا چاہتے ہیں یا دین گاندھی کے (کی) حمایت میں۔ پھر اگر کسی نے ان کی بات نہ سنی تو کافر، منافق، یزیدی، ملعون اور جہنمی کیوں کر ہوا۔

لیڈران قوم آج اخبار و جرائد تمہارے ہاتھوں میں ہیں جسے چاہو گالیاں دو، کافر کہو، حق کو باطل اور باطل کو حق کہو اور چھاپ کر شائع کرو۔ اس وقت تو تمہاری بات بن آئی ہے، مخلوق اندھی ہو گئی ہے، لیکن ایک وقت آئے گا اور ساری حقیقت عیاں ہو جائے گی۔“ ۱

سید سلیمان اشرف نے اپنی تحریروں و تقاریر سے جس نازک اور ہدف شکن دور میں اسلامیات ہند کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا، ان کو بلا خوف و لومۃ لا یم مشرکین ہند (کانگریس) کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاف و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا اور علماء کو ان کی ملتی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، وہ ان کی بالغ نظری، علمی ثقاہت اور سیاسی بصیرت کا تین ثبوت ہے۔ تو میں مختصر حال مست یا مستقبل کے خوابوں میں زندہ نہیں رہتیں، ان کا ماضی ان کی پہچان اور راہ نمائی کا ایک مؤثر ذریعہ ہوتا ہے۔ خود دار و بیدار قومیں اپنے ماضی کی سنہری روایات کو ازبر رکھتی ہیں اور نسل جدید کی جانب منتقل کرتی رہتی ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی (۱۸۹۶ء-۱۹۷۷ء) سابق صدر شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”گنجائے گرانمایہ“ میں تحریک ترکیب موالات میں مولانا سلیمان اشرف کے مرتسم انٹ نقوش کا ذکر بڑے دل نشیں پیرایہ میں کیا ہے، لکھتے ہیں۔

”۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے، نان کو آپریشن (Non-Cooperation) کا سیلاب

اپنی پوری طاقت پر ہے، گائے کی قربانی، اور موالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اُس زمانہ کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہی سب کچھ ہے، یہی باتیں ٹھیک ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو نہیں سکتی۔ کالج میں عجیب افراتفری مچلی ہوئی تھی۔ مرحوم ملعون ہو رہے تھے، لیکن نہ چہرہ پر کوئی اثر تھا اور

ۛ معمولات میں کوئی فرق..... کہتے تھے۔ رشید! دیکھو، علما کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا کیسا گھر گھر وندا ہنا رکھا ہے۔ میری سمجھ میں اُس وقت ساری باتیں نہیں آتی تھیں.....  
بالآخر مولانا نے ان مباحث پر قلم اُٹھایا اور دن رات قلم برداشت لکھتے رہے۔

اکثر مجھے ہٹھا کر سناتے اور رائے طلب کرتے۔ میں کہتا۔ ’مولانا میری مذہبی معلومات اتنی نہیں ہیں کہ میں تمہا کہہ کر سکوں۔ آپ جو کہتے ہیں، ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔‘ کہتے۔ ’یہ بات نہیں ہے۔ تم پر اس ہڑگم کا اثر نہیں ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ سیکڑوں علما جو کہتے ہیں، وہ ٹھیک ہے اور میں کالج کا مولوی یوں ہی کہتا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے، ہم تم زندہ ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر!‘  
سیلاب گزر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا، وہ بھی ہوا، لیکن مرحوم نے اس عہد سرایمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔ آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علما سیلاب کی زد میں آچکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اس کا اعتراف کسی نے نہ کیا اور نہ کبھی مولانا نے کہا کہ ہم نے، آپ نے مولانا کی اس خدمت اور قابلیت کا اعتراف کیوں نہیں کیا۔“ ۛ

ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کے نتائج کے بارے میں جو کچھ مرحوم نے فرمایا تھا حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی۔ سید صاحب کو حق تعالیٰ نے اس بصیرت قلبی سے نوازا تھا جس سے بہت سے رہبر محروم تھے۔

تحریک ترک موالات کو آج پون صدی سے زائد کا عرصہ بیت چکا، اٹھو اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہ تحریک خلافت و ترک موالات کے دور میں تصنیف ہوئی اور ایک طوفان بلاخیز کے مقابل بروقت کلمہ حق کی زوردار صدا بلند ہوئی، اس کی بدولت ہمارا دینی تہذیب قائم رہا، اور اس نے مسلمانان بر عظیم پاک و ہند کا اسلامی تشخص اجاگر کرنے میں مدد دی، اس طرح مولانا سلیمان اشرف نے ”جو اسلامی اسپرٹ پیدا کی، اس نے آگے چل کر تحریک اسلامی کو قوت بخشی اور وہ اس قابل ہوئی کہ غیر اسلامی اور لادینی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے۔“

ۛ رشید احمد صدیقی، پروفیسر ”منہج ہائے گراں مایہ“۔ طبع دارالانوار، لاہور ۶۲۰۰۶ء، ص ۲۱۵

محمد علی جناح اور علامہ اقبال اگرچہ ترک موالات اور تحریک ہجرت ایسی جذباتی تحریکوں کے مخالف تھے اور ان کو مسلمانوں کے لیے ہلاکت خیز اور تباہ کن سمجھتے تھے، لیکن اُس وقت گاندھی کے طوفان کے آگے بند باندھنا ہر کسی کے بس میں نہ تھا۔ پروفیسر غلام حسین ذوالفقار نے لکھا ہے کہ گاندھی کے سامنے اب کس کا چراغ جل سکتا تھا؟ لسان العصر اکبر تک کہہ اُٹھے۔

آگے تمہارے رنگ کسی کا نہیں جما سہے ہوتیہاری، اے مرے گاندھی مہاتما! جذبات کے ایسے ہنگامہ خیز زمانہ میں کوئی شخص گاندھی جی اور علی برادران کے خلاف ایک حرف بھی کہنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقدہ ناگپور (جس میں خلافت کمیٹی کے ارکان کے علاوہ محمد علی جناح اور کانگریسی مسلمان بھی شریک تھے) میں جناح کی جانب سے شوکت علی کو "مولانا" نہ کہنے اور گاندھی کو "مسٹر" کہنے اور "مہاتما" نہ کہنے پر شیم شیم اور غیرت غیرت کے آوازے سننے پڑے۔ ہندو اور مسلمانوں کے اس "بے معنی اور بے جوش مجمع" نے مسٹر جناح کو اس بات پر ناچار کر دیا کہ وہ "مسٹر" کے الفاظ واپس لے کر گاندھی کو "مہاتما" کے لقب سے پکاریں۔ ان ایام میں حالات کو نا سازگار (کہ یہ دور نہایت بے خطر اور آتش فشاں سے کم نہ تھا) دیکھ کر مدبرین پس منظر میں چلے گئے، علامہ اقبال بھی اُس وقت خاموش رہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں: "اس نہایت اور مؤثر تحریک میں مسلم ہندوستان کے دو بڑے نام قائد اعظم محمد علی جناح اور اقبال اور ان کی جدوجہد کا پہلو نمایاں نہیں ہے۔" نیز بقول خواجہ رضی حیدر۔ "محمد علی جناح نے اس عرصہ میں کوئی بیان نہیں دیا، بلکہ وہ اپنی بیوی اور نو مولود بچی کے ہمراہ سیر و تفریح کی فیت سے لندن چلے گئے جہاں انہوں نے بڑی پرسکون زندگی گزاری۔ ایک اندازہ کے مطابق خلافت تحریک کا وفد جب انگلستان گیا تو محمد علی جناح بھی لندن میں موجود تھے، لیکن انہوں نے کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔" ۳

قطع نظر ان تمام باتوں کے ۲۰-۱۹۱۹ء سے ۲۶-۱۹۲۵ء تک کا زمانہ تحریک خلافت، ترک موالات، ہجرت اور فتنہ ارتداد جیسے طوفانوں کا زمانہ تھا اور یہی وہ دور تھا جس میں ملت مسلمہ اور

۱۔ غلام حسین ذوالفقار، پروفیسر اکٹر۔ "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار"، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۳۲

۲۔ مسعود احمد، پروفیسر اکٹر محمد۔ "تحریک آزادی ہند اور انوار الہ اعظم"۔ طبع اول ۷۷ء، ۱۹ء، ص ۱۳

۳۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ "اقبال اور جدید خیالات اسلام"۔ مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۸

۴۔ رضی حیدر، خواجہ۔ "قائد اعظم کے ۷۷ سال"۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۱۵۸



ہندوؤں کے درمیان مسلم قومیت اور ہندوستانی قومیت کی نظر باقی جنگ لڑی گئی، مولانا سلیمان اشرف اور علمائے احناف نے اس جنگ میں اپنا وزن و قومی نظریے کے پلڑے میں ڈالا اور اس طرح انہوں نے کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے لیے راستہ صاف کیا۔ ملت مسلمہ کی سر بلندی کے لیے ۱۹۲۰ء میں کی جانے والی مساعی جیل کی بازگشت آج بھی سنی جا سکتی ہے۔ ایک حقیقت پسند مورخ اس دور کا تذکرہ کن الفاظ میں کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال ممتاز قانون دان کے۔ ایل۔ گاہا کی کتاب ”مجبور آوازیں“ کے اس اقتباس میں دیکھئے۔

”دوقومی نظریہ“ جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کو مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔ دوقومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو ”ہندو مسلم اتحاد“ کے سفیر تھے۔“

(”مجبور آوازیں“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰)

## حرف آخر

زیر نظر کتاب یقیناً اپنے عہد کی صحیح تصویر کشی اور حقائق کو محفوظ کرنے کا ذریعہ بنی۔ فاضل مؤلف نے ایک دردمند مسلمان صاحب علم ہونے کا حق ادا کر دیا۔ دوقومی نظریہ کو اسلامیان ہند کی زبردست پزیرائی نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور پاکستان اللہ کے فضل و کرم سے ایک شاعر کے خواب سے حقیقت ثابتہ کے طور پر منصفہ شہود پر آیا۔

آگ اور خون کا دریا عبور کرنے اور بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والی اس مملکت خدا داد کی ہم نے کیسی قدر و منزلت کی؟ اس نعمت غیر مترقبہ کی کیسی پاسپانی کی؟ اللہ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہاندھے گئے عہد کی کتنی شرم رکھی؟ اس کا ایک ثبوت تو وہ المناک سانحہ ہے، جس کی بدولت ملک و ولایت ہوا اور اندرا گاندھی کو نظریہ پاکستان کے خلاف دریہ و ہشی کا موقع ملا۔

بدقسمتی سے مسلمان تحریک پاکستان کے معاملہ میں متحد و متفق نہ تھے اور کانگریسی مثلاً وں کی

۱۱ کوکب، قاضی عبدالغنی۔ ”تحریک پاکستان اور علمائے اہلسنت“۔ مطبوعہ خانیوال ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء، ص ۱۱

زیر قیادت ایک بڑا گروہ ہندو کا بنو اور اہم تھا۔ یہ لوگ قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے نظریہ  
 اٹل رہے اور پاکستانی سیاست میں سرگرم رہے اور مفادات کی ہندو بات میں حصہ وافر طور سے  
 کے باوجود یہ دعویٰ دہرائے پر بھی شرمائے کہ "خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں  
 شریک نہ تھے۔"

یہ لوگ آج بھی بھارتی بیٹاؤں کے ساتھ اپنے رواں دوا کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں۔ ان  
 کی آئے دن کی بھارتی بیڑاؤں و بلاں کے ہندو راہنماؤں کے ساتھ بیاری کی عینیں اور اپنے دینی  
 مدارس میں ان مہاشوں کو بطور مہمان خصوصی بلانے کے واقعات تو تازہ ترین اخبارات میں موجود  
 ہیں۔ سونیا گاندھی اور دوسرے بھارتی راہنماؤں اور اعلیٰ درجے کے ایک قومی نظریہ کے لیے خدمات کو  
 آج بھی سراہتے اور دھوا کر رہتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ سوادِ عظیم کے علاوہ مشائخ کی اس عظیم تحریک کے وارث کہاں ہیں،  
 جن کی بے مثال جدوجہد نے تحریک پاکستان کے چراغ کو روشن کرنے کے لیے اپنے لہو کا گاجل  
 فراہم کیا تھا؟ — علامہ اناس اس لیے موردِ احترام نہیں ٹھہرائے جاسکتے کہ راہنمائی اور راہبری کا  
 فریضہ بہر حال انہی کا کام ہے، جو اس منصب پر فائز ہیں، یہ ایک صلح اور انتہائی تکلیف دہ حقیقت  
 ہے کہ ہندو بالائے شخصیات کی عظیم مسندوں پر بونے اور کوتاہ بین فروکش ہیں جو اپنے مفادات اور جہا  
 و جہال سے آگے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ بھول حکیم الامت علامہ اقبال ع

زخموں کے تحریف میں عقابوں کے نشیمن!

مناجی کاروائی لٹ رہی ہے اور وہ خوابِ فرکوش کے حرے لے رہے ہیں اور شکوہ یہ ہے کہ  
 لوگ بے راہ ہو رہے ہیں۔ اور اوروں کا نف، تسخیر و جاپ اپنی جگہ لیکن عمل سے کنارہ کش قوم کی  
 شہرت نتیجہ کی توقع کیوں کر سکتی ہے۔ ہمارے اعلیٰ قلم نے تاریخ کے ساتھ ہونے والی اجتماعی زیارتی  
 کا بھی کھلے اور اک نہیں کیا۔ محفرو و صادق کو بی بی بے شرمی کے ساتھ سراجِ قدس وال اور نیچے ثابت کیا  
 جا رہا ہے مگر ہمارے لکھنے والے، اس چوری اور سید زوری پر صدائے احتجاج بھی بلند نہیں کرتے۔  
 اٹھو اور اس کے فاضل مؤلف آج بھی زبانِ حال سے تقاضا کرتے ہیں کہ عافیت اور مصلحت کے  
 مجروحوں سے کل کر رسمِ شیعہ ہی ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

شاید کہ آخر چاہے ترسے دل میں مری بات

يَحْيَىٰ بِلِلّٰهِ مِنَ اتِّعَافٍ رَّضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَمِنْ خَرَجِهِمُ الرَّحْمَةُ إِلَى

# النُّور

یعنی

حالات حاضرہ پر ایک مصلحانہ نظر

مقدمہ

فقیر محمد سعید عثمانی اشرف عفی عنہ

خدا داد فرما کر کتب و نشر فی صیت

وہم الکتاب فی عن سوا لی

اہتمام محمد سعید عثمانی اشرف عفی عنہ

پہلے مطبع مسلم یونیورسٹی ایسی ہیوٹ کی گذشتہ ۱۹۲۱ء

۱۹۲۱ء میں سے شائع ہوا

(قیمت ۳۰)

۱۹۲۱ء

# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰	جمعیت کا پہلا اجلاس اور فقیر کا اکتاس	۱	انداد کاؤ کشی کی سابلہ کوششیں
۲۱	الرشاد پر اقتراض کا جواب	۳	قرآن و مساجد کی بے حرمتی
۲۲	جنگ بلقان اور موقع مناسب کا اعلان	۴	کانگریس اور مسلم لیگ کا مفاد و مابعد
۲۳	واقعہ پنجاب و ریاد خلافت	۵	اتحادیوں اور ہندوؤں کا اتحاد
۲۴	خلافت کا نام اور سورج کا کام	۵	اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا طرز عمل
۲۵	ہٹلر کی ایجاد	۶	ستم ظریفی
۲۶	نان کو آپریشن	۷	موجودہ ہادیان قوم
۲۷	ایک مخالف کا ازالہ	۸	مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا پہلا دور
۲۸	مسلمانوں کی بیچ میرزہ خاندان	۹	تعلیم و تادیب اور اتباع کو روانہ
۲۹	ہٹلر اور مشرک مذہبی کی فیلسوفی	۱۰	پہلی منزل
۳۰	کانگریس سے مسلمانوں کے اعراض کی وجہ	۱۰	تالیف قلب کا سنگ بنیاد
۳۱	ہندوؤں کی رفتار ترقی کی سمتیں	۱۱	خلافت کیٹی کا سنگ بنیاد
۳۲	سلف گورنمنٹ کا نذرانہ	۱۲	قومی مجالس کا انعقاد
۳۳	سور سامری کا کرشمہ	۱۳	واقعات اور نتیجہ
۳۴	حصول غلبہ کی ایک عجیب تدبیر	۱۵	کانگریس کے دو اصول
۳۵	ذوق شہادت	۱۶	علمائے سیاسی سے ایک استفہار
۳۶	خلافت کا رخ سورج کی طرف	۱۸	تعلیم و تلقین کا اہل
۳۷	عاجز انہ المٹاس	۱۹	سیلاب مخالفات و تحریف حدیث



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	مغالطہ کا خطرناک نتیجہ	۳۸	سیاسی علماء کا پس فوٹی
۵۶	ایک اتھاس	۳۹	علمائے سیاسی اور لفظ جہاد کی تحقیق
۵۷	اسلام کا مل و مکمل ہے	۴۰	تین جہاد
۵۸	سیرۃ خاتم النبیین کا ایک صفحہ	۴۱	علمائے سیاسی اور مسئلہ جہاد کی توہین
۵۹	عہد نبوۃ کا آغاز اور اس کا قبائلی پر اثر	۴۲	جنگ طرابلس بلقان کے موقع پر ایشیا
۶۰	کفار کی ایذا رسانی	۴۳	علمائے سیاسی کا ہجرت کے متعلق تباہ کن
۶۱	مدینہ طیبہ میں مخالفوں کا ہجوم	۴۴	قبل ازیں لفظ جہاد کا اثر
۶۲	تمام ممکن حالات سے مبلغ اسلام مسلمین	۴۵	مسلم لیڈروں کا کفر و کفریہ ادغام
۶۳	کا مقابلہ	۴۶	رہبر کی اقسام
۶۴	سلاطین سے خطاب	۴۷	بالعکس معاملہ
۶۵	حیات اقدس کا دوسرا رخ	۴۸	دماغ کے برب العالمین
۶۶	تبلیغ کی بے نظیر شان	۴۹	نان کو آپریشن کا ملع جادہ
۶۷	ہدایت کا ایک بے مثل واقعہ	۵۰	مفہوم نان کو آپریشن کا تدریجی تبدل
۶۸	حقیقی سجدہ	۵۱	نان کو آپریشن کے مختلف ترجمہ
۶۹	پیغمبر کی حیات مقدسہ ہر حالت میں مسکین	۵۲	نان کو آپریشن کے لئے شرعی لباس
۷۰	نمونہ ہے	۵۳	نان کو آپریشن
۷۱	لفظ و لا کے معنی کی تحقیق	۵۴	علامہ دہلوی سے علمائے سیاسی کا استفادہ
۷۲	موالات فی العمل اور موالات صوری کا فرق	۵۵	علامہ علی کا حکم اور علمائے سیاسی کا تسلیم خم
۷۳	غیر مسلم سے موالات ہر حال میں ممنوع ہے	۵۶	کفار و مشرکین اور کفار اہل کتاب میں فرق و تراب
۷۴	علمائے سورہ کی ایک عیاری	۵۷	علمائے سیاسی کا اضطراب اور ایک مغالطہ
۷۵	تفسیر حلالین	۵۸	کی ایجاد
۷۶	تنویر	۵۹	تقریر مغالطہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۸	اجارہ	۷۰	تفسیر مفیادی
۱۰۹	کافر کا کام انجام دے کر ہجرت لینا	۷۱	تفسیر مدارک
۷۲	کافر کو نوکر رکھنا	۷۳	تفسیر البحر المحیط ابو حیان اندلسی
۷۳	کافر سے قرض لینا	۷۴	تفسیر خازن
۱۱۰	کافر کا علاج کرنا دو بھیجنا	۷۵	تفسیر کبیر
۱۱۱	ہدیہ دینا اور شرک سے ہدیہ طلب کرنا	۷۶	تفسیر ابن جریر
۷۷	کافر کا ہدیہ قبول کرنا	۷۸	حضرت حاطب کا واقعہ
۱۱۲	دوسری روایت	۷۹	تفسیر ابن جریر
۷۸	تیسری روایت	۸۰	آیت لایہدکم اللہ کی شان نزول
۱۱۳	نفع مسلمین کے خیال سے کافر کو مال دینا	۸۱	تفسیر ابن جریر
۱۱۴	کافر کے ساتھ رفیق و مدارات	۸۲	ابن جریر کی ناقص عبارت سے حکیم فقہ کا استدلال
۱۱۵	مدارات کی دوسری روایت	۸۳	نویں و نوزدہ آجیوة الدنیا
۱۱۶	فقہائے کرام کی تحقیقات	۸۴	یہودیوں سے معاہدہ
۷۹	دشمن کے ملک میں بغرض تجارت جانا	۸۵	مشترکین کو سے صلح
۸۰	دارالحرب میں کس قسم کی بیع حیوان کی اجازت ہے	۸۶	
۸۱	دارالحرب میں کس قسم کے اجناس کی بیع کی اجازت ہے	۸۷	
۸۲	گھوڑا اور ہتھیار دارالحرب میں لیجانا منع ہے	۸۸	
۸۳	دشمن کو ہدیہ بھیجنا	۸۹	
۸۴	دشمن کا ہدیہ مرسل الیک کس حال میں مقیم کرنا	۹۰	
۸۵	اور کس حال میں اس کا غاص ہوگا	۹۱	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۷	خلافت سے جنگ انگریزوں سے موات	۱۱۸	کافر کا نوکر رکھنا
۱۴۹	واقعہ کر بلا سے مثال	=	کافر کی نوکری کرنا
۱۵۰	علمائے سوعی ہندو پرستی	=	کافر کو امور کفار کے لئے مقرر کرنا
۱۵۳	عصبیت اسلامی کی تخریب	=	منفیان سیاسی کی خیانت
۱۵۵	نبوت و سلطنت کا فرق	۱۱۹	منفیان سیاسی کی فریب دہی
۱۶۰	عمود الی المقصود	۱۲۱	کفار کا عمل بائیکاٹ
۱۶۱	حکومت سے عام گم	=	روایت اول
۱۶۲	مسلمانوں کا مخصوص گم	=	دارالندوہ میں بائیکاٹ کی تحریک
۱۶۸	مسئلہ خلافت	۱۲۳	جنگ بدر
۱۶۹	مباح کا فرض ہو جانا	۱۲۷	کافر کے ساتھ دنا اور انصاف
۱۸۱	ترمیم کے پانچ وجوہ	=	دوسری روایت
۱۸۳	مسئلہ تعلیم	۱۲۸	تیسری روایت
۱۸۷	مقررین کی فرض ناشناسی	=	چوتھی روایت
۱۹۰	تعلیمی امداد کا مسئلہ	۱۲۹	چوتھی روایت کی فریہ تفصیل
۱۹۲	علوم مغربیہ اور مسلمان	=	کافر کو مسلم بنانا
۱۹۵	تعلیمی تناسب کا اثر	=	اقساط کی کھلی مثال
۱۹۷	مشرقی تعلیم کی کس مہر سی	۱۳۱	فتح مکہ سے نظیر
۲۰۰	قومی قوت کے ارکان	۱۳۲	حضرت عکرمہ کا واقعہ
۲۰۹	تخصیص بحاث و مابہ الاختلاف	۱۳۳	حضرت عثمان بن طلحہ کا واقعہ
۲۱۲	لیڈروں کے جوش کی حقیقی علت	۱۳۴	انقلاب عالم کے ارکان ثلاثہ
۲۱۳	لیڈروں کے اقسام	۱۳۴	سلطنت کا اثر
	تمت	=	تہور کا اثر
		۱۳۵	علم کا اثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

هُوَ الْحَقُّ

اسلام کا دشمن کی  
سابقہ کوششیں

سن سٹاؤن کا ہنگامہ اور ستارہ مسلح دھمکی مسلمان ہند کا غریب غم  
مراد ہے مسلمانوں کے اس تزلزل سے اُن کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے  
کی کوشش شروع کی اور بہت جلد مسلمانوں کے اہلک اور دیگر عبادت و عزت کے سامان اہل ہند کے  
دست تفرق میں آ گئے۔

ہندوؤں کو جب اس طرف سے ایک گونہ اطمینان پیدا ہو گیا تب انہوں نے مسلمانوں کے  
ذہب پر حملہ آوری شروع کی۔ مظالم و جفاکاری کا ایک کوہ آتش فشاں تھا جس سے انوں واقف  
کے شعلہ بھٹ کر نکلتے اور جا بجا مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو ان کے حقوق کے ساتھ خاک مینا  
کرنا چاہتے تھے۔



یوں تو مسلمانوں کا ہر کن مذہبی اہل ہند کو چیلنج پا کر دینے کا کافی بہانہ تھا لیکن بقرعید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلام اور ہیجان ان میں پیدا ہوتا اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ لیکن غیرت مند مسلمان اپنے اس دینی وقار اور مذہبی استحقاق کے قائم رکھنے میں ہمیشہ استقلال و ہمت سے ان کی سنگاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

محض سفاکی دے رہی گو چند سال کے تجربے جب کہ ناکافی ثابت کیا تو اہل ہند و مذاہرہ میل کی آمیزش اپنی جفاکاری میں ضروری سمجھ کر تلس و تلبیس سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ شہ ۱۲۹۰ ہجری میں اہل ہند نے ایک عبارت استغنا و تب کر کے بنام زید و عمر مختلف شہروں سے متعدد علماء کرام کی خدمت میں روانہ کی۔

استغنا میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ موقع بقرعید پر گائے کی قربانی جب کہ موجب فتنہ و فساد و امداد امن و امان میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کر دیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرات علمائے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ شریعت نے جو احتیاط عطا فرمایا اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے خوف فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیے بہ پاس خاطر ہند یا خوف ہند اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں۔

دو تین برس بعد پھر اسی قسم کا استغنا جاری ہوا اور پھر دربار شریعت سے یہی فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا المنقنی اور رضا خاں صاحب بریلوی کا رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر شہ ۱۳۰۰ ہجری کا تصنیف ہے اسے ملاحظہ فرمائیے، اور مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری حقیقت واضح ہو جائیگی۔ اس کے بعد شہ ۱۳۱۲ ہجری اور شہ ۱۳۱۳ ہجری میں پھر اسی سوال کا اعادہ کیا گیا اور دارالافتاء سے اُسی نکتے جواب کا افاغہ فرمایا گیا۔

گوپا اور ٹوئیں مہب کہ ہندوؤں نے ایک شہر عظیم پایا کیا اور بعد قتل و غارت گری اور بے حرمتی

مساجد اس کوشش میں سرگرم ہوئے کہ حکام کچھری پر یہ ثابت کریں کہ قربانی کاٹو سے ہندوؤں کی دلی آواز  
ہوتی ہے اور گائے کی قربانی سبب جازت مذہب اسلام نہیں اس وقت علامہ چریا کوئی مولانا محمد فاروق صاحب  
عباسی نے ایک رسالہ چھپوا کر شائع فرمایا جس میں دلائل عقیدہ اور نقلیہ سے اچھی طرح ثابت فرمادیا کہ اہل ہند  
۱۱۷۱ھ کے باطل محض بے بنیاد ہی نیز واقعات مؤکد متنازع ایک مستحسن میں نظم قربانی جو ہندوؤں کے  
مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت و استقامت کی ہو ہو تصور یہ ہے۔ یہ دونوں رسالے چھپ کر ملک  
میں شائع ہو چکے ہیں۔

اشارات صدر سے صحت اس قدر ثابت کرنا ہی کہ ہندو مسلمانوں کے شعار دین کی توہین اور  
ارکان مذہبی کے نیت و نابود کرنے میں اپنی پوری جسمانی مالی اور دماغی قوت محملاً گونج پر صرف کرنے  
میں بچاؤ بریں سے مسلسل ساعی و کوشاں ہیں لیکن علمائے کرام اور عارفہ مسلمین آج تک ان کے دہشت  
میں پناہ لینے سے انکار بیزاری کرتے رہے۔

قرآن و مساجد | ہندوؤں نے جو شش و شست میں آکر قرآن مجید کے ساتھ بارہا بے ادبی کی ہے  
کی بے حرمتی | مساجد کی بے حرمتی میں ہمیشہ انہوں نے ظالمانہ ہاتھ بڑھایا ہے مسلمانوں کی جانوں  
اور مصمتوں کو نہایت بیباکی سے انہوں نے تباہ و برباد کیا ہے غرض ان کے اختیار و قوت میں جس قدر  
مسلمانوں کے دین پر حملہ کرنا ممکن تھا اس سے یہ کبھی باز نہ رہے۔ اہل ہندو کے وہ مناظر خویش جو  
بائع محرم احرام یا اذان وغیرہ پر ہوا کیے ہیں ان کی فہرست مظالم بھر عید سے علاوہ ہے۔

کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کیا یہ امر متعجب دلیل ہے کہ ہندوؤں میں اس کی طاقت کہاں تھی جو  
تسلطیہ پر حملہ کرتے اس کی قوت ان میں کب تھی جو عراق و شام پر یہ فوج کشی کرتے۔ ایسے سامان  
انہیں میر کہاں تھے جس سے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر یہ اپنا تصرف کرتے یا جزیرہ العرب کو  
پلٹے دار حکومت میں داخل کرتے۔ ان کی انتہائی قوت میں اسی قدر تھی کہ مسلمانان ہند پر بزدلانہ

فلوں سے اپنی اس پاس گزاری اور منت پذیری کا ثبوت دیں جو انسان و احسان مسلمانوں نے اپنے ایام سلطنت میں ان کے ساتھ مری رکھے۔

کانگریس اور مسلم لیگ | ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ نے بعد معاہدہ اتحاد کا آواز دیا  
کیا اس وقت مسلمانوں کی خلافت مقدسہ دول یورپ کے زفر میں غنی ہو

تمی اس لئے مناسب یہ تھا کہ مسلمانان ہند مقامی اور وطنی نزاعات کو صلح اور آشتی کے ساتھ ط  
کریں اور پوری توجہ سے خلافت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت پر تداہیر سوچ کر عمل آراہوں۔ لیکن  
ہندو مسلمانوں کے اس عالم پریشانی سے بغیر فائدہ حاصل کیے کیونکر رہ سکتے تھے۔ ایک دو برسے ہندو  
لیٹھس نے تو سحر آمیز انصافوں خوانی لیڈران مسلم کے کانوں میں بے نیلہ راز شریع کی اور باقید نے ملکر  
ایک قیامت آورہ اور شاہ آباد میں بپا کی دوسرے سال کٹار پور میں اپنی عداوت کا نشانہ بننے والا  
ثبوت پیش کیا۔

میں ایسے موقع پر جب کہ سلمان انتہائے اضطراب و بے چینی کے عالم میں مبتلا تھے۔ ان دونوں  
مقامات پر یکے بعد دیگرے آتش فساد مشتعل کرنے سے ہندوؤں کا یہ مقصد تھا کہ مسلمانان ہند اپنے  
مصائب میں غنیمت میں خلافت سے محروم رہ جاویں اور یورپ کی وہ سلطنتیں جو اسلامی مرکز پر  
ملا آ رہیں ہندوؤں کے اس فتنہ و فساد سے مظاہرہ و اعانت کا فائدہ حاصل کریں۔ الہ آباد و بریلی وغیرہ  
میں عشرہ محرم الحرام کے موقع پر جو فساد ہندوؤں نے کیا وہ اس کے علاوہ ہی۔

اتحادیوں اور | اتحادیوں میں فوج کشی اور ملک گیری کی قوت تھی اس لئے وہ اپنی اس قوت  
ہندوؤں کا اتحاد | سے کام لے رہے تھے اور ہندوؤں میں یہ طاقت تھی کہ ایسی نازک حالت میں  
مسلمانان ہند کو معافی آفات میں الجھا کر ارض مقدس کی خدمت سے باز رکھیں اس لئے وہ اپنی اسی طاقت  
کو عمل میں لا رہے تھے۔ غرض اس انتہائی ایام مصیبت میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں اتحادی

سلطنت اور ان کے ملکی بھائی دونوں برابر کے شریک و شہم تھے۔ ملکی بھائیوں نے بعد اتفاق و اتحاد ذرہ برابر بھی غارت گری اور دزدگی میں کمی و کوتاہی روا نہ رکھی اور اپنے اس ظلم کو جسے چاس برس سے پڑش کر رہے تھے آ رہ شاہ آباد اور کٹر پور کے مسلمانوں کے خون سے پھر ایک بار سینچا۔

اس کے مقابلہ میں ہندوؤں کے اس برتاؤ اور برادر نہ سلوک کے مقابل میں اگر مسلمانوں کا طرز عمل دیکھا جائے تو اچھی طرح فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ حق ہمسائیگی کی رعایت کس نے ہمیشہ ملحوظ رکھی ہو۔

بہت سے رواسم شرک و کفر ہندو اس طرح انجام دیتے ہیں کہ ان کے طرز و ادا پر مسلمانوں کو ان کا مذہب اس کے استیصال اور ممانعت کا حکم دیتا ہے لیکن کوئی واقعہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس میں دور دراز کے مسلمانوں نے اجتماعی حالت سے کہیں ہندوؤں پر حملہ آوری کی ہو۔ رام لیسلا گنیش اور ہولی وغیرہ ہندوؤں کے ایسے تہوار ہیں جن میں بارہا ہندو کی جانب سے اشتعال انگیزی ہوا کی ہے لیکن ناگزیر و منفرد حالتوں میں بھی بحر مقامی مسلمانوں کے کوئی قوت و جمعیت دیگر اضلاع سے پہنچ کر مدافعت کے لیے کبھی مجتمع نہ ہوئی۔

انہما ہے برادر نوازی اور حق ہمسائیگی کی تازہ ترین مثال واقعہ کٹار پور ہندوؤں نے تو مسلمانوں کو بند مکان میں آگ لگا کر جلایا اور ان کی جان مال اور آبرو کو نہایت بیدریغی آگے سے تباہ کیا لیکن جب مقدمہ حکومت کے ہاتھوں میں پہنچا تو باوجود اس کے کہ عائد ہندو ان مخزن ہندوؤں کے حمایت میں ہر طرف سے ہر طرح کی امداد پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے لیڈروں نے بجائے معاونت اور حقیقی تنگساری یہ یقین شروع کی کہ مسلمانان کٹار پور درخواستیں دیں و شہر میں بھیجیں کہ ہم اپنا دعویٰ واپس لیتے ہیں۔ گورنمنٹ ان مجرموں کو رہا کر دے۔ پھر جب کہ فیصلہ چانس کی



باہمیوں سے بدلتے لگے اور آئندہ کا چہرہ بالکل ہی تاریک پڑ گیا مجبور ہو کر قوم کی طرف اپنی غنائوں  
 کا رخ ان حضرات کو پیرنا پڑا اسی کے ساتھ بعض نفس آرا خود مانہ نگامہ افزا اشخاص کے ساتھ ملنے  
 پر مجبور ہوئے۔ مذہبِ حق کے سچے ہمدرد اُسی وقت کھٹک گئے تھے کہ یہ عنایت اور یہ باہمی  
 آئینش مسلمانوں کے کسی دینی و مذہبی حق کو بغیر سلب کے نہ رہیگی۔ چنانچہ یہ نتیجہ آج اُسی عنایت اور  
 قرآن کا ہر جو گامے کی قربانی مسلمانوں سے چھوڑائی جاتی ہے موجدین کی پیشانیوں پر نقشہ جو شعائرِ حق  
 ہی کھینچا جاتا ہے مساجد اہل ہندو کی تفریح گاہیں، مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہے۔ ہولی شعائرِ اسلام  
 ہے جس میں ہنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہل ہندو کے ہاتھوں سے جب کہ وہ نشہ شراب میں بہست ہوں  
 عجب دلکش عبادت ہے۔ جنوں پر یوٹریاں چڑھانا ہار پھولوں سے انھیں آراستہ کرنا پھولوں کا تلہ منام  
 کے سروں پر کھنا خالص توحید ہے یہ سب مسائل ان صورتوں میں اس لیے ٹھحل گئے کہ ہندوؤں  
 کی دنیوی اور استرفاضہ زیادہ اہم نہ توحید ہی نہ رسالت نہ معاد نفوذ بائبل و تلمذ۔  
 مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا پلنگہ ہندوستان میں جب ہی سہی علامتیں اپنی سلطنت کی مٹ گئیں اور برٹش  
 حکومت ہر پہلو سے مضبوط ہو گئی اس وقت مسلمانوں کے لیڈروں نے مرتبہ افزا میں آکر اس سلطنت  
 کے برکات اور اس حکومت کے فیوضات کا خطبہ جو پڑھنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوا کہ تلاوت  
 کلامِ پاک سے بھی زیادہ ثواب اس وقت اس میں ہے کہ حکومت کی حمد و ثناء سے زبانِ قرر کی  
 جائے اگر یزیدوں کے حقوق اور مسلمانوں کی وفا شکاری اور اطاعت گزاری پر جو رساں  
 لکے گئے ان سے بھی سمجھا جاتا تھا کہ نزولِ قرآن اور تسلیمِ اسلام کا خلاصہ اور جوہر یہ ہی کلامِ حق  
 میں اس طرح اپنے کو لے کر فنا کر دو کہ نہ تو غیبری نہ من غیبرم کی شکل پیدا ہو جائے۔ پھر  
 کوئی بڑے سے بڑا مبصر یہ نہ بتا سکے کہ اصل کون ہے اور نقل کون۔ اسی مقصد کو پیش نظر  
 رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔

## تخلیہ جامد اور اتباع کورانہ

ایک عرصہ تک اس تقلید جامد اور کورانہ اتباع کے لطائف میں رہیں  
کو مدح خواں اور شنگتر بھی پایا گیا لیکن اتنا دیر نہ رہا کہ جس  
کیف و مشورہ میں حالت مساوات پیدا کر دی تو اب یہ فیصلہ ہوا کہ غلامی سے کسی زندگی کا بہتر ہونا  
اور وہ بھی مسلمانوں کیلئے یہ تو ناممکن اور امر محال ہے لیکن حکومت اور سلطنت کی غلامی اپنے  
منوب الیک کے اعتبار سے ایک علو و بلندی رکھتی ہے اب تک مسلمان جو برکات غلامی سے  
محروم رہے وہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی غلامی نسبت علی رکھتی ہو دقت آگیا اور ضرورت اس کی  
عیاں ہو چکی کہ مسلمان اپنے اُس قوم ہمسایہ کی جس پر کسی عہد میں انھوں نے صدیوں تک حکومت  
کی تھی بحال عقیدت غلامی اختیار کریں تاکہ ثمرات غلامی سے بدرجہ اتم و اکمل بہرہ مند ہو سکیں  
اسی نصب العین کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کی رفتار دوسرے جانب موڑنے کی  
کوشش کی۔

پہلی منزل | مشرمانیٹگو کے سامنے دہلی میں جس وقت ایمان ہند کے وفد پیش ہو رہے  
تھے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی پیشی کی نوبت آئی تو اس جماعت کا جو ایڈریس تھا اُس میں یہ  
گزارش بھی پر زور الفاظ میں کی گئی تھی کہ ہندوستان سے گھائے کا ذبح کرنا موقوف کیا جائے  
جدید آقا کے دربار میں جو ضرورت و عقیدت کے ہاتھوں پیشکش ہونے والے تھے اُن میں  
سب زیادہ پسندیدہ یہی نذر تھی جس کا سامان اس طرح انجام دیا جاتا تھا کہ پانچاہ و خدو جو پیش  
نہ ہو سکا اندازے سرکار میں اس ایشار کی کچھ نمایاں قدر دانی بھی نہ ہو سکی۔

قربانی کا مسئلہ چون کہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں سے متعلق تھا اس لئے محض لیڈ  
کے ہاتھوں کا فیصلہ قابل قبول سرکار ہندو ہرگز ہونیں مکتا تھا اس کے لئے لیڈر حضرات کو کوئی ایسا  
میلو لیا جا کر نافذ نہ تھا جس کی وساطت سے قلوب عوام پر اس طرح قابض و متصرف ہو جائیں کہ مایا

وقت و نہ ہر کے ہریت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

مسلمانوں کے لیڈر اسی خیال میں تھے کہ کانگریس کا جلسہ دہلی میں منعقد ہوا صدر مجلس کانگریس مشرین موہن مالویا بالقابہ اپنی آخر نشست میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز رہیں اور ان کی طرف برادرانہ محبت سے ہاتھ بڑھائیں۔

اس دل آزاری اور محبت کی تفسیر بھی براہ مہربانی خود ہی صدر نے مابعد میں فرمادی کہ ”اگر مسلمانوں کے نہ یہی نقطہ خیال سے گائے کی قربانی نہایت ضروری ہی تو باوجود اس تکلیف کے جو مجھے اس معاملہ میں ہوگی میں قربانی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں“ قابل غور یہ نکتہ ہے کہ مسلمان لیڈر جبکہ جوش محبت ہندوؤں کی خود ہی بغیر تحریک ظاہری ہوٹو کٹا پور سے مقام پر جہاں اس شدت و سیرجی سے ہندوؤں نے قربانی گاؤں پر ہجوم اور حملہ آوری کی تھی جس حملہ و ہجوم نے مسلمانان کٹا پور پر گائے کی قربانی واجب کر دی تحریک ترک کی باؤں گونا گوں کرہے ہیں پھر گورنمنٹ سے بواسطہ مشرین مالویا اپنے ایڈریس میں یہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند کوئی ایسا قانون وضع کرے جس سے ہندوستان میں گائے کا فوج کرنا قانوناً جرم قرار پا جائے ایسی حالت میں من موہن مالویا جیسا غیر خواہ ہندوستان کانگریس جیسے ویسا جلسہ میں خود اپنے منہ سے یہ کہے کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز آئیں یہ سمند شوق و آرزو پر ایسا تازیانہ ہے کہ ایک لمحہ کا سکون و قرار بھی تعجب سے خالی نہیں اس پر بھی لیڈروں نے کال ایک سال تک انتہائے ضبط و خود داری سے کام لیا اور اس عرصہ میں وہ اجزا و عناصر فراہم کئے گئے جس سے تحریک ترک قربانی گاؤں ہمہ گیر ہو جائے۔

تالیف قلوب کا سنگ بنیاد | ۱۹۱۷ء میں مسلم لیگ کا جلسہ بھی دہلی میں ہی منعقد ہوا تھا

جلسہ تقبالیہ کے صدر نے جو اپنا خطبہ اُس وقت پڑھا ہے اُس میں سُنہ خلافت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے ترکوں کی حمایت میں صدر اُسے احتجاج بلند کی ہر برسوں کا بھولا ہوا سبق جو آج یاد آیا ہے یہی علامہ مسلمین کے تالیف قلوب کا پہلا سنگ بنیاد ہے جسے ڈاکٹر انصاری صاحب نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ مسلم لیگ اپنے ہاتھوں سے رکھا۔

اس سال کی قومی و ملکی مجالس میں صرف اسی قدر کارروائی ہوئی کہ جن میں مولوی امجد علی نے مسلمانوں کو دل آزاری ہندو سے منع فرمایا اور ڈاکٹر انصاری صاحب نے حمایت خلافت کا علم بلند فرمایا۔

علامہ ریاضی نے بھی وقت شناسی سے کام لے کر اس موقع پر اپنے فتوے کا اعلان ضروری سمجھا۔

اسی کے ساتھ یہ گزارش بھی سُن لیجئے کہ انھیں آیام میں مشرکانہ جی اپنے دوران سفر میں بعض ایسے لیڈروں سے ملاقات کرتے ہیں جو قومی اور ملکی مجالس میں اپنی معذوریوں سے شریک نہیں ہو سکتے تھے پھر اسی کے ساتھ ستیاگرہ اور ہڑتال عام اور رفع امتیاز مسجد و مندر جس کے محرک مشرکانہ جی ہیں اسے بھی منظم کر لیجئے۔ یہ متفرق اعمال جن میں بظاہر کوئی سلسلہ معلوم نہیں ہوتا اپنے اپنے محل و موقع پر انجام پانے والے تو اب ۱۹۱۹ء میں بتایا کہ ان کو برسر مقام دہلی خلافت کمیٹی کا سنگ بنیاد پڑنا ہے اس موقع پر ہندو بھی ایک کافی تعداد میں بحیثیت نمایندہ شریک ہوئے جن میں خصوصیت کے ساتھ مشرکانہ جی کا نام قابل ذکر ہے جنھوں نے اس خالص ہندو جلیہ کی ایک اجلاس میں صدارت بھی فرمائی تھی اور علامہ ریاضی نے آپ کے تشکر و امتنان میں وہ سب کچھ ارشاد فرمایا جس کا جذبہ حقیقت اور جوش اقبل و تحلیہ مقتضی تھا۔



اظہارِ شکر کے ذیل میں مولانا صاحب نے اس کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھا کہ مسٹر گاندھی صاحب کے اخلاق اور گفتگو سے میں یہاں تک متاثر ہو چکا ہوں کہ گائے کی قربانی میں نے ترک کر دی بلکہ خلافت کے مقاصد اور اصول عمل اسلامی و دینی سے ترک قربانی کا وکالت کچھ یا تو لیکن یہی جملہ جو بطور حکایت بیان ہوا اور جو الفاظ مسر سری طور پر اٹھائے شکر و امتنان میں آگے دینی اہلیت یہ ایک زبردست دیباچہ اور مقدمہ تھا اس کتاب کا جو آئندہ ماہ دسمبر میں اسی سال ملہِ مسلمین کے لئے تصنیف ہونے والی تھی اسی کے ساتھ خلافت کے نام سے جو ایک ہڑتال ہوئی اسے تیسرے کتاب سمجھ لیجئے۔

اب دسمبر کا مہینہ آتا ہے اور قومی مجالس کا انعقاد امرتسر میں ہو رہا ہے قومی مجالس کا انعقاد  
مسلم لیگ کے صدر مستغنی عن اللقب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب ہیں  
دہلی اپنا خطبہ صدارت پڑھتے ہیں جس کی بشارت کا پانچ ملک میں تقسیم ہو چکی ہیں تقریباً چار صفحات  
میں صدر مسلم لیگ نے مسئلہ قربانی سے بحث فرمائی ہے ابتدا ہی جملہ یہ ہے۔

گائے کو کشی کا ذکر ہم لوگ ایک عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے ہیں  
لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔  
صفحہ ۳۳ میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ ہندوؤں کی غنایت و کرم کا اظہار فرمایا گیا ہے اور  
صفحہ ۳۴ پر مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ سے بحث کرتے ہوئے یوں ارشاد ہوتا ہے: ”ہندوستان  
چھوڑ کر تمام عرب شام مصر طرابلس اور ایشیائے ترکی وغیرہ کے مسلمانوں کو دیکھئے جن میں  
کروڑوں کی تعداد نے زندگی بھر اس سنت کو بغیر گائے کی قربانی کے ادا کیا ہے عوام بھاپے  
اس پر پہنچے تاہم جیسے یہ سمجھے کہ گائے کو قربانی کے لئے تمام بلادِ اسلامیہ کے مسلمان  
ہوتے بھی نہیں لیکن خفیف سایہ شبہ عوام کو رہ جاتا تھا کہ شاید اس دور سے پیشتر محمد رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں گائے قربانی ہوتی ہو یا ہوئی ہو اس  
 شبہ کو مٹانے کے لئے حکیم صاحب نہایت شد و مد سے ایک حدیث میں کچھ اپنی طرف اشارہ  
 فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ”اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب  
 میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔“

مسلم لیگ میں جب رزلوشن پیش ہونے لگے تو ڈاکٹر انصاری صاحب نے ترک قربانی  
 کا وکاز رزلوشن پیش فرمایا جو تھوڑی خوش بیانوں کے بعد منظور ہو گیا۔ مولانا عبدالباری صاحب  
 فرنگی محل نے قومی و ملکی مجالس سے مراجعت فرماتے ہوئے سہارنپور میں ایک تقریر فرمائی تھیں  
 مسئلہ قربانی کے متعلق جو کارروائی مسلم لیگ نے انجام دی تھی اس کی تائید و تحسین میں کافی زور دیا  
 الفاظ ارشاد فرمائے۔

”مستغنی عن اللقب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی کا مسلمانان کٹاپور کے  
 پاس صحیفہ متعلق ترک قربانی کا وکھینچنا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب کا خلافت کی حمایت میں ایک سال  
 قبل صدر کے احتجاج بلند فرمانا۔ پھر نومبر میں جملہ خلافت کا اعتقاد اور گاندھی صاحب کی ایک  
 جلسہ میں صدارت اور مولانا عبدالباری صاحب کا اثنائے تشکر و امتنان میں ترک قربانی کا وکاز  
 سرسری تذکرہ پھر دوسرے ہی مہینے میں چند ہفتوں بعد مسلم لیگ کا جلسہ اور اس میں انھیں  
 ارکان ثلاثہ کا یکے بعد دیگرے اس مسئلہ کو اس طرح طے کر ڈالنا کہ مستغنی عن اللقب عالی جناب  
 حکیم صاحب خطبہ صدارت میں ملکی سیاسی اور مذہبی پہلو سے ترک قربانی کا وکاز پر زور دیتے ہیں  
 ڈاکٹر انصاری صاحب رزلوشن کی شکل میں پیش فرماتے ہیں جو منظور ہو جاتا ہے۔ مولانا عبدالباری  
 صاحب سہارنپور پر پور نکھر تحسین و تائید فرماتے ہیں اب وہ نذرانہ اور گران بہا تحفہ جو سرکار ہندو میں  
 پیش ہونے والا تھا اس کے لئے سارے اہل دہلی و بارہہ تن چشم براہ تھے۔ جس کا ذکر ستریاں گلو کے

سائے میں ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے وفد نے اپنے ایڈریس میں کیا تھا نیز جس کے متعلق موصوفے اشاروں اور استعاروں میں ذکر ہوا کرتا تھا اب وہ اس قابل ہو گیا کہ مسلم ہندوستان کے مسلمانوں کا ہاتھ اس نذر و دید میں شامل ہو۔

**واقعات اور نتیجہ** | واقعات صدر کونڈن میں رکھ کر ہر مسجد اور ذمی نعم اپنے طور پر اس کا فیصلہ کرے کہ ترک قربانی گاڈ کا فیصلہ لیڈروں نے کب سے کر لیا تھا۔

توقف کی ساتیں محض اس تدبیر میں بسر ہوئیں کہ ایسے اسباب و وسائل مہیا ہو جائیں جن کی وساطت سے عوام کے حق تلفی نہ سمجھیں بلکہ مذہبی امانت سمجھ کر دفعۃً لبیک کہہ انھیں اگر واقعات کے تسلسل اور افعال کی کرہیوں کو کجا ترتیب دینے سے کوئی نتیجہ صحیح پیدا ہو سکتا ہے تو پھر واقعات مذکورہ بالا کے تسلسل سے اس صحیح نتیجہ پر پہنچے کہ یہ دلفریب اور بھانے والی باتیں محض کہنے کے لئے ہیں کہ حاصد خلافت کی ماہیت اور بقائے خلافت کی شرعی ضرورت ہیں مجبور کرتی ہیں کہ گائے کی قربانی کو خلافت پر سے قربان کر دیا جائے۔

یہ امر قلمی بیان نہیں کہ اگر ہندو ترک قربانی گاڈ کی تحریک کرتے تو مائے مسلمین ہرگز ہرگز اس کو تسلیم نہ کرتے۔ لیڈر صاحبان بھی اگر اس کی اپیل سیاسی اور ملکی پہلو سے پیش فرماتے تو ناکیاب ہنے کا فن غالب تھا اس جیسے مسئلہ کے لئے اسی کی ضرورت تھی کہ شرعی اور مذہبی

لباس میں اسے مسلمانوں کے سامنے لایا جائے یہ پنولین کی پالیسی تھی کہ وہ مذہب کا نام نہایت گرجو شہی سے لیتا اور مذہبی بننے میں کمال مبالغہ سے کام لیتا تھا یہاں تک کہ بعضوں کو اس کے اسلام و مسلمان ہونے کا دھوکا ہو رہا تھا تھا کہ تالیف قلوب کا یہی ایسا دھوکا دہیہ ہے ہندو گری کا حق حاصل ہے۔ پنولین کی اسی پالیسی کو مدنظر رکھ کر اس وقت لیڈروں نے بھی حاصد کانگریس کی تحیل کے لئے ہندو مجلس منصفہ فرمائی ہے اسے ویکس و دیگر بنانے کے لئے

خلافت کی کسی کالقب دیا ہی تاکہ نہایت سہولت سے مسلمانان ہند وستان کی گردنیں ہندوؤں کی غلامی و اطاعت میں سرسبز ہو جائیں۔ برعکس منہ نام زندگی کا نور۔

**کانگریس کے دو اصول** | مقاصد کانگریس کے دو اصول تھے جن کے تحت میں سارے جزئیات داخل ہیں ایک کا تعلق حکومت سے ہے اور دوسرے کا مسلمانوں سے۔

مطالبات و اختیارات ملکی کا تعلق حکومت ہند سے ہے جس کے لئے ہندوؤں نے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ ہندو ماترم کا پر جوش نفرو ایجاد کیا۔ سیدیٹی کی تحریک کی یورپ کو بائیکاٹ کرنے کی قوم میں پلیس شائع کیں۔ ہندوؤں کی بنیاد رکھی۔ انتہائیہ کہ ہم بنانا سیکھا اور متعدد مواقع پر اپنے استعمال کی مشافی بھی ظاہر کی۔ لارڈ ہارڈنگ کا واقعہ صفحات تاریخ میں بہت نمایاں مقام رکھتا ہے جس کے پہلو میں کوئی دوسرا واقعہ کھانسیں جاسکتا۔ غرض جدوجہد کے جس قدر راستے ممکن تھے ان سب پر یہ چلے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن

مقصد کانگریس کا دوسرا حصہ جس کا تعلق مسلمانوں سے تھا اس کے اس خاص شعبہ میں تو ہندوؤں کو کامیابی ضرور حاصل ہوئی جس کا تعلق دفاتر ملازمت اور ممبری کونسل میونسپل و لوکل بورڈ وغیرہ سے تھا۔ لیکن اہم ترین جز یعنی امور مذہبی میں آدہ برابر بھی انھیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ مسلم سب ظلم و ستم سے یا بغیر حق شرعی ہلاک کیا جائے تو وہ مرتد شہادت یافتہ ہوتا ہے۔ یہی ذوق شہادت تھا جس نے مسلمانوں کو جادہ استقامت کے بٹنے نہ دیا۔ ہندوؤں کے ہر طرح کے مظالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور اپنی روحانی قوت اور ایمانی طاقت سے ہندوؤں کے جم غفیر کو خس و خاشاک ثابت کر دکھایا۔

وہ پریشان کن مملکت تہذیب میں جن کی وساطت سے ہندوؤں نے سلطنت سے بہت کچھ



حاصل کر لیا مسلمانوں کے مقابل میں سب کی سبے سود ثابت ہوئیں لیکن آج ہندو کے انھیں  
 مطلوبات اور مقاصد کی تکمیل جلسہ خلافت کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے پھر اسے اگر کوئی کانگریس کا  
 مرادف کے تو یہ غلط کیوں کر ہو سکتا ہے ہندو گائے کی قربانی میں چاچا برس سے مزاحمت  
 کر رہے ہیں ظلم و درندگی کی کوئی قسم ایسی نہیں جسے نہایت مہیا کی سے مسلمانوں کے ساتھ ہندو  
 نے برتاؤ لیکن آج سیاسی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہندو گائے کی قربانی چھوڑنے کی تحریک  
 کریں یا اس پر مزا تم ہوں تو صورت مسئلہ کی بدل جاتی ہے مباح و مستحب مسلمانوں پر واجب  
 ہو جائے گا۔ اس قضیہ شرطیہ کے سمجھنے کے لئے جس خاص دماغ کی حاجت ہے وہ علماء  
 سیاست دان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مو۔ گو۔ پا۔ بارٹھ۔ بہار۔ اجودھیا۔ آرہ۔ مشا۔ بابا اور  
 کٹار پور میں جو واقعات ہوئے شاید ان ہنگاموں اور خوں ریزیوں کی علت قربانی کا پور ہندو  
 کا فراعلم اور حملہ آور ہونا نہ ہو گا۔ بلکہ ہندو گائے لاکر مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے تھے  
 کہ تم انھیں گائوں کی قربانی کرو۔ جو ہماری پروردہ و مملوکہ ہیں اور جسے ہم برادر آئینیت  
 سے تمہیں ہدیہ پیش کرتے ہیں اور مسلمان ان گائوں کی قربانی کر لے بخشنا کی وند ہی انکار  
 کرتے تھے۔ آخر بات بڑی اور نساد ہو پڑا۔

علمائے سیاسی سے براہ مہربانی سیاسی علماء ایسے واضح طور پر بیان فرمائیں کہ یہ سارے  
 ایک استفسار جاں ستان واقعات جبکہ ان کے نزدیک نہ منع کرنا ہے نہ روکنا ہے  
 نہ مزاحمت ہر حد یہ کہ ان واقعات کا مرتبہ درخواست کا بھی نہیں تو آخر ہندو مسلمانوں کے ساتھ  
 اور کون سا طریقہ اختیار کرتے جسے آپ مزاحمت سمجھتے اور یہ فتویٰ دیتے کہ مسلمانان ہند پر  
 گائے کی قربانی اب واجب ہو گئی اس لئے کہ ہندوؤں کی جانب سے مزاحمت اومح پایا گیا۔  
 لیڈر ترک قربانی گائے کے لئے جن افسوسناک طریقوں کو عمل میں لائے سمجھیں

نہیں تاکہ ایسی مہیا کی پر باوجود مسلمان ہونے کے انھیں جرات کیوں کر ہوئی۔ عام طور پر مسلمانوں کے سامنے ہی پیش کیا گیا کہ ہم خلافت اور مقامات مقدسہ کے لئے انگریزوں سے متقابل کرتے ہیں اور ان کے مظالم کا عوض لیتے ہیں ہندو ہمارا ساتھ دیتے ہیں تم بیت اللہ اور حرم رسول ﷺ صلی اللہ علیہ و آلہ وبارک وسلم کو بچا لو گے اگر گائے کی قربانی موقوف کر دو۔

خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر آؤٹوں کا گشت جن پر عربی قلیوں میں اس طرح کے فقرات تختوں پر چسپاں جن سے ہر مومن کا دل کانپ کانپ اٹھتا تھا لکھا کہ خوب غرب ختم ہو پھر نہایت سختی سے بعض مجبور کرنے والی تدابیر سے بھی انداد کا فی کیا گیا۔ جسبی کے مسلمانوں پر بھی خلافت کیسٹی نے قربانی کا دُپرستم کرنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ خلافت کیسیاں کیا ہوئیں گائے کی قربانی کرنے والوں پر ایک آفت و بلا ہوئی۔ اب سے قبل جو حصہ ظلم کا ہندوؤں سے باقی رہ گیا تھا اسے فدائیان ہندو نے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں پر تمام کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا۔ یا رحمہم الراحمین ہم مسلمانوں پر رحم فرما اور اس آئے ہوئے فتنہ کو ہمارے سر سے دُور کر بھرتہ البنی وآلہ الامجاد۔ طرفگی یہ کہ اگر کوئی برسیل خیر خواہی و نصیحت دینی ان لیڈروں کے طرز میں کچھ اصلاح پیش کرے یا ترمیم کا خواستگار ہو تو اسے کافر بیدین قوم فردوسِ خدا دغیرہ کہہ کر جمع و محفل میں نصیحت کر ڈالیں عوام کی فوج ان کے ہاتھوں میں رہے انھیں جس پر چاہا بھڑکا دیا لٹکا دیا اہل حق اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے ہیں اور اپنی مظلومیت کی مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں نجات کی دعائیں مانگتے ہیں یہ ظلم اپنے نشہ ظلم میں سرشار و غافل امت کی تباہی میں سرگرم ہیں۔ وہ ساعت دُور نہیں جبکہ رحمت الہی مظلوموں کی فریاد پر ایک عہد ہی فرمائے۔

سرگاندہی اور ان کے چار پانچ مسلمان متبعین اس وقت اس طرح غوغا و ہنگامہ برپا کرتے تھے۔

حاصل کر لیا مسلمانوں کے مقابل میں سب کی سبکدوشی ثابت ہوئی لیکن آج ہندو کے انھیں  
 مطلوبات اور مقاصد کی تحیل جلسہ خلافت کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے پھر اسے لگوئی کا نگرانی کا  
 مرادف کے تو یہ غلط کیوں کر ہو سکتا ہے۔ ہندو گائے کی قربانی میں پچاس برس سے مزاحمت  
 کر رہے ہیں ظلم دور نہ گی کی کوئی قسم ایسی نہیں جسے نہایت مباح کی سے مسلمانوں کے ساتھ ہندو  
 نے برتاؤ لیکن آج سیاسی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہندو گائے کی قربانی چھوڑنے کی تحریک  
 کریں یا اس پر مزارعہ ہوں تو صورت مسئلہ کی بدل جاتی ہے۔ مباح و مستحب مسلمانوں پر واجب  
 ہو جائے گا۔ اس قضیہ شرطیہ کے سمجھنے کے لئے جس خاص دماغ کی حاجت ہے وہ علماء  
 سیاست دان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مؤ۔ گو۔ پا۔ بارٹھ۔ ہمارے۔ اجداد۔ آریہ۔ ششاپاد اور  
 کٹارپور میں جو واقعات ہوئے شاید ان ہنگاموں اور خوں ریزیوں کی علت قربانی کا پھر ہندو  
 کافر احم اور حملہ آور ہونا نہ ہو گا۔ بلکہ ہندو گائے لاکر مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے تھے  
 کہ تم انھیں گاؤں کی قربانی کرو۔ جو ہماری پروردہ و مملوکہ ہیں اور جسے ہم برادرانہ حیثیت  
 سے تمہیں ہدیہ پیش کرتے ہیں اور مسلمان ان گاؤں کی قربانی کر لے۔ بخشنا کی وندہ سی انکار  
 کرتے تھے۔ آخر بات بڑی اور فساد ہو پڑا۔

علمائے سیاسی سے | براہ مہربانی سیاسی علماء کی واضح طور پر بیان فرمائیں کہ یہ سارے  
 ایک استفسار | جاں شان واقعات جبکہ ان کے نزدیک نہ منع کرنا ہے نہ روکنا ہے  
 نہ مزاحمت ہے نہ یہ کہ ان واقعات کا مرتبہ درخواست کا بھی نہیں تو آخر ہندو مسلمانوں کے ساتھ  
 اور کون سا طریقہ ظلم اختیار کرتے جسے آپ مزاحمت سمجھتے اور یہ فتویٰ دیتے کہ مسلمانان ہند پر  
 گائے کی قربانی اب واجب ہو گئی اس لئے کہ ہندوؤں کی جانچے مزاحمت اور منع پایا گیا۔  
 لیڈر ترک قربانی گاؤں کے لئے جن افسوسناک طریقوں کو عمل میں لائی تھیں

نہیں آتا کہ ایسی مہا کی پر باوجود مسلمان ہونے کے انھیں جرات کیوں کر ہوئی۔ عام طور پر مسلمانوں کے سامنے یہی پیش کیا گیا کہ ہم خلافت اور مقامات مقدسہ کے لئے انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے مظالم کا عوض لیتے ہیں ہندو ہمارا ساتھ دیتے ہیں تم بیت اللہ اور حرم رسول ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو بچا لو گے اگر گھائے کی قربانی موقوف کر دو۔

خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر اڈنٹوں کا گشت جن پر علی قلوں میں اس طرح کے فقرات تختوں پر چسپاں جن سے ہر مومن کا دل کانپ کانپ اٹھتا تھا لکھا کہ خوب خوب شہر ہو پھر نہایت سختی سے بعض مجبور کرنے والی تدابیر سے بھی اندادکانی کیا گیا۔ مجبوری کے مسلمانوں پر بھی خلافت کمیٹی نے قربانی کا دُورِ ستم کرنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ خلافت کمیٹیاں کیا ہوئیں کہ گائے کی قربانی کرنے والوں پر ایک آفت دہلا ہوئی۔ اسے قبل جو حصہ غلام کا ہندوؤں سے باقی رہ گیا تھا اسے فدا بیان ہندو نے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں پر تمام کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا۔ یا رحم الراحمین ہم مسلمانوں پر رحم فرما اور اس آئے ہوئے فتنہ کو ہمارے سر دس دور کر سحرۃ البنی وآلہ الامجاد۔ طرفی یہ کہ اگر کوئی بریسیل خیر خواہی و نصیحت دینی ان ایہ روں کے طرز میں کچھ اصلاح پیش کرے یا ترمیم کا خواستگار ہو تو اسے کافر بیدین قوم فردوسِ خدا و غیرہ کلمہ جمع و محفل میں نصیحت کر ڈالیں عوام کی فوج ان کے ہاتھوں میں ہی انھیں جس پر چاہا بھڑکا دیا لہکا دیا اہل حق اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے ہیں اور اپنی مظلومیت کی مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں نجات کی دعائیں مانگتے ہیں یہ غلطی اپنے نشہ غلم میں سرشار و غافل اُمت کی تباہی میں سرگرم ہیں۔ وہ ساعت دُور نہیں جبکہ رحمت الہی مظلوموں کی فریاد پر لیک جلدی فرمائے۔

سرگاندہ می اور ان کے چار پانچ مسلمان مجتہدین اس وقت اس طرح غوغا و ہنگامہ برپا کر رہے ہیں۔



کہ حق کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ آج کفر کا فتویٰ اُن کی بارگاہ سے صادر ہو رہا ہے جو خود حقیقت کفر و شرک اور ایمان و اسلام دونوں سے نا آشنا ہیں۔

اسلامی تاریخوں پر جن کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ فتنہ کچھ انوکھا اور عجیب نہیں ہے بلکہ گمراہ کرنے کے لئے بہت تھوڑا سامان اور قلیل مہلت

تعلیم و تلقین کا اہل

جس کا قدم منہاج نبوت پر ہوا اور جس کی تعلیم و تلقین تحت وحی الہی و احادیث مصطفوی ہو۔

جس کا قدم منہاج نبوت پر ہوا اور جس کی تعلیم و تلقین تحت وحی الہی و احادیث مصطفوی ہو۔

دوستو! عوام کی فوج جس سرعت و ہمت کے ساتھ دوڑ کر آتی ہے اُس سے بہت زیادہ تیزی سے دوڑ کر بھاگ بھی جاتی ہے۔ پھر انھیں متعقد بنانے کے لئے عقائد اسلامیہ کو کیوں تباہ کرتے ہو ان کی ارادت و خوش عقیدگی کیوں کر تمہاری زندگی میں حلاوت بخشنے لگی جب کہ تمہارا مولیٰ عز و جل تم سے ناراض ہو گیا۔ ان کے انکار و اکراہ سے ڈرتے کیوں ہو جب کہ تمہارے کاموں کو تمہارا رب العزیز پیار و رحم کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

انہی کے رد و قبول عامہ خود راخسہ ممکن  
نوح را باورند از پند از پند از پند از پند

سیلاب مغالطات و جملہ خلافت کی بنیاد و لفظ کی، ان نمبر کو بقیع دہلی جبکہ ہندو اور مسلمانوں نے مل کر رکھی اور پھر اس کی کارروائیاں اخبار و جرائد میں

تحریف حدیث

مطبوع ہوئیں حیرت ہوتی تھی کہ اتنی یہ مسلمانوں کی عقل کو ہوا کیا گیا ہے جواب عالم الغیب قادر مطلق جمیع و بصیر سے بھی پالیسی کرنے لگے اسی حیرت میں تھا کہ لیگ کا جلسہ ہوا اور حکیم منافق محمد اہل غاں صاحب کا خط بصدات دیکھنے میں آیا وہاں بھی وہی رنگ مغالطہ سترتا رہا

پایا گیا بلکہ حکیم صاحب نے ایک قدم بڑھ کر یہ جہالت بھی فرمائی کہ حدیث شریف کا ایک جملہ نقل کرتے ہوئے ایک لفظ بڑھا دیا اور الخ لکھ کر ترجمہ اور نتیجہ بیان فرمایا وہی لفظ جس کا اضافہ فرمایا گیا دار و مدار دلیل اُسی کی وجہ سے چند سطور کی تحریر الخ لکھ کر نقل نامہ تمام چھوڑنے سے یہ فائدہ کہ ناظرین کا ذہن اس بے ربط اضافہ سے متوجش نہ ہونے پائے چند روز تک سمجھ میں نہ آیا کہ اس طرح جعل اور تحریف کیا مدعا و مقصود ہے آخر ایک خط لکھا جس میں نہایت نیاز مندانہ طور پر یہ سوال تھا کہ حضرت ام سلمہ سے مروی روایت کس کتاب سے آنجناب نے نقل فرمائی جواب میں سکوت رہا شاید خط ضائع ہوا۔ فقیر خود دہلی گیا یہ جب کی اوائل تاریخوں کا ذکر ہے مسلم یونیورسٹی کا وفد اُس وقت دہلی گیا ہوا تھا۔ درِ دولت پر جا کر معلوم ہوا کہ طبیعت نامہ ساز ہی پاؤں میں کچھ شکایت ہو گئی ہے دوسرے دن پھر پوچھا معلوم ہوا کہ مدن موہن مالویا صاحب سے کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔ بعض حضرات اہل علم جن کی آمد و رفت جناب حکیم صاحب کے یہاں جاری ہو ان کی خدمت میں پیام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہو گئی ہے اُس کی تصحیح کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائے انہوں نے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوشش بھی بے اثر ثابت ہوئی۔

چوتھی رجب کو سرکارِ اجمیر آستانہ غریب نواز پر حاضر ہوا۔ ایک دن بعض علماء ریاسی سے ملاقات ہوئی عرض کیا کہ یہ فتنہ عظیم ہے ہندو کی خاطر مسلمانوں کا گلانا گھونٹے۔ دیکھئے حدیث میں جعل و تحریف تک کی نسبت آگئی تین مہینے گزر گئے اور کوئی اعلان نہیں کرتا ہے کہ اصل حدیث میں لفظ ثاۃ نہیں ہے غلطی سے لکھا گیا ہے۔

ہر ایک شخص جس کے پاس خطبہ صدارت مسلم لیگ ہوا اس مقام خاص کی تصحیح کر کے نیز علماء موسیٰین اتحاد ہند و مسلم کا یہ فرض ہے کہ اتحاد کے حدود متعین فرمائیں عوام کو فتنہ

لگانے اور مندروں میں باکر یوٹیاں بتوں پر پڑھانے سے منع کریں اور ان افعال کی شامت کھٹے نفلوں میں بیان فرمائیں ورنہ ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فیکر کی اس التماس کی علماء سیاسی کی خدمت میں بھی ذرہ برابر شنوائی نہ ہوئی آج تک ہی سکوت جو وہی اعراض ہے وہی چشم پوشی ہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رہے سے اہمال قبیحہ مسلمانوں نے تنگ آنجنائی کی مصنوعی لاش کے موقع پر ادا کئے اور علماء سیاسی نے پھر اپنے سکوت کے ان امور کے جواز و استحسان پر تازہ مہر ثبت فرمادی۔

جمہیت کا پہلا اجلاس اکابر میں باہر جب ایک بڑے پیمانہ پر علماء کا جلسہ ہوتا ہے وہاں اور فیکر کی التماس بعض کارکن علماء سے یہ استدعا پیش کی گئی کہ مسلمانوں کو اہمال شکر و کفر میں شریک ہونے سے باز رکھئے اور قربانی کا دُکے متعلق غلطی تسلیم کر لیجئے لیکن جواب وہاں سے بھی سکوت ہی میں ملا ہر طرف یابوس ہو کر انتہائے بیتقراری میں فیکر نے رسالہ الارشاد لکھا اور مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ کیا اس رسالہ کی اشاعت اول عشرہ رمضان المبارک میں ہوئی لیڈران قوم کے پاس ٹکٹ چپاں کر کے نسخے بھیجے گئے تین ماہ کے عرصہ میں تقریباً تین ہزار نسخے مختلف اصعار و قصبات میں تقسیم ہوئے اب اگر جبکہ خطبہ صدارت مسلم لیگ کو آٹھ مئی اور الارشاد کی اشاعت کو کال مین مینے گزر چکے حکیم صاحب اپنی غلطی کا اعتراف پہنچ دے پہنچ اقرض و سوال و اپیل کے لپیٹ میں تحریر فرماتے ہیں حالانکہ مذہبی نقطہ نظر سے یہ ایسی خطائے فاحش تھی جس کا اعلان بلا جواز توقف حکیم صاحب کو بذریعہ تار مختلف و متعدد اخبار و جرائد میں ایسے بہت قبل کرنا تھا ساتویں ذی الحجہ کا اخبار البشیر جو بیرونجات میں مین بفرمید کے روز پہنچا ہو گا اُس میں اس طرح اعتراف کرنے سے مقصد و مطلب ہو کہ مسلمانوں کو اقرار کا علم بھی اُس وقت ہو جب کہ سب مراحل قربانی کے طے

پابائیں اسی کے ساتھ حق پسندی کی داد ملجائے گی۔

خیر یہ تو اپنا اپنا ذوق مذہبی ہے جس کے دل میں حدیث مصطفویٰ کی عظمت ہے وہی یہ بھی جان سکتا ہے کہ اس طرح کی خطا کا کفارہ کیوں کر ادا ہوتا ہے تو حکیم صاحب کے ایک سوال کا جواب دینا ہے جسے صاحب موصوف نے اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے ہوئے آخر میں پیش فرمایا ہے حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں ”میرے اور پر ایک یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ حدیث اذا اراد احدکم ان یضیی بالثقاتہ فی آخری لفظ شاة کا کسی کتاب میں نہیں ہے میں اس اعتراف کو قبول کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر کرنی ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہ لفظ محض غلطی کی وجہ سے لکھا گیا دراصل یہ کسی حدیث کا جزو نہیں ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اعتراف کرنے والے بزرگ اس پر کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں“

الرشاد پر اعتراف | فقیر نے حکیم صاحب پر اعتراف نہیں کیا تھا بلکہ ایک حقیقی اور واقعی امر کا اظہار تھا رہا فائدہ وہ حکیم صاحب ہی بیان فرمائیں کہ کون مقصد کا جواب حاصل کرنا تھا جس کے لئے حدیث میں اضافہ کی حاجت ہوئی اور اب کہ غلطی کا اعتراف ہو ان پانچ سطروں کا خطبہ صدارت میں کیا فائدہ ہے۔

فقیر کا اس کشف حقیقت سے صرف یہی مدعا تھا کہ عالی جناب حکیم صاحب اپنی غلطی پر تائب ہو جائیں اور علماء اہل کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانا اور اسی اضافہ کو مقام استہدایں لانا اس خطبہ صدارت میں صرف اسی ایک جگہ ہوا ہے جہاں حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے بقیہ سارے حوالے اعیان و وزراء کے انگشتان کے صحیح ہیں کسی طرح کے شک و شبہ کو اس میں تحمل نہ دینا چاہیئے اس کے سوا نہ کوئی مدعا نہ کچھ اور فائدہ۔

ارباب بصیرہ جن کی آنکھیں نور ایمان سے متور ہیں انہوں نے ابھی طرح دیکھ لیا کہ آیا اہل



اور اسلامی خلافت کی حمایت کی جا رہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان ہے جو مسلمانان ہند پر

لا یا جا رہی ہے۔

جنگ بھقان اور موقع مناسب کا اہتمام

شاید مسلمانوں نے ابھی وہ عہد فراموش نہ کیا ہو جب کہ جنگ طرابلس شروع ہوئی اور اُس کے ختم ہونے سے پیشتر بھقان کی لڑائی پھر گئی اُس وقت خلافت کی ہمدردی میں جو جوش مخلصانہ مسلمانوں میں پیدا ہوا تھا وہ موجودہ حمایت خلافت سے اپنی شکل و صورت اور طرز و انداز جدا گانہ ہی رکھتا تھا اُس میں نہ تو کسی ہندو کی لیڈری تھی نہ مسلمانوں کو ان کی ٹکساری کی حاجت وہ ایک ایسا موقع بیداری کا مسلمانوں کے لئے آیا تھا کہ رہنمایان قوم اگر چاہتے تو مسلمانوں کی آنکھوں سے نیند کا غار بھی دفع ہو جاتا لیکن ہزار افسوس اس بد نصیب قوم پر جسے بیداری کے بعد پھر خواب آور دوا ملا دی گئی۔

و قد طبعہ کا قسطنطنیہ سے واپس آنا تھا کہ اسلامی جذبات خالص سیاسیات ہند کی طرف پھیلنے کے میدان جنگ میں ایک لمحہ کے لئے خاموشی کیا ہوئی کہ لیڈروں نے بھی خلافت کی خدمت گزار کی کسی آئندہ موقع کے لئے اٹھا کر رکھ دی۔

حوادث پیہم و مسلسل وقوع پذیر ہوتے رہے مہینہ پر مہینہ گزرتا رہا برس پر برس ختم ہوا کئے لیکن نہ کوئی چندہ حرمین شریفین کے لئے جمع کیا گیا نہ مسلمانوں کے سامنے خلافت کی ضرورت پیش کی گئی نہ کوئی خالص مذہبی تحریک محض اسلامی نقطہ نظر سے سامنے لائی گئی گویا ساری تحریکیں موسمی تھیں جن کا وجود تغیر موسم کے ساتھ نیست ہو گیا اس عرصہ میں انجمنیں ہوتی ہیں مصلوں میں بھی کراہی رہی لیکن مذہب و ملت کی کس پرسی طی حالہ رہی اس سبکیں کی طرف کسی نے ایک نگاہ بھی نہ ڈالی لیڈروں کی اب یہ کوشش تھی کہ مادر وطن جس کی خدمت گزاری

کی سعادت سے مدتوں محرومی رہی اُس کے حقوق ادا کرنے کا وقت آگیا بہت مذہب کے حقوق بشمولیکہ اُن کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے، پھر دیکھا جائے گا کہ کلی بھائیوں کی نگہاریاؤں پشت پناہی کے مقابل میں دینی بھائیوں کی امداد کا ذکر بھی گناہ ہو لہذا اُن سے اعراض و چشم پوشی ہی چاہیے۔

یہ سارا حمد سکوت اسی میں بسر ہوا کہ مسلمان لیڈر کانگریس اور لیڈران کانگریس میں منظم ہو جانے کے لئے ہر طرح کی سعی کرتے رہتے یہاں تک کہ رولٹ بل کا وقت آیا اور ستیاگرہ کی ایجاد ہوئی اُس وقت عجیب عجیب طرح سے مسلمانوں نے دین کی توہین کی تاکہ اہل ہندو کو یہ یقین ہو جائے کہ تمہاری اطاعت کے سامنے مذہب کی اطاعت یوں قربان کیجا سکتی ہے۔

### واقعہ پنجاب اور یاد خلافت

پنجاب میں ستیاگرہ کے موقع پر کچھ ایسی عجیب گلیاں پڑ گئیں کہ معادہ مارشل لا تک پہنچا یہ زخم ہندوؤں کے دل پر ایسا گرا لگا کہ اُس کا اندمال کب ہوگا اور کیوں کر ہوگا اسے کوئی بتا نہیں سکتا اب انھیں ضرورت ہوئی کہ مسلمانوں میں بھی کوئی عام اشتعال ہو تا تو اس گرا گری میں اُس مقصد کی راہ جس کی طرف آرہندو گمشدہ رہنمائی کی اور جس سواراج کی دلربا تصویر اُس نے دکھائی تھی بہت جلد طے ہو جاتی ہے۔

ہندوؤں میں اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ جاں نثاروں نے فوراً خلافت کا مسئلہ تیار کر لیا اسی یکیں مذہب اور اسی کس پر دین کا نام لے کر مسلمانوں کو لٹکانے لگے خلافت کے لئے بزم ماتم قائم ہوئی جلسہ ہوا ہڑتال کی تجویز ہوئی اور روزہ کا بھی حکم دیا گیا دیکھئے اطاعت اس کا نام ہے ستیاگرہ کے موقع پر مشرکانہ مذہبی کا یہی حکم تھا کہ فلاں روزہ روزہ رکھا جائے دوکانیں بند ہوں رزولوشن پاس کئے جائیں اور مندر و مسجدیں دعائیں بھی ہوں رولٹ بل پر ہندوستانی اس طرح اظہار نارضا مندی کریں آج خلافت کے متعلق ہی اسی سبق کو بعینہ بچھنے

بہرا دیا گیا گویا مسلمانوں کے مذہب میں دفع مصائب وآلام کے متعلق بالکل سکوت ہے یا  
مشرکاتہ کی تجویز مذہبی تعلیم سے ارفع داعی ہے۔

اب خلافت کیٹی کی بنیاد پڑی چندہ کی تحریک ہوئی ماتحت کیٹیاں ہر شہر و قصبات  
میں قیام کی گئیں اور سے فتویٰ پوچھا گیا غرض خلافت کے لئے ہر ممکن العمل تجاویز کا یکبارگی  
اٹھانہ ہو گیا۔

خلافت کا نام اور عوام اور سلی نظر رکھنے والوں کو یہ نظر آیا کہ دین کی خدمت ہمارے  
سواراج کا کام لیڈر بڑی جان بازی و سرفروشی سے کر رہے ہیں لیکن تمتق نظر سے  
جب تحریکات پر کسی نے نظر ڈالی تو اسے صاف معلوم ہو گیا کہ ہندوؤں کے چبائے ہوئے  
نولے ہیں جسے ہمارے لیڈر مند میں پھیر رہے ہیں وہی سودیشی جس کی ایجاد کو میں بچپن میں  
ہوئے وہی ہندو ماترم بایں الفاظ کہ ہندو مسلمان کی جڑ وہی بائیکاٹ یورپ وہی ہڑتال  
یہ سب تجویزیں بنیاد مستقیم صلاح و فلاح ملک کے متعلق ہیں اور ان سب کے ایجاد کا سر ہندوؤں  
کے سر رہی جو ہندوستان کو اپنا ملک کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں جن کا دعویٰ ہی ہندو اور ہندوستان  
رہے مسلمان ان کا تعلق اسی سے سمجھے کہ ایک امر شرعی و مذہبی جس کا مرتبہ استحسان و استحباب  
کا بتایا گیا ہو نہایت خوشی سے مسلمانوں سے ہندوستان اور یہاں کی دولت و تعلقات کو ترک  
کر اسکا ہی جیسا کہ مسئلہ ہجرت کے وقت علما ثابت ہو چکا۔

ہر وہ ایجاد اور پروہ تحریک جو کسی قوم کی ہو جب اسے دوسری قوم اختیار کرے تو  
یہ اس ایجاد و تحریک کی انتہائی کامیابی ہے پس یہ ساری تحریکیں ہندوؤں نے اپنے ملک  
کے لئے کی تھیں جنہیں آج مسلمانوں نے اختیار کر کے ان کی کامیابی پر ہر لگا دی خودیشی  
اور بائیکاٹ کی ایجاد ہندوؤں نے اس لئے کی تھی کہ ملک کی دولت ممالک غیر میں کھنچ کر

جانے سے محفوظ رہے صنعت و حرفت جس کا نام و نشان بھی اب باقی نہ رہا ان کا نہ صرف  
 رواج ہو بلکہ مرتبہ کمال تک انھیں پہنچایا جائے اہل ملک آسودہ ہوں اور خود ملک  
 صنعت و حرفت دولت و تجارت سے بارونق ہو جائے۔

## ہڑتال کی ایجاد

ستیاگرہ کے موقع پر ہڑتال کی ایجاد ہندوستان میں مسٹر گاندھی کی  
 تحریک کا نتیجہ ہے یہ وہی چھٹیر چھاڑ ہے جس کا مزہ بتیں برس سے  
 ہندو لے رہے ہیں۔ ہندوؤں کا قدم ہر روز آگے کی طرف بڑھتا جاتا ہے جو آج ان کا مقصد  
 ہے کل آئندہ وہ حاصل ہو کر اپنے سے بلند مقصد کے لئے واسطہ بن جاتا ہے۔

سُدیسی اور بائیکاٹ کی اُسی مدت تک گرا گری رہی جب تک تمام ہندو اس کی  
 اہمیت و خوبی نہ سمجھ لئے جب ملک نے اس تحریک کی حقیقت سے آشنائی حاصل کر لی تو پھر  
 انھیں آگے بڑھنے کے لئے کہا گیا آخر ایک وہ وقت آیا کہ ایک محدود دائرہ میں ہڑتال کی  
 تحریک پیش کی گئی اور کامیابی بھی ہوئی یہ بہت ہی پر لطف اور بار آور چھٹیر ہے ابھی ہڑتال  
 دوکانوں تک ہی ذرہ اس کے فوائد اہل ملک سمجھ جائیں تو پھر اس کا دائرہ وسیع کیا جائیگا  
 غرض اس وقت تک خلافت کمیٹی نے جو عملی تجاویز مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں وہ  
 سُدیسی اور ہڑتال ہی سُدیسی کی تحریک بہت قدیم ہی لیکن ہڑتال کی ایجاد ستیاگرہ کے  
 موقع پر ہوئی ہے ان دونوں کا اصلی تعلق صلاح و فلاح ہند سے ہی ہوم رول اور سلف  
 گورنمنٹ کے استقبال کرنے والے خدام انھیں تحریکات کے نتائج و اثرات ہیں۔

## نان کو آپریشن

اب نان کو آپریشن کے مسئلہ کو سمجھئے اور یہ سن کر حیرت زدہ نہ ہوئے  
 کہ یہ دوسرا شعبہ ہڑتال کا ہی تعلیم یافتوں کا حلقہ اس کا دائرہ عمل  
 انگریز ہڑتال کی بہت سی اہل شاخیں برگ و بار کے لئے مناسبت موسم و ایام کی منتظر ہیں



مہر کیجئے اور دیکھتے رہا ہے۔

مگر یہ جان کو آپریشن کی مدد عام مسلمانوں کے کانوں میں خلافت کیسٹی ہی نے پہنچائی  
ہی لیکن اعلیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

وہیں آئیں یہ طوطی صفت دہشتہ اند

اسنہ اُستاد ازل گفت ہماں بیگویم

صاحب ہر گاہ اگر دیگر دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف مولانا عبد الباقی صاحب  
فرمانی علی کا وہ خط جو ان کو آپریشن کے متعلق چھپ کر تعداد کیشوں میں شائع ہو چکا ہے نقل کر دیا  
جائے تاکہ ہر صاحب عقل اس خط کے ایک ایک فقرہ پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ اس مسئلہ  
کو مذہب اسلام سے کوئی تعلق ہی یا نہیں۔

مکرمی و امجد جمہ السلام علیکم

جناب کا تارہ وصول ہوا فیقران کو آپریشن کے مسئلہ میں بالکل پسرو گمانہ می صاحب کا ہی کیونکہ  
اس طریق کار کا واقعہ کار نہیں ہے ان کو اپنا راہ نمائنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی ماننا ہوں  
بیرا حال تو ضرورت اس شعر کے موافق ہے

عمر کیہ آیات و احادیث گزشت

رفتی و نشاربت پرستے کردی

مولانا کے صدق و صفا کا مسلمانوں کو بدل ممنون ہونا چاہیئے جو آپنے اس طرح کھلے اور صاف  
منظروں میں حقیقت کا قی کو باطل ہی بنے جناب فرما دیا اس مسئلہ کو اگر دین و مذہب کے کچھ بھی تعلق  
ہوتا تو ہونا کھلے الفاظ میں اپنی نادان حقیقت کا انوار نہ فرماتے اگر شریعت اس کی رو نمائی فرمائی  
نہ لانا صاحب مشر گمانہ می کو اپنا راہ نمائنا دیتے اگر اس مسئلہ کی تعمیل حکم قرآن و حدیث سے

مسلمانوں پر ضروری تھی تو پھر مولانا صاحب یہ کیوں ارشاد فرماتے جو وہ کہتے ہیں وہی ہوتا ہے  
 ہر مسلمان جب کہ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول کے حکم کو ماننا ہی تو ایک عالم دین کی شان  
 تو کہیں اس سے ارفع و اعلیٰ ہونی چاہیے۔ خود اپنے نفس انہیں کے لئے جب یوں ارشاد ہو  
 پھر وہ گناہی صاحب کا ہے۔ تو پھر مولانا کے متبعین و مرید ایک علقہ جگوشی سے گناہی صاحب کے  
 دعویٰ خودی و سلسلہ ارادت کو ان کے بھروسہ کرتا رہو وہ بھی حافظ شیرازی کا یہ شعر اپنے ہونے والی حال  
 وجد و طرب میں اگر پڑھ سکتے ہیں سے

ماہر مایاں رو بہوئے کعب چوں آریم چوں

رو بہوئے خانہ نمشاں دار و پیر ہا

ایک مغالطہ کا  
 ازالہ

ہاں بعضوں کو یہ مغالطہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر ناکرہ اپنا پیش ٹھہرائے گا ہی  
 ایک شعبہ ہو اور یہ وہی سنیانگرہ ہو جسے لباس بدل کر سامنے لایا  
 گیا ہو جس کی کامیابی ہوم رول اور سلف گورنمنٹ کی نقیب و چاؤش ہو تو پھر کنگرہ میں  
 مخالفت کیوں ہوئی تین دن تک مباہلہ کی گرما گرمی کیوں تھی ہندوؤں نے یہ کیوں کہا کہ ہم  
 ہندو اس مسئلہ کو محض مسلمانوں کی خاطر سے منظر کرتے ہیں اس مسئلہ کا تعلق چوں کہ محض مسلمانوں  
 سے جس لئے پہلے عمل بھی انہیں کو کرنا چاہیے مسلمان ہونے اور مثالیں پیش کریں تب ہندو  
 اس پر عمل آرا ہوں گے یہ مغالطہ ادنیٰ حال سے رفع ہو سکتا ہے۔

ہندوؤں کی جماعت مجتہدہ عمل پر ان کے لیڈر ایسا کوئی رزولوشن نہیں کرنا چاہتے ہیں  
 جس کی تائید میں ساری قوم لبیک نہ کہ اٹھے۔ بیشک اس مسئلہ میں بعض لیڈران ہندو کا خیال  
 تھا کہ ابھی تک اس شعبہ میں ہندوؤں کے لئے آمادہ نہیں ہو سکا ہے ہندوؤں کے لئے تیز رفتاری  
 سے کام لینا چاہیے لیکن مسیح گناہی کے خیال میں کہتے ہوئے کہ خود کو ماننا چاہیے ہندوؤں

ہو کر ہرگز کوٹا نہ جائے گا۔

سٹرکانہ سی نے اپنی پالیسی سے جو گری کہ اس وقت مسلمانوں میں پیدا کی ہے اس کا  
بجٹا ہڑتال کے کمال پذیر ہونے میں ہم قائل ہیں اس لئے اُن کے خیال میں یہ محض ضروری تھا  
کہ جلد سے جلد ہڑتال کے تمام شعبے اپنی عملی صورت میں آجائیں۔

رہا ہندوؤں کا یہ کہنا کہ بعض مسلمانوں کی خاطر ہے اس لئے عملی نمونہ مسلمان پہلے پیش  
کریں یہ صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت عملی سے ہنود بہت اچھی طرح باخبر و آگاہ ہیں  
مسلمانوں کی پیچ میرٹز جہاں تک رزولوشنوں کا تعلق ہے یا تقریر کا میدان باندھنا ہے وہاں  
مسلمانوں کا قدم سب آگے ہے دشوار سے دشوار بلکہ ناممکن سے ناممکن

امر کے لئے مسلمان رزولوشن پاس کرنے کے لئے فوراً آمادہ نظر آئیں گے اسٹیج پر ایسی تقریریں  
بھی ہو جائیں گی کہ اجنبی یہ سمجھے کہ زمین و آسمان کا طبقہ یہاں سے اٹھ کر یہ قوم الٹ دے گی لیکن  
جہاں سے عمل کا میدان آتا ہے وہاں اس قوم کا سایہ بھی نظر نہ آئے گا۔

ایسی نشست و کابل قوم سے کام لینے کے لئے یہ ضرور تھا کہ ہندو ان پر اپنے احسان کا  
چھپر رکھیں اس دباؤ کا پورا زور ہو چائیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں سب تمہارے لئے ہے ورنہ ہمیں  
کیا غرض ہے؟ جو پکڑیوں کو چھوڑیں کونسلوں کو بائیکاٹ کریں اس لئے کہ حکومت برطانیہ سے  
ہیں تو کچھ شکایت ہی نہیں ہاں تمہارے محروسہ و مقبوضہ سلطانی کو سلطنت برطانیہ اپنے  
تصرف میں لائی ہے اور مقامات مقدسہ کے متعلق وزراء نے انگلستان نے اپنے مواعید پورے  
نہیں کئے تم ہمارے وطنی بھائی ہو لہذا تمہاری درد مندی میں خطابات اعزازی عہدے اور  
وکالت دیر سٹری میاں تک کہ کونسل کی ممبران جب ہم دست بردار ہوتے ہیں۔

مسئلہ ہڑتال یا نان کوآپریشن کی صورت تحریکات سابقہ سے بالکل جداگانہ شکل رکھتی ہے

بودہنی اور بائیکاٹ وغیرہ ایسی تحریکیں تھیں جن میں کامل اتحاد و اتفاق کے بغیر بھی ایک  
تک کامیابی ہو سکتی تھی اور ہونی لیکن ہڑتال اپنے کسی شعبہ میں بھی اس وقت تک کامیاب  
نہیں ہو سکتی جب تک اہل ملک کا کامل اتفاق و اتحاد نہ ہو۔

ہڑتال اور مشرگانہ مذہبی ایسا ملک جس میں ایک ہی قوم آباد ہو وہاں ہڑتال کی تحریکیت باآزاد  
کی فیلسوفی ہو سکتی ہے لیکن ایک ایسا ملک جس میں مختلف قومیں آباد ہوں وہاں

تحریک ہڑتال سے پیشتر ملک کی آبادی کا کسی ایک مرکز وفاق پر اجتماع از بس ضروری ہے  
مشرگانہ مذہبی کی ذہن بین نگاہوں نے جب یہ دیکھا کہ مادر وطن کا نام لے کر مسلمانوں کو من حیث القوم  
حرکت میں نہیں لایا جاسکتا چاہے چند ذی وجاہت یا شہرت پسند شریک ہو جائیں لیکن قوم  
کی قوم کی شرکت متعذر ہے تو وہ ہندوؤں کے سامنے آزادی ہند کو شیع لاؤ اور  
مسلمانوں کے سامنے مسئلہ خلافت پیش کیا اور اس ایک مرکز پر کہ انگریزوں کا وجود و دلوں  
کی گرفتاری اور پائمالی کا موجب ہے۔ ہندو مسلم دونوں متضاد قوموں کا اجتماع کر دیا۔

لیکن اسی کے ساتھ مشرگانہ مذہبی کی کمال ہنرمندی کا اظہار اس یکمانہ طرز عمل سے ہوتا  
ہے کہ مسلمانوں کو برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف انہیں مقاصد و اغراض کے تکرار اور  
تغصیل کے لئے لا کر کھڑا کر دیا جس سے ہندوستان کی آزادی برسوں کی راہ گھنٹوں میں طے  
کرے یہ ملک جس قدر آزادی سے قریب ہوتا جائے اسی قدر خود مسلمانوں ہی کے جدوجہد سے  
ہندوؤں کی حکومت یوٹائیو یا قومی ہوتی جائے اور مسلمانوں کی ہستی ہندوستان میں مٹنے  
نے خود کے مرتبہ پر پہنچ جائے۔

شاید مسلمانوں کو ہندو لیڈروں کی اس زمانہ کی پالیسی بھی یاد ہوگی جب کہ یورپ کے  
میدان کارزار میں جنگ کی آگ ایسی بھڑکی جس کے شعلوں اور چمکاریوں سے ہندوستان



معاون و محفوظ رہنا بھی معرض خطر میں تھا اس وقت خصوصیت کے ساتھ مشرک اندھی کی پالیسی  
مسلمانوں کے ساتھ ان کی مخلصانہ محبت کا اچھا سراغ بتاتی ہے۔

لیکن جنگ کا فائدہ جب کہ ایسے پہلو پر ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا قبضہ ایشیا کے حصص میں  
زیادہ ہو گیا اور ان مبدیہ محرکات کی آبادیوں کا فوج و لشکر کی صورت میں ہندوستان میں  
رکھا جانا قرین قیاس معلوم ہوا تو اب ہندوستان کی آزادی اور ہندوؤں کا اقتدار انحصار  
لیڈران ہندو کو مل خطر میں نظر آنے لگا جیسا کہ لالہ لاجپت رائے نے اپنی تقریر میں ان دونوں  
خطرہوں کو کھول کر بیان بھی کیا ہے۔

یہ عجیب کشاکش کا وقت ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے  
لئے تھا اگر دونوں قومیں ایک دوسرے سے اجنبی رہتی ہیں تو مدعا نفوت ہوتا ہے اور اگر ایک  
بڑھکر دوسری سے اتحاد کی استدعا پیش کرتی ہے تو استدعا کے ساتھ ہی دوسرا فریق اس استدعا کو  
اپنے میں جذب کر لینا چاہتا ہے انفرادی ناکامیابی و مایوسی ہے اور اتحاد و اجتماع میں  
تجاذب و ادغام۔

اس عقدہ لائیکل کو مشرک اندھی نے اپنے ناخن تدبیر سے ایسا سلجھایا کہ مسلمانوں کی  
عقائد اُلجھ گئیں اسی الجھن میں مسلمانوں نے اتحاد کا ہاتھ بڑھانے سے پشیمندم ہو جانے کی کوشش کی  
نشتہ کیچنچا مندروں میں گئے پڑھا دے پڑھا دے بتوں پر پھولوں کا تاج رکھا گویا تا کی نور  
پجاری قربانی کا وسے توبہ کی منبر و مکبرہ پر ہندو کو تیلین و ہدایت کے لئے جگہ دی اب مضامین  
لکھے جاتے ہیں کتابیں شائع ہوتی ہیں وعظ کئے جاتے ہیں جن کا موضوع یہ ہوتا ہے کہ کفار  
مشرکین میں جذب ہو جانا عین دین و اسلام ہے۔

کاتھریس تو مسلمانوں کے اعراض کی وجہ سے امر محتاج بیان نہیں کہ ہندوستان کی آزادی یا نظام سلطنت ہند

ایسی تبدیلی جس سے اہل ملک اور ارباب حکومت سطح مساوات پر آجائیں یا مساوات سے قریب تر ہو جائیں اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک میل کی نوٹوں بڑی آبادیاں یعنی ہندو اور مسلم باہم متحد ہونا نہ ہو جائیں اسی اصل کا لحاظ رکھتے ہوئے ابتدائے بعد کا نگر میں میں ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کو اپنا ہم آہنگ بنانے کی کوشش بلینچ کی گئی لیکن اُس وقت یہی مصلحت قرار پائی کہ مسلمانوں کو سیاست میں اُس وقت تک دخل نہ دینا چاہیے جب تک علوم مغربیہ کا ایک کافی حصہ مسلمان حاصل نہ کر لیں۔

ہندوؤں کی رفتار ترقی کی سمتیں | ہندوؤں نے جب مسلمانوں کی نہ صرف کٹا کہ کشتی بلکہ کانگریس کے مقاصد طرز عمل سے مخالفت بنیاری دیکھی اور ان کی جانب سے انھیں مایوسی ہوئی تو انھوں نے نہایت ہی عزم و استقلال سے حکیمانہ انداز پر اپنی قومی رفتار کی حرکت تین سمتوں میں منقسم کر دی۔

ایک جماعت نے اقتصادیات کو اپنا نصب العین قرار دیا اور کتاب دولت کے جس قدر ذرائع اور وسائل تھے انھیں اپنے ہاتھوں میں لے لینے میں ساعی و کوشاں ہوئے خصوصیت کے ساتھ ساہوکاری کو اس سلیقہ سے انجام دیا کہ پچاس برس کے عرصہ میں مسلمانوں کی تقریباً ساری دولت سمٹ کر ہندوؤں کی ملکیت ہو گئی *اللہ امارا اللہ*۔

دوسری جماعت نے تعلیم اور اُس کے ثمرات کی طرف قدم بڑھایا اور اس راہ میں بھی انھیں بے انتہا کامیابی حاصل ہوئی خاص ہندوؤں کی تعلیم لگا ہوں کا شمار جو کیا گیا ہے اور پھر اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی درس گاہیں رکھی گئیں تو ان کا بھی اُستاد سائے آگیا جو جو سماں دولت کا مقابلہ کرتے ہوئے پیش نظر ہو چکا ہے۔

تعلیم کے بعد ملازمت اور عملی پیشہ کا میدان سامنے آتا ہے یہاں بھی ہندوؤں کا مقابلہ مسلمانوں سے وہی نتیجہ دیتا ہے جو سابق کے دو مقابلوں میں

ماصل ہو چکا ہے۔

یسری جماعت نے علمایا سیاست کی طرف اپنا قدم بڑھایا اور نہایت عزم و استقلال سے اس حوصلہ شکن صبر آزمایہ راہ پر چلنے لگے اس میں شک نہیں کہ سیاست کی راہ بہت ہی پرخطر تھی اس کی سنگلاخ زمین قدم قدم پر ایک پر خار وادی سامنے لاتی تھی جس پر چلنا اپنے تلووں کو زخموں سے چور چور پاؤں کو گھاؤں بنانا تھا لیکن ہندوؤں کے عزم اور تہمت مردانہ کی نوا دینی چاہیے جنہوں نے نہایت ذوق و شوق سے اس پیچ در پیچ خارزار سے نہ صرف گزر چکا بلکہ اس راہ کو صاف کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔

ان کے لئے ہر نوک خار لذت افزا اور ولولہ انگیز تھی ہر ٹھوکر سنگ راہ کی ان کے محنت شوق کے لئے نہایت تھی قید خانہ کی سنگ و تار یک کو ٹھریاں قصر وایواں کی راحت و نضا سے ہم سہری کرتی تھیں طوق و سلاسل کی جھنجکار اور آہنی زنجیروں کی سیاہی مرصع زیوروں کی چمک و بک اور ان کی آواز سے زیادہ گوش نواز اور نظر افروز تھی۔

سلف گورنمنٹ کا یہ سب کچھ تھا لیکن حکومت کی ہلکناری جس چڑھاوے اور قربانی کی نذرانہ خواہاں تھی اب تک ہندوؤں کے ہاتھوں نے وہ نذرانہ پیش نہیں کیا تھا اسی لئے سلف گورنمنٹ اور ہوم رول کا خوشنما منظر قریب تو ہو گیا تھا لیکن جابا س کے پردے ہنوز اس پر پڑے ہوئے تھے ضرورت تھی کہ بہت سی جانبیں حکومت کی دیہی پر بھینٹے چڑھا دی جائیں تاکہ سارے منازل میں یہ منزل سخت ترین تھی قرب شوق کی آگ بھڑکا رہا تھا او جان کی اضاعت دامن پکڑتی تھی کئی اور راگھاں جانوں کی تلاش تھی بالآخر امعان نظر اور تعمق فکیر کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ میمن جہا عقیب اپنے اپنے سالیہ کمائے ہوئے سرمایہ کی اس غرض خاص سے ایک جھلک ملنا ان کو دکھائیں کہ ان کی دیکھا ہیں خیرہ اور عقول حیرت زدہ

ہو جائیں کچھ اپنا خیر و شر انھیں نہ سمجھائی دے نہ سمجھ میں آئے ہاں اس پر گندگی جو جس میں  
اپنی رہی سہی جتنی کو بٹھیں اس عمل سے قربانی کی ضرورت بھی پوری ہو جائیگی اور یہ پہلو کا کھانا  
(دو جو مسلم) بھی نکل جائے گا۔

**سحر سامری کا کرشمہ** | اس سحر سامری مسلمانوں کی گھونٹ جب دیکھا تو انھیں صاف نظر آیا کہ ہندوستان  
کی دولت اور سرمایہ دولت ایک جماعت کے ہاتھوں میں ہے باہرین علوم مغربہ جوق و جوق  
ایک دوسری جماعت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ تیسری جماعت سلف گورنمنٹ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے  
اور اشارہ قریب کر رہی ہے وہ ساعت دور نہیں جب کہ یہ جماعتیں متحد ہو جائیں تو دولت علم  
اور حکومت تینوں کا اجتماع قوم ہندو میں ہوا جاتا ہے۔

مسلمانوں نے پلچائی ہوئی نظر سے اس جماعت کو دیکھا اور ٹپ کر رہ گئے اس لئے کہ اس  
دور فرصت میں جب کہ ہندو اپنی قوم میں زندگی کی روح پھونک رہے تھے اور حکیمانہ طرز پر  
ان اسباب کی فراہمی میں مصروف تھے جن کے اجتماع کا نتیجہ قوم کا زندہ ہو جانا ہے مسلمان  
نہایت اطمینان و سکون سے اس راہ پر برابر قدم بڑھائے جا رہے تھے جس کا نتیجہ تیسری اور  
اور مردہ قوم بن کر رہنا ہے۔

یہ دولت بگاڑتے تھے وہ ثروت بنا رہے تھے یہ بیچتے تھے وہ خریدتے تھے یہ قرض  
مردی لیتے تھے وہ سود و رسو دے کے پیسے میں ان کی جائیدادیں وصول کرتے تھے وہ پڑھ  
رہے تھے پڑھا رہے تھے یہ تعلیم کے نام سے کانپ کانپ اٹھتے تھے وہ محنت کرتے تھے  
ہناکشی اٹھاتے تھے یہ کاہلی اور تن آسانی کی لذتیں لے رہے تھے وہ معاشرت میں کفایت نہ پا  
تے تھے یہ اپنی حیثیت کیس بڑھ کر معاشرت میں رنگینی پیدا کرتے تھے وہ باوجود باہمی  
نہی پھر بھی ایک زبردست مرکز اتحاد رکھتے تھے یہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اختلاف پیدا کرتے



تھے اور عداوت کی حد تک اُسے پہنچا کر چھوڑتے تھے آخر اس کا نتیجہ یہی تھا کہ یہ دنیا میں  
باقی تو رہیں لیکن مظلّم جابل اور بد اخلاق ہو کر نمونہِ عبرت و بصارت ہوں نہ ان میں محبت ہو  
نہ غیرت نہ صدق و صفایا جائے نہ عہد و وفا۔

یہی حالت میں حریصانہ نظر سے ہندوؤں کی طرف دیکھنا بجز اس کے اور کیا ٹرہ دیتا  
کہ حسرت و ارمان دل میں خون ہو کر رہ جائیں موجودہ حالت میں یہ کس مرض کی دوا رہ گئے تھے  
جو انہیں ہندو اپنے میں شامل کر لیتے۔

حصولِ غلبہ کی ایک | یہ ایک مسئلہ قاعدہ ہے کہ اگر ایسی قوت جس کا اپنے میں نہ پایا جانا اپنے  
موجب کا موجب ہو تو پہلے کوشش اُس قوت کو حاصل کرنے کی ہونی  
مجبّر تدبیر | ضعف کا موجب ہو تو پھر اُس قوت کو فنا کر دینا ضروری ہے تاکہ کسی وقت  
چاہیے لیکن اگر اُس کا حصول معتذر ہو تو پھر اُس قوت کو فنا کر دینا ضروری ہے تاکہ کسی وقت  
اُس سے تصادم ہو کر اپنے ضعیف و مضحل ہو جانے کا خطرہ باقی نہ رہے ہندوؤں نے اس  
اصل کو سمجھا اور کمال دانشمندی سے برتا۔

ابتداءً عہد کانگریس میں مسلمانوں کی ایسی حالت ضرور تھی کہ ان کی شرکت و موافقت  
کی ہندوؤں کو متنازعہ لگتی رہی لیکن ان موجودہ ایام میں جب کہ ہندوؤں نے اپنے کو ہر پہلو سے  
اس قدر مضبوط کر لیا ہے کہ اب ان کی کامیابی رہیں شرکتِ غیر نہیں تو پھر وہ مسلمانوں کی طرف  
کیوں دستِ احتیاج بڑھاتے۔

جدوجہد کی صعب ترین گھاٹیاں جب کہ وہ بغیر معاہدت مسلمانوں کے طے کر چکے ہیں  
اور اب وقت اس کا آیا ہے کہ وہ اپنی جاں فشاں کوششوں کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں تو مسلمانوں  
کو اس کا کیا حق ہے کہ اس کامیابی میں شریک ہونے کی آرزو کریں اور بے درد سلف  
گورنمنٹ کے فرے اٹھانے کی ہوس رکھیں ہاں اس وقت ہندوؤں کو اس کی تلاش ہے کہ

اگر منت کی کچھ جائیں ملجائیں تو انھیں حکومت کی دیہی پرقربان کر کے بھینٹ کے فرض سے  
بھی نافع ہو جائیں اب ہندوؤں کو یہی آخری فرض ادا کرنا ہے اور اسی کے لئے مسلمانوں کے  
ایک خاص تدبیر سے اپنے میں شامل کر لیا گیا ہے۔

### ذوقِ شہادت

مسلمانوں میں ایک جذبہ شہادت ایسا ہے جو ہنوز بالکل ہی مردہ  
نہیں ہوا ہے یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور بالکل سچا عقیدہ ہے  
کہ دین کی حمایت میں جب کوئی ہم میں سے مارا جائے تو وہ مرتبہ شہادت سے فائز ہوتا ہے۔  
شہید ملنے کے مدارج علیا کی بلندی صرف اس سے سمجھے کہ ہریت کو غسل دینا ضروری  
ہے جب کوئی نبی یا رسول اس عالم سے نہاں ہوا یا جب کسی غوث و قطب نے اس سرسے فانی کو  
چھوڑا تو اسے غسل دے کر کفن پینا اگر آغوشِ لحد کے حوالہ کیا گیا۔ لیکن ایک مجاہد جب شہادت  
سے سیراب ہوتا ہے تو اس کے اعضا و جوارح کا خون یہ حرمت و عزت رکھتا ہے کہ دنیا کا کون  
پانی اسے دھو نہیں سکتا لہذا شہداء کے جنازہ پر نماز تو پڑھی جاتی ہے لیکن ان کا جسم  
غل سے بے نیاز ہوتا ہے۔

یہی شہادت کا ذوق جس وقت کسی قلبِ مومن میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اس کی  
ساری کائنات اس کی نظروں میں ہیج ہو جاتی ہے یہ جذبہ کسی دوسری قوم میں پایا نہیں جاتا  
چنانچہ انھیں آیام میں ایک اپیل انگریزوں سے مشرک گاندھی نے شائع کی ہے جس میں  
وہ لکھتے ہیں بومیرانڈ ہب آپ سے خصوصیت رکھنے سے منع کرتا ہے میں اپنا ہاتھ آپ پر کبھی نہ چلاؤں گا  
خواہ میرے پاس اتنی طاقت بھی ہو جائے میں خود مصیبت جھیل کر آپ پر فتح پانے کی امید  
رکھتا ہوں علی برادران بیشک اپنے ملک و ملت کی حمایت میں تلوار اٹھائیں گے اگر ان سے  
ہو سکا تو (تلخ جمل پورہ، نومبر ۱۹۲۲ء)

دیکھئے کس دانائی سے گاندھی صاحب اس وقت محفوظ نگینہ گمیل ہے ہیں اپنی طرف سے  
 انگریزوں کو یہ تمام دکمال مطمئن بھی کرتے جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ مسلمانوں سے بذلن کرتے  
 ہوئے اور انھیں بیسب و خوشنوا شکل میں دکھاتے ہوئے تلوار اٹھانے پر ترغیب و تحریک بھی  
 فرما رہے ہیں خیر تو ان کی پالیسی کی اصل جان ہی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے  
 مذہب کا یہ فتویٰ انگریزوں سے ہی کیوں مخصوص ہے کہ ان مسلمانوں کے حق میں بھی آپ کا دین اپنی  
 مراعات کا حکم دیتا تو آ رہا شاہ آباد اور کٹاپور میں مسلمان اس بیدردی سے قتل نہ کئے جاتے۔  
 گاندھی صاحب نے مسلمانوں کے اس جذبہ شہادت میں رستے حیات باقی پائی اور کمال  
 دانشمندی سے مسلمانوں کے اس جذبہ کو آہستہ آہستہ بھڑکانا شروع کیا مسلمان یہ سمجھے کہ سچ مچ  
 یہ ہمارے دوست ہیں اور انھیں ہماری بربادی پر اس قدر نگہ ساری و تاسف ہے کہ اپنا سر سینے پر تیا رہیں۔  
 حالانکہ میں شخص کا مذہب خود اس کے مقامات مقدمہ اور معاہدہ کے لئے ہاتھ تک  
 اٹھانے کی اجازت نہ دیتا ہو وہ مسلمانوں کے مقامات مقدمہ کے لئے کب تلوار اٹھا سکتا ہو  
 لیکن انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ سر دینا نہیں چاہتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے سروں کی انھیں  
 حاجت ہے یہ لکڑی ایک کثیر تعداد میں اسے مفت لیا جاتے ہیں۔

خلافت کا رخ  
 سواراج کی طرف

کیا یہ صیبت ہے کہ مسلمانوں کو خلافت کا نام لے کر بھڑکایا گیا اور جب میں  
 گرمی پیدا ہو گئی تو ان کے جوش کا رخ سواراج کی طرف پھیر دیا گیا  
 اب مسلمان ہیں کہ جوش میں بھر رہے ہیں اور ہندوستان کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اگر یہ  
 اب بھی جوش میں نہ آئے تو وہ دن سامنے آتا ہے جب کہ کاشی ابودھیاء اور دوار کا کی خاطر مسلمان  
 اپنی جانیں دیں گے بجائے نمرہ و تکبیر گاندھی کی غم پکارتے ہوں گے سلف گورنمنٹ کی آفری  
 میری ہندوستان اسی وقت طر کرے گا جب کہ ایک کثیر تعداد میں مسلمانوں کی جانیں نذر اعلیٰ ہوگی

ہندوستان کا قائد تو حتیٰ دقتیٰ ہے رہا اسلام اور اسلامی خلافت اور مسلمانوں کے تقاضے  
مقدسہ ان کا خدا حافظ۔

### عاجزۃ التماس

فرزندِ اسلام! اس فقیر نے نواس کے معروضات کو تعصبِ الگ ہو کر  
ملاحظہ فرمایا۔ ان عاجزانہ گزارشوں کو تطبیق و واقعات دیکھے۔ اپنے  
ایڈروں کی اضطراری حرکات اور کورانہ رفتار پر غور کیجئے اب نہ مقامات مقدسہ کی حفاظت ہی  
نہ ہجرت کے لئے بلند آہنگی نہ جزیرۃ العرب پر جوش ہی نہ خلافت پر بزمِ ماتم اب تو صاف کھلے  
الفاظ میں وہ بھی یہی کہہ رہی ہیں کہ ہندوستان کو پہلے آزاد کر لو پھر اپنے مطالبات نہ بھی کا ذکر پھر  
خدا کے لئے ذرہ انصاف کا کام لو کیا یہ مقصد کانگریس نہیں کیا یہ ساری مذہبی تصویریں جو اس ایک  
برس میں جلد بلد سامنے لائی گئیں وہ بذاتِ خود مقصود و مطلوب نہ تھیں بلکہ ان کی نمائش کا  
مقصد صرف تمہارے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا تھا اور اس ہیجان کو خدمتِ ہندوستان میں  
صرف کرنا تھا یہ ساری جلوہ آرائیاں جو تقدس کی پسیر میں ہوئیں ان کی محض ہی غایت تھی کہ تم  
کسی طرح ہندوؤں کے فدائی ہو جاؤ اور تمہاری مذہبی عصیت فنا ہو جائے پھر حکومتِ ہند  
اتحاد میں ہندوؤں کے اُس طرح دید و جیا کہ ہندوؤں کا دل چاہتا ہے۔

اسی اشار میں جب کہ مسلمانوں نے اپنی مذہبی ہدایات پر خیانت اور مہاجنت کی گند پھری  
پھری اور ملکہ قربانی میں صدیوں کے حق کو زخم کر ڈالا ہندوؤں نے جابجا میونسپلٹی میں  
ریلیٹ پاس کر دیا کہ کوئی گائے اور بچہ اورو میونسپلٹی میں نہ فرج ہو نہ اُس کا گوشت خریدی  
میں داخل ہونی پائے نہ کھنوا اور بلند شہر وغیرہ میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے ذرہ صبر کیجئے چند  
مہینے میں کوئی گوشہ ہندوستان کا ایسا ہو گا جہاں یہ قانون نافذ نہ ہو جائے۔

اس وقت کہ ہندوستان میں سلف گورنمنٹ قائم نہیں ہوئی ہے اس وقت کہ مسلمانوں



کی حمایت میں کل موجودہ ہندوؤں کے پنجہ اقدام میں گرفتار نہیں ہوئی ہے اس وقت کے ان کی پوزیشن کے لئے مسلمانوں کا اتفاق بہت ضروری ہے اس وقت کے مسلمان دھوکے میں اگر خود ہی نہ رہیں اور ملکی حق پرستی قربانی کا دھوکہ چھوڑنے اور پھر اپنے پرہیزگاری میں اس کی کیا ضرورت تھی جو ہندوؤں نے اسے از روئے قانون بند کر دینے کا حکم نافذ کر دیا وہ مستواب بھی آئیں کمولو دیکھو ہماری اس موجودہ حالت سے ہندوؤں نے کیا فائدہ اٹھایا۔ باوجود مخالفت مسلمان ممبران میں پسپائی پھر بھی کثرت ووش سے یہ قانون پاس ہی ہو گیا۔ ہندو ممبرانہ ادویں زیادہ سے باز رہتے گئے عام مسلمان اس وقت خاموش ہیں۔

اگر ذرہ زبان کو جنبش ہوئی تو پھر گاندھی صاحب اپنا دست کرم مسلمانوں سے اٹھالیں گے۔ ہندو مسلم اتحاد بابت تاریکیاں۔ افسوس صد افسوس مسلمان اس اتحاد کے خوف سے خاموش رہیں اور ہندو اس وقت کو غیبت سمجھ کر مدتوں کی فتایوں پوری کریں یہ ہیں نتائج ہندو مسلم اتحاد کے اور یہ ہر شرہ نان کو اپریشن کا اور یہ ہے جزا سلف گورنمنٹ کے لئے ہندوؤں کے معاون و مدگار ہونے کی رعائے کہ خوش مست از بہارش پیدا است

سیاسی حکم کا  
مجلس فتویٰ جس وقت سیاسی لیڈروں نے خلافت کے متعلق صدائے احتجاج بلند کی تھی اسی وقت سیاسی حصار نے بھی اپنا فتویٰ شائع کرنا ضروری

بجھا وہ فتویٰ عیسویب اندازوں میں علماء ہند کی خدمت میں پہنچایا گیا عیاری و مکاری کا کوئی طریقہ نرم اور گرم ایسا نہ تھا جسے تصدیق و تصویب کے لئے عمل میں نہ لایا گیا ہو۔

فتوے میں حسب ذیل مسائل پر روشنی ڈالی گئی تھی (۱) خلافت و نصب امام (۲) شرط امام و خلیفہ (۳) جزیرۃ العرب کی تحدید اور اس کے متعلق احکام شرعیہ (۴) جہاد کی اہم قسم و دفاع کے احکام اور اس کا وقت۔

فتوے کا خلاصہ المرام و غامۃ الکلام اس مفہوم پر تھا کہ اس وقت غلبۃ المسلمین کی طرف سے بغیر عام ہے اور تمام عالم اسلامی پر و فاع فرض میں وقت آگیا کہ بنیابغیر اجازت لدین نکل کھڑا ہو یہاں بغیر اذن شوہر جہاد کے لئے نکل پھیں یہ وہی وقت آپنا جب کہ بغیر و ہر ذات کو اس بغیر عام پر صدائے لبیک بلند کرنا فرض ہے۔

جس طرح ادائے فریضہ صلوٰۃ و صیام کے لئے والدین اور شوہر کی اجازت و رضا کی حاجت نہیں اسی طرح اس وقت جہاد کرنے میں بھی ان کی مرضیات کا خیال اور ان کی ناخوشنودی کا خوف ایک گناہ عظیم ہی۔

یہ فتویٰ ملک میں گشت کرتا رہا جراثیم و صحائف میں بھی شائع ہوتا رہا جو اہم کچھ نہ سمجھے کہ جہاد دفاعی جو اپنے مقابل قسم جہاد یعنی حملہ و ہجوم سے کیس زیادہ اہم اور واجب الص ہے اس کے لئے جو بغیر عام پکار دی گئی تو پھر اب انتظار کیا ہے مفتیان شرع متین جہاد کا علم اٹھائیں اور ہر ایک عالم اپنے دائرہ اثر کا مرکز بن کر مجاہدین کو جمع کرے سامان جنگ تیار ہو اور نظام جہاد ترتیب و تنظیم کی صورت میں لایا جائے مجاہدین فی سبیل اللہ کے نعرۃ تکبیر سے فضا سے ہندوستان کے بعد پھر ایک بار گونج اٹھے۔

یہ اسی انتظار میں تھے کہ علماء سیاسی کی بارگاہ میں ایسی خاموشی چھالی کہ گویا اس اہم رکن دینی کا انصرام نہ کسی شرط سے مشروط ہے نہ عساکر اسلامیہ کے لئے کسی قواعد و تنظیم کی حاجت ہے نہ یہ عمل علیل کسی فراہمی اسباب و سامان کا مقتضی ہے محض فتویٰ لکھ کر چھاپ دینا ہی سارے شرائط و ضوابط و مایحتاج کا تکفل و ضامن ہے۔

اسی دور انتظار میں جب کہ ایک برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا تو ہمارے علماء سیاسی و لفظ جہاد کی تحقیق رجب کا پور میں ایک جلسہ جمعیتہ علماء ہند کے نام سے ترتیب دیا گیا۔

جس کی کرسی صدارت کو اچھی عالم نے جو اس فتوے مشترکہ و معلنہ میں لباس مستغنی  
ساتنے آئے تھے عزت و تملکت بخشی۔

خطبہ صدارت میں کلمہ جہاد کے منہ سے نکلنے پر اپنی بیخونی و عدم ہراس کا پروردگار  
میں اظہار فرماتے ہوئے معانی جہاد بیان فرمانے کی بھی زحمت گوارہ فرمائی نہایت جوش و خروش  
کے انداز میں محبت عام کو سمجھا دیا گیا کہ یہ بھی جہاد ہے وہ بھی جہاد ہے اسے بھی جہاد شریعت میں  
کہتے ہیں اور اسے بھی جہاد شریع علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

عوام کے لئے پھر بھی یہ عقیدہ لایکل ہی رہا ان کی سمجھ میں خاک نہ آیا کہ برس روز بعد آج  
معنی جہاد کی تحقیق اور اس کے مصداق کی تفہیم و تلقین کیوں کیجاتی ہے اسی طرح آہستہ آہستہ درجہ  
بدرجہ کبھی کسی تحریر اور کبھی کسی تقریر کی ذیل میں مسلمانوں کو ایک غیر متعین صنف جہاد کے لئے  
علماء و سیاسی تیار کرتے رہے۔

**تعیین جہاد** | واقعہ یہ تھا کہ ان مدعیان علم کو اپنے پیشوایان کید و حیل یعنی جنٹلمین لیڈروں  
جو فیض ہونچا تھا وہ انہی کو مسائل شرعیہ اور اصطلاحات دینیہ کے لباس میں عام مسلمانوں کے  
سامنے لاتے تھے جنٹلمینوں کا مبدی فیض مشرک گاندھی کا دماغ تھا ایسی صورت میں جب کہ ان  
علماء سیاسی کا سلسلہ الذہب ایک فخرن کفر و شرک پر جا کر منتہی ہوتا ہوا اس کے سوا اور کیا چارہ  
کار تھا کہ جب تک کچھ اسی طرف سے القائد کیا جائے یہ ساکت و صامت ہی رہیں۔ رفتہ رفتہ  
وہ وقت آیا کہ مسئلہ نان کو اپریشن کی تحریک تسلیم کر لی گئی اب علماء کے جناب سے بھی جہاد اپنے صحیح  
مصدق پر اگر متعین و متشخص ہو گیا۔

عوام ہندوئی کا استعمال کریں یہ ان کا جہاد ہے اعزازی محمدی واپس کے مجاہدین یہ ان کی  
کام کرنے والوں کا جہاد ہے۔ کونسل کی ممبری چھوڑ دینا انریبل ہونے والوں کا جہاد ہے سب بڑا جہاد

طلبائے انگریزی خواں کے لئے جو وہ موجودہ نظام تعلیم کو جب تک نہ چھوڑیں گے مجاہدین میں ان کا شمار قطعاً نہ ہوگا ساری وعیدیں جو تارکین جہاد کے لئے ہیں ایک وعید بھی ان میں ایسی باقی نہ رہیگی جو طلباء پر صادق نہ آجائے موجودہ نظام تعلیم کے ترک میں تاخیر و تردد برہمی گناہ کیسہ بزدلین و اساتذہ کے استشارہ و استرضاء کی بھی حاجت و فرصت نہیں۔

وہ جہاد جسے فرض عین کہا گیا تھا وہ جہاد جس میں اولاد کو والدین اور زوجہ کو زوج کی اجازت کی حاجت نہ تھی وہ جہاد جس کے لئے نفیر عام ثابت کیا گیا تھا وہ جہاد جس کے معنوں کا کسی وقت شمار کیا گیا تھا وہ جہاد جس کی صورت خاص آج تک غیر متعین تھی وہی مسئلہ نان کو اپریشین ہو رہی۔

عزیزان وطن! ہمارے ہندو کا فتویٰ جو بصورت کتاب اور اسی نام سے شائع ہوا ہے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم بھی ہو چکا ہے اسے من اولہ الی آخرہ پڑھ جاؤ دیکھو تو اس میں ان اقسام جہاد میں سے کوئی مذکور ہی طمقات مسلم پر تقسیم اقسام جہاد کا کہیں اس میں نام و نشان بھی ہے ہندوستان اور اس کی آزادی کے لئے سرفروشی کا کہیں ایک حرف بھی آتا ہے ہدایت و نہایت میں آخر یہ فرق میں و نہار کیوں ہو؟

ہاں یہ ساری فتوے نویسی اور مجالس کی گراگری صرف اسی لئے تھی کہ نوجوانوں کو والدین و اساتذہ سے سرکشی و تمرد پر تہمتی طرح آمادہ کر دیا جائے تاکہ ملک میں بے گناہ آرائی کے لئے ایک کافی تعداد پڑھے لکھے ناخبر بہ کاروں کی ہاتھ آجائے۔

علمائے سیاسی اور ملکہ | تمہیں اسی خدا کی قسم جس پر تمہارا ایمان ہو ہے یہ بتاؤ کہ نفیر عام کے جہاد کی توہین | وقت یہی وہ جہاد ہے جو ہر نفس پر فرض ہو جاتا ہے تمہیں اسی مذہب و دین کا واسطہ جس کے تم پر وہو ہے یہ بتاؤ کہ بی بی کو بغیر اذن شوہر اور والد کو بغیر اذن والدین



کیا اسی جہاد کے لئے نخل کھڑے ہونے کو کہا گیا ہے۔

”الْجَاهِدُ مِنْ جَاهِدِ لِنَفْسِهِ وَالْمُهَاجِرُ مِنْ هَجْرٍ مَا نَهَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ عَنْهُ“

یعنی جہاد تو وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد لڑتا ہے اور مہاجر وہ ہے جس نے اُن چیزوں کو چھوڑ دیا جس کے ترک کا حکم اللہ اور اُس کے رسول نے صادر فرمایا یا اس حدیث پاک کی اب تلاوت کرتے ہو اور جہاد و ہجرت کی اب یہ تصویر پیش کرتے ہو۔

بیشک ہر وہ سچی جو حق پرستی اور خدا کی راہ میں کی جائے وہ جہاد ہے قرآن صلوٰۃ صیام حج و زکوٰۃ کا پابندی و استقامت ادا کرنا نوافل و مستحبات کی برکات حاصل کرنا یہ بھی جہاد ہے احقاقِ حق و الباطل باطل یہ بھی جہاد ہے سچ بولنا عفت و پارسانی اختیار کرنا دیانت و امانت کی زندگی بسر کرنا یہ بھی جہاد ہے یتیم و یتیم کی خبر گیری ضعفاء و مرضاء کی خدمت گزاری یہ بھی جہاد ہے لیکن اس جہاد کے لئے تو غیر عام کی شرط نہیں کفار و غیر مسلم اقوام کا بلا د اسلام یہ پرہجوم اس جہاد کا موقف علیہ نہیں یہ جہاد امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی دعوت و پکار کا خواہاں نہیں یہ وہ دفع نہیں جو درجہ بدرجہ شرفاً و غرباً عامہ مسلمین پر واجب ہوتا ہے بلکہ یہ تو وہ جہاد ہے جس سے انتہائی امن و سکون قایم سطوت و شوکت بحد فراغت و قوت کے ایام میں بھی کسی مومن کو فایز نہ بیٹھنا چاہیے۔

الْجَاهِدُ مِنْ جَاهِدِ لِنَفْسِهِ کا جہاد ہر صبح کو ایک سچے مخلص مسلم کی حیات میں شروع ہوتا ہے اور دوسری صبح کو ختم ہو کر پھر شروع ہو جاتا ہے مشکوٰۃ نبوت سے جن کے قلوب منور و تاباں ہیں ان کی زندگی کا کوئی لمحہ اس جہاد و ہجرت کی سعادت سے بے نصیب نہ ہونے نہیں پاتا عامہ مسلمین بھی اس جہاد و ہجرت سے اس قدر تو ضرور متاثر ہیں کہ اگرچہ تک کسی مسلم و مومن باپ نے اپنے بیٹے کو یا کسی مسلم و مومن شوہر نے اپنی بی بی کو ائمہ محمدی کے لئے دعار خیر کرنے سے

منہ نہیں کیا خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے یا سنن و تعجبات کے بجالانے سے یا مسکینوں اور  
 حاجت مندوں کی امداد سے نہ کسی باپنے اولاد کو جو جھڑکا نہ شوہر نے بی بی بل پر حجاب نازل کیا  
 جنگ طرابلس و بلقان کے | جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں عورتوں نے اپنی سب سے زیادہ عزیز  
 موقع پر ایثار و محبوب خیر یعنی زیور تک آ کر چند دین سے ڈالا لیکن اس پر بھی  
 کسی خاندان کے متعلق یہ نہ سنا گیا کہ اس انفاق پر زن و شو میں سو مزاجی ہو گئی۔

نوجوانوں نے انھیں آیام میں منتیں صوم کی مائیں اور روزے رکھنے لگیں بارہ ہزار  
 قرار دی گئی اور اخلاص و نیاز مندی سے پوری کی گئی اسی کے ساتھ دل کھول کر روپے بھی  
 دے اپنے لڑائیوں میں کمی کی اور اس طرح مجروحین طرابلس و بلقان کو چند بھیجا خاص کالج میں  
 تقریباً ایک سال تک مسلسل یہ سلسلہ قائم رہا اس وقت کسی باپنے اپنے بیٹے سے نہ اخلتار  
 رنج و ملال کیا نہ اولادوں کے اس فعل کو نظر ناپستی سے دیکھا۔

پس اگر اس وقت بھی اسی جہاد انفاق اور ایثار کی حاجت تھی تو اس کے لئے فیض عالم اور  
 جہاد کے فرض عین اور اطاعت والدین و اساتذہ و اطاعت زوج و مولیٰ سے انحراف و منکراہ  
 کی تلقین و تبلیغ کی کیا حاجت تھی لیکن ہاں یوں کہو کہ اگر سچائی کے ساتھ امر بالمعروف و نہی  
 عن المنکر کی تبلیغ کرتے یا ایمان داری سے صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہبری کرتے تو پھر  
 اپنی ہواؤ ہوس کا حید کہاں تلاش کرتے۔

افسوس ہے اس فتوے نویسی پر جس نے مسلمانوں کے کتنے گھرتا کر دیئے اس زمانہ  
 شور و فتن میں جب کہ نوجوانوں میں سعادت و اطاعت اور حق شناسی کا فقدان ہو رہا ہے  
 والدین و اساتذہ کی خدمت میں انھیں اس طرح دلیہ و گستاخ ہو جانے کی ہدایت کیسا زہر آلود  
 اور سموم پیام ہے۔

مسلمانوں کی ہجرت کے  
اسی طرح ایک غیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اس بانگ بے ہنگام  
سرحدی علاقے اور خطہ سندھ میں بہت زیادہ اثر کیا ہزاروں گھر

تباہ ہو گئے ہزاروں عورتیں بے سرپرست رہ گئیں ہزاروں بچے سایہ پدری سے محروم  
کروہیے گئے گھانٹوں کے گھانٹوں مسلمانوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دو لاکھوں کی  
جائدادیں کوڑیوں کے مول ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ دی گئیں تقریباً ایک لاکھ مسلمان  
اپنے دیار و وطن الماک و جائداد سے دست بردار ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔

کچھ دنوں تک ہجرت کا زور رہا اخباروں میں بھی نہایت جلی قلموں سے ماجرین کا  
قافلہ لکھا جاتا تھا لیکن جب ہجرت نے رجعت قمری کی صورت اختیار کی تو دو چار عذار بارڈ  
کرتے ہوئے ہجرت کا سلسلہ بند کر دیا گیا اب پھر دوبارہ مزدہ ہجرت مسلمانوں کو نہایا گیا اور  
اجازت و پروا بھی عطا ہو گئی لیکن اب نہ تو کوئی مضمون فضائل ہجرت پر لکھا جاتا ہے نہ اس کی  
ضرورت ثابت کی جاتی ہے نہ کوئی قافلہ کا سلسلہ آمادہ ہجرت نظر آتا ہے اب تو ساری زبانیں  
ہیں اور صرف ایک کلمہ توحید مشرکہ کا مذہبی نان کو اپریشن گاوردہریسی ہجرت ہر ادیریسی جہاد  
لیڈرو اس ہنگامہ بھڑے تو یہ بہتر تھا کہ جس طرح کے اشخاص کی جس تعداد میں

بلاد اسلامیہ کو حاجت ہوتی پہلے انہیں مسلمانوں کو نقل مکان کی ترغیب دی جاتی آغاؤں کا  
سے چتر ایک کل نظام عمل بنانا تھا عوام کے جانے سے قبل خواص کا سفر کا ضروری تھا  
تا ملائم حالات کا پہلے اندازہ کر کے حتی الامکان انسداد ناگواری کرنا بہت ضرور تھا۔

کیا ستم ہی ہم جب کہ ایک مختصر سفر جائے اقامت کرتے ہیں تو اپنے سفر کی فایۃ قیام  
کی مدت ہمارا ہوں کا انتخاب اور دیگر ضروریات و حالات کا پہلے انتظام سوچ لیتے ہیں لیکن  
یہ کیا فایۃ قیام ہر کہ مسلمانوں کے سامنے ایک غیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اور اس ہم تحریر

کی کامیابی بامراد ہونے کے لئے جس ترتیب و تنظیم اور ہدایت و تعلیم کی حاجت تھی اس سے خود تحریک کرنے والوں کا دماغ بھی خالی تھا جو صدر اس عظیم الشان تحریک کو تغافل شہابی اور نادانیت مذہبی نے اس وقت پہنچایا ہے نہیں معلوم اس کا ذمہ دار کون ہے اور اس کا کفارہ کس کی گردن پر ہے۔

جہاد اور ہجرت ان دونوں اہم و اعظم مسئلوں کو جس طرح اس دور کے علماء و سیاست دانہ کیا ہے تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے مسلمانان ہند کا ہونا نقصان اس حد تک کہ ذب فتوے نویسی سے ہوا دیکھئے اس کی اصلاح کیوں کر ہوتی ہے اور کتنا ناچاہتی ہے علی الخصوص

لفظ جہاد میں کچھ وہ برقی قوت تھی کہ اس کے سننے سے غیر مسلموں کو ٹھنڈا پینا آتا تھا اور مسلمانوں کے مردہ و افسردہ قلوب میں حیات و تازگی۔

قبل ازیں لفظ جہاد | اس موقع سے قبل جب کبھی اور جہاں کہیں بھی یہ لفظ کہا گیا ہے تو نثر کا اثر دیگر کلمات کے اس نے اپنے تلفظ کو وہ ہوائے کیف ثابت ہونے

نہیں دیا جو ایک مرتبہ ٹکرا کر ہوا کی موجوں میں گم ہو جائے اور اس کو ارضی پر اس کا نام بھی غیر قادرہ اشیا کی فہرست میں منسلک ہو جائے بلکہ جب کبھی یہ لفظ کہا گیا اور مسلمانوں کے کانوں تک پہنچا یا گیا ہے تو کفر و شرک کی بنیادیں ہل گئی ہیں مخلوق پرستوں اور خدا کے دشمنوں میں زلزلہ پڑ گیا ہے۔ تاریخ اقوام اور جغرافیہ ملکی میں ہمیشہ ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا ہے اس لفظ جہاد کے کہنے اور سننے کے ایام مصفات زمین پر ہمیشہ خون کی سرفی اور لڑک سنان ٹھنڈے لگتے گئے ہیں۔

لیکن آج تم نے مسلمانوں کے اس سینہ صمد سالہ عظمت کو اپنے قدموں کے بیچ



روند ڈالا آج تم نے سات کروڑ مسلمانوں کی دینی غیرت کو یوں ذلیل و خوار کیا دیکھو غیر مسلم قومیں تم پر ہنستی ہیں نہ انگریزوں میں تمہاری ہیبت رہی نہ ہندوؤں پر تمہارا خوف رہا۔

تم اور تمہارا دین تم اور تمہارا مذہب تم اور تمہاری مذہبی تعلیم تم اور تمہاری دینی احکام کے بنگاہ غیر مسلم میں ہیج و فرمایہ ثابت ہوئے۔ لیکن اس کی انتہیں کیا پر واجب کہ تقریباً ایک ملک کا خراج تمہارے گھروں میں چوپٹ گیا جب کہ ہزاروں انسان تمہیں اپنے دوشِ حقیقت پر لئے پھرتے جبکہ ہر روز شاہانہ دسترخوان سے کام و زبان نئی نئی لذتیں لے رہی ہیں تو پھر ان نعمتِ غلہ بریں کے مقابلہ میں اسلام کیا ہی اور ایمان کیا۔

اے سرستانِ بادۂ لیڈری ذرہ ہوش میں آکر ہیں بتاؤ کہ تم سواراج کے لئے اٹھائے گئے تھے یا خلافت کے لئے تم نے ہندوؤں کو آمادہ کیا تھا تم اسلام کے نشر و تبلیغ کا علم لے کر بڑھے تھے یا کفر و شرک کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے یہ لشکر آرائی کی گئی تھی اسلام کی حقانیت اور ارکانِ اسلام کا غیر مسلم کو گرویدہ بنانا تمہارا نصب العین تھا یا خود کفر و شرک کے جال میں پھنس کر آزادی ہند کا ترانہ سنانا مقصود و مطلوب تھا۔

**مسلم لیڈروں کا کفر** | لا الہ الا اللہ گاندھی نے کس جن تدبیر سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے کافر میں ادغام مذہب کا غلام بنالیا ایک برس بھی گزرنے نہ پایا جو حمایتِ خلافت سے نہ صرف ہندو دست کش ہو گئے بلکہ اُس عیارِ اذہ چال سے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نے مشابہ خلافت کو دھکے دے کر پس پشت ڈال دیا۔ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کی جگہ گاندھی کو دی گئی اب یہ مدعیانِ اسلام اسی کی کوشش کر رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عظمت سے کوئی قلبِ مومن غالی نہ رہنے پائے۔

کوئی امامِ مہدی علیہ السلام کا پیش کنسا ہی کوئی یہ کتاب ہے کہ نبوت اگر ختم نہ ہو گئی ہوتی

تو گاندھی نبی ہوتا یعنی نبوت کے ماتحت جو سبے بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے کوئی اپنے کو پسر گاندھی کا کہتا ہے اور اسلام کی نجات اسی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔

مسلمان اپنی کاؤں سے سننے ہیں انکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں پڑتے ہیں پھر بھی عالم وجد و تواجد میں آکر وہ ہمارے لیڈر و شاہان ہمارے لیڈرو کی رٹ لگاتے جاتے ہیں۔

فرزندان اسلام رہبری کی تین قسمیں ہیں ایک وہ بالکمال جس کے ذہن میں منزل مقصود متعین و مشخص رہا ہیں اُس کی معلوم۔ و شواہدوں پر اُسے اطلاع خطرات و ممالک سے واقفیت کا ملان تدابیر پر قادر جن سے خطرات و موانع کا اثر نہ آنے پائے۔

ایسا رہبر اپنے علم و بصیرت سے رہبری کرتا ہوا خطرات و ممالک سے بچاتا ہوا موانع کو دفع کرتا ہوا اپنے پیچھے آنے والوں کو سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ ایک ماہر ناخدا کہ وہ سمندر کی راہوں سے واقف مقام خطر سے آگاہ ممالک سے بچ کر نکل جانے کی اسے سبیل معلوم۔

دوسرا وہ ناقص رہبر جسے نہ راہ معلوم نہ خطرات کا علم لیکن منزل مقصود متعین تلاش راہ کی طلب کامل اور خطرات پر غالب آنے کی قوت اُسے میسر و حاصل۔

تیسرا وہ مدعی باطل کہ جسے نہ منزل مقصود کی خبر نہ راستہ کا علم نہ شواہدوں پر بصیرت نہ ثبوت نہ کسی قسم دفع پر قدرت و طاقت۔

اب تیس پر فیصلہ ٹھیرا تمہیں کہد و خدا لگتی تمہارے لیڈر کس قسم رہبر میں شامل و معدہ ہیں

ہندوؤں نے ہمارے لیڈروں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر کس سہولت و نرمی سے آہستہ آہستہ انہیں اپنے نقطہ خیال پر ہمارا لفظ سواراج جس سے لاکھوں کان کج تک نا آشنا تھے خلافت کے عوض کس جوش سے وہ ہر ایک زبان پر جاری ہے گاندھی جس کا نام تک پہنچ بریں قبل ہندوستان کے کسی مسلمان کے علم میں بھی نہ تھا خلیفۃ المسلمین کی جگہ آج اُس کے تقدس و عظمت کے فناء کے کمال فحشیت سے مستورات تک میں کے جاتے ہیں۔

گھائے کی قربانی اور اس کا معمولاً ذبح بعض جگہوں میں بند ہو چکا ہو اور باقیہ مقامات پر بند ہونے والا ہی ہندی نے اردو پر فتح پائی ہے۔ دوش مسلم پر کافر کا جنازہ رکھا جا چکا جنہیں اس کا موقع نہ ملا انہوں نے نفل جنازہ آتا کر اپنی شرکت و سمیت کا ثبوت دیا مشرک کے لئے برکات عالم آخرت چاہی گئیں اور منفرت کی دعا مانگی گئی کلہ تو حید پڑھنے والوں کے منہ سے رام رام ست ہی کہا گیا کھلایا گیا۔

یہ سارے اعمال جو وقوع پذیر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان سے  
**بالعکس معاملہ** | ہندوؤں کے مطالب و مقاصد مذہبی و ملی کا تکملہ ہو رہا ہے یا اسلام

اور اسلامی خلافت کی خدمت انجام پا رہی ہے چوبیس کروڑ ہندوؤں کا قدم خلافت اسلامی یا کسی رکن دینی کی طرف بڑھایا سات کروڑ مسلمانوں نے بڑھ کر سواراج اور مراسم کفر و مشرک کو بیک کہا مسلمان ہندوؤں کے چمکے یا ہندو مسلمانوں کے ہو رہے مسلمانوں کے قلوب آہنی تھے یا مقناطیسی مسلمانوں نے مقناطیس بن کر ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچا یا ہندوؤں نے اپنی مقناطیسی کشش سے انہیں اپنی طرف جذب کر لیا اس کا جواب مقناطیس ہونا چاہیے نہ خطیبانہ عبارت آرائی سے۔

غالباً خلافت کے متعلق تم یہ جواب دو گے کہ اب یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ جب تک ہندوستان آزاد نہ ہو اور انگریزوں کا قدم یہاں سے نہ ہٹے مسلمان کچھ بھی خلافت کی مدد نہیں کر سکتے ہیں۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ پہلے خلافت کے لئے ہندو تک سرگرم کار تھے لیکن اسی قبیل میں یہ تبدیلی واقع ہوئی کہ خود مسلمان بجا ٹیٹلٹ سوانح پکارنے لگے شاید گاندھی کے باب میں ہم یہ جواب دو کہ جب کہ مسلمانوں میں کوئی صاحب سجادہ کوئی خالقائے شین کوئی دھما و فیس کوئی محدث و مفسر مدیکہ کوئی جنٹلمین لیدر مثل گاندھی کے نہ تو ہمیں اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ ہم اُسی کی تقلید کریں اُسی سے اپنا رشتہ ہدایت جوڑیں اسلاف کے واقعات و حالات زندگی آج قسط و ہستان ہیں قوم افسانوں سے نہیں بنا کرتی نہ کسی کی سوانح و سیرت قوم میں رواج پھونک سکتی ہے ہمیں تو ایک زندہ مثال و نمونہ چاہیے اور وہ نہیں ہے مگر گاندھی۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ گاندھی تمہارا پیشوا ہے اور تم اُس کے پیرو اور دیگر اعمال خبیثہ کے متعلق تمہارا یہ جواب ہو گا کہ اس وقت انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں حاجت تھی کہ ہندوؤں میں جذب ہو جائیں تاکہ باہمی تجاذب و ادغام سے طاقت و شدت آجائے اور ہماری صدائے احتجاج میں قوت و صولت پیدا ہو جائے

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ تم ہندوؤں میں جذب ہو گئے۔

وَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ | علم بردارانِ مان کو آپریشن و واراج! قیامت ایک دن ضرور تیرا  
ہوگی جہاں اولین و آخرین کا مجمع ہوگا اور پھر لسن الملک الیوم شد  
الواحد القہار کی دل پکیا دینے والی آواز کے ساتھ تختِ رب العالمین سامنے ہوگا و بحمل  
عرش ربک فو قہم یومئذ ثمانیۃ اُس دن تمہارے سر اُتر و غفیات کھل جائیں گے  
یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ۔ اُس دن تمہیں اُس جلیل و جبار قادر و قہار کر سائے  
باکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِنُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ  
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِنُهُ فَامَّهُ هَارِيَةً وَاَمَّا ادْرَاكُ مَا هِيَ نَارُ حَامِيَةٍ"



تو بھر جس وقت یومہ یففع الصادقین صدقہم کا ظہور ہو رہا ہو گا تمہاری کیا حالت  
 ہوگی اور تمہارے ان اعمال کا ترازو کے عمل پر کیا وزن ہوگا خلافت اور دین کا نام لیکر  
 سواراج اور تعلیمات کا مذہبی میں فنا ہو جانا کیا نتیجہ سامنے لائے گا۔ الذین ضل  
 سبیلهم فی الحیوة الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا  
 اولئک الذین کفرو بایات ربہم ولقاءہ فحبطت اعمالہم  
 فلا نفیع لہم فی ما القیامۃ و زنا۔ یقین کر لو کہ اس روز یہ تمہاری تعلیمیں  
 کی چاند پارہ پارہ ہوگی اور تدلیس کا جال ریزہ ریزہ۔ یہی لیدری اس دن  
 تمہیں وبال ہوگی اور یہ ہر دل عزیز پر تمہیں رسوا و خوار بنائے گی۔ آج وہ  
 بھڑا درابنہ جس پر تمہیں ناز و تغیر ہے آج وہ ہنگامہ و ہجوم جس پر تمہیں اعتماد  
 و سہارا ہے کل بروز قیامت تم سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا۔ قالوا ربنا انا اطعنا  
 سادتنا و کبراءنا فانزلنا السبیل را ربنا اتھم ضعفین من العذاب  
 و الغنہم لغتاً کبیراً یہ گروہ معتقدین یہ مجمع ارادت مندان  
 جو آج تمہیں اس درجہ محبوب ہے کل بروز عشرتم اس سے خفا ہو گئے اور دست بردار  
 شامت اعمال کا وبال سامنے ہو گا اور یہ ہیکل میں خاک سیاہ۔ اذ قبرا الذین اتبعوا من  
 الذین اتبعوا و راوا العذاب و فقطعت بہما لاسبابہ  
 نان کو آپریشن کا طمع جامہ | اب آؤ ہم ایک دوسری مجلس منعقد کریں اور مسئلہ نان آپریشن  
 نے جو روپ بدل کر ہندوستان میں ایک اودھم مچا رکھی ہے اس کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھا  
 ضرورت ہے کہ یہ گاندھی گردی جو طمع جامہ ایمان و اسلام سے مرصع بنا کر سامنے لائی گئی ہے  
 اس کی ہلیت بالکل ہی بے نقاب کر دی جائے سب سے پہلے اس غفلت کی تائید اور تردید کی طلب

کی طرف نظر کرنا ضرور ہے۔

مفہوم نان کو اپریشن کا تدریجی تبدل

یہی مفہوم جس کی اس وقت ملک میں دعوومچی ہوئی ہے ایک مدت کانگریس میں مقادست بھول کے لفظ سے ادا کیا جاتا تھا۔

نان کو اپریشن کا مختلف ترجمہ

پھر اس مفہوم نے سنیانگرو کی صورت اختیار کی کاروباری دنیا میں یہ پہلی ہڑتال تھی جس نے عملی شکل میں مقادست بھول کی جگہ آٹائی

کی اسی دوران میں مسٹر گاندھی نے نان کو اپریشن کا دلکش نمونہ چھپڑا اب مقادست بھول کی جگہ نان کو اپریشن کو دی گئی کچھ دنوں اسی کا دار و دورہ رہا اور وہ جراثیم بھی نان کو اپریشن ہی کہتے رہے اس لفظ کے مختلف ترجمے بھی ہوتے رہے عدم اشتراک عمل عدم اتحاد عمل ترک معاملات عدم تعاون وغیرہ وغیرہ۔

نان کو اپریشن کے لئے شرعی لباس

لیکن ہنوز وہ دینی قبائے ہمیشہ یہ جماعت اپنے مختصات چھپڑے و موزوں کرنے کی مادی تھی اس وقت تک ان الفاظ کی

تراش سے وہ قبائے تیار نہ ہو سکی بالآخر مصداق جو میندہ یا بندہ مدتوں کے مشاق بار بار کے تجزیہ کار اپنے متباد کن دماغوں کی طرف رجوع لائے اور ایک لفظ موالات ڈھونڈ لے آئے۔

جن نے اس کو ہر نایاب کی جستجو کی تھی لیڈروں کی جماعت میں طرہ امامت اسی کی دستار پرشایاں تھیں لیکن واضح رہے کہ امامت و جدویت تاک کے القاب بھی یہ لیکر گاندھی کو ہی بخشے گئے کہ ع ایس گل تازہ برآں گوشت دستار خوش است۔

لفظ موالات پر ہتھ قرار کی علت

عوام کچھ نہ سمجھے کہ آخر ہمارے لیڈر نان کو اپریشن کے

لفظ سے جلد جلد گزریوں کر رہے ہیں کسی ایک ترجمہ پر انہیں قرار کیوں نہیں آتا اور اب کہ لفظ موالات انہیں مل گیا تو اس پر قدم جا کر اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں کہ ترک معاملات عدم اشتراک عمل وغیرہ کی طرف اگر انہیں کوئی پھینکا بھی جاوے تو جنبش کی قسم ہے وہ ہیں اور ترک موالات کی صدمہ ہی تم سلام کر دو وہ جواب میں ترک موالات کہیں گے تم مزاج پُری کر دو وہ ترک موالات کہہ کر اپنی عافیت بتائیں گے اب تو ان کے دل و دماغ میں سولے اس ایک لفظ کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔

حالانکہ واقعہ صرف اس قدر تھا کہ سارے تراجم کے الفاظ سولے موالات کے ایسے تھے کہ ان کی فکیں دھوکھا دینے کے لئے ناکافی تھیں لیڈروں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک ایسے لفظ کی ضرورت تھی جس کی ظاہری شکل دکھا کر مسلمانوں کو اپنے اغراض فاسدہ کا شکار کر لیا جائے۔

ترک موالات کا لفظ جب سامنے لایا گیا تو مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ نان کو آپریشن خواہ سیاست ہند کا خالص مسئلہ ہو لیکن ترک موالات محض اسلامی مسئلہ ہی اس لئے مسلمانوں ہی پر اس کی تعمیل بھی واجب ہے۔

ملا، اعلیٰ سے علمائے سیاسی کا استفادہ | علماء سیاسی کو جب ان کے ملا، اعلیٰ سے اس ہدایت کا فائدہ فرمایا گیا کہ اب بجائے نان کو آپریشن کے موالات کیئے اور کھئے نیز نظام عمل کے وہ حدود جنہیں نان کو آپریشن کے دائرہ نے اس وقت گھیر رکھا ہے ان کے ترک موالات کے احاطہ میں داخل کیجئے اسی کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھنا آپ حضرت کافر ہیں کہ ہنود کی نئی سرکار سے جو طوق غلامی ابھی ابھی گٹھے میں ڈالا گیا ہے ہرگز ہرگز کوئی تاناس کا ڈھیلہ نہ ہونے پائے بلکہ اس پر غور ہی ایک اور گرہ افزوں ہو جائے۔

لا، اعلیٰ کا حکم اور علمائے سیاسی کا سر تسلیم خم  
 آفریں جو علماء سیاسی کے اس انقیاد و اطاعت گزاری پر  
 فوراً کہہ اُٹھے کہ قرآن پاک میں نصاریٰ سے ترک موالات  
 کا حکم بنفس صریح ثابت ہے۔ یا یٰھذا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء  
 بعضهم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فامنہم لیکن اسی کے ساتھ انھیں یہ  
 دشواری پیش آئی کہ بیشمار آیات الہیہ فرقان مجید میں گونج رہی ہیں کہ کفار و مشرکین سے ترک موالات  
 ضروری ہے۔

کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب  
 میں فرق مراتب  
 اگرچہ یہود و نصاریٰ بھی کافر ہیں ان کی توحید بھی  
 میں گم ہو گئی ہے قرآن مجید ان کے کفر و ضلالت پر  
 گواہ ہے (۱) لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب (۲) لا تقوا لوالثلاثۃ انتھوا  
 خیرا لکم (۳) قالت الیہود عزیر بن اللہ وقالت النصارى مسیح بن اللہ  
 پہلی آیت اہل کتاب کے کافر ہونے کو بتاتی ہے دوسری آیت اُن کے عقیدہ تثلیث کو ظاہر کرتی  
 ہے تیسری آیت اُن کی ضلالت و غوایت اور گندگی عقیدہ کو بتاتی ہے تشریہ و تقدیس کے  
 مفہوم سے اُن کا بیگانہ محض ہونا ثابت ہو رہا ہے لیکن باوجود ان تمام گمراہیوں کے یہ وہ نصائذ  
 کو اہل کتاب کہا گیا ان کی عورتوں سے نكاح جائز قرار دیا گیا پس موالات جب کہ اہل کتاب سے  
 منع کر دی گئی تو کفار و مشرکین جن سے ادنیٰ معاشرتی تعلق یعنی اُن کی عورتوں سے نكاح بھی  
 حرام و زنا شرعیہ مطہرہ نے قرار دیا ہو موالات کیوں کر جائز ہو سکتی تھی۔

علماء سیاسی کا اضطراب اور  
 ایک مغالطہ کی ایجاب  
 بار بار اس کثرت سے کفار کے ساتھ موالات کی حق سچائی  
 نے منع فرمایا ہے کہ مولائیں کفار کا دم گھسنے لگا مصیبت  
 عظمیٰ یہ تھی کہ اس مسئلہ کی ایجاب کا مقصد احکام شرعیہ کے زیر اثر رہ کر انگریزوں سے کنارہ کشی



دیکھوئی نہ تھی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ داد و انقیاد رکھنا و اتحاد و مطلوب تعاب اگر نہ تھی  
 کہ فتویٰ نصاریٰ کے باب میں پیش کیا جاتا ہے تو کفار کی دلا و محبت کا جام کیوں کر پایا جاسکتا  
 ہے پھر اگر یہی نہیں ہوا تو ساری سہی بے حاصل لغو و باطل ہوئی جاتی ہے، علماء سیاسی  
 نے محال سحرین کا جو فتوہ اس موقع پر پیش کیا ہے اُس کی داد کسی بشر کی زبان سے ادا ہو  
 سکتی ان جس کے کلام میں یہ لُٹ پھیر کیا گیا ہے اُسی کی قدرت میں اس کا عوض و صلہ بھی ہے  
 سورہ ممتحنہ کی آیت تلاوت کرتے ہوئے ایسا مفالطہ آمیز ترجمہ کیا کہ عوام دھوکے  
 میں آگئے اور نہایت سہولت سے مطلب برآری ہو گئی۔ لا ینفککم اللہ عن الذین لم  
 یقاتلوکم فی الدین ولہم خیر جو کم من دیار کہ ان تدبروہم و تقسطوا الیہم  
 ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و  
 واخرجوکم من دیارکم و ظاہر و اعلیٰ اخرجکم ان تولوہم و من یتولم  
 فاولئک ہم الظالمون ۛ

تقریر مفالطہ | اس وقت وہ علماء سیاسی جو کفار مشرکین کے بادۂ محبت میں  
 سرشار ہو رہے ہیں جھوم جھوم کر اسی آیہ کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ سمجھاتے  
 ہیں کہ دیکھو حق سبائے نے غیر مسلم فریق کو دھنسنوں میں تقسیم فرما دیا ہے ایک تو وہ ہیں  
 جو مسلمانوں سے دلاوت کرتے ہیں نہ مکانات سے انہیں نکالتے ہیں اُن کے ساتھ ہر طرح کی  
 محبت ہمدردی نیکی اور احسان کا حکم خدا دیتا ہے دوسرے وہ ہیں جو یہ سب کرتے ہیں اُن کے  
 ساتھ اس طرح کا کوئی علاقہ بھی اگر مسلمان رکھے گا تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ نفاق ہے اور  
 منافق مومن نہیں دیکھو آج تک ہندوؤں نے نہ کبھی اسلامی ممالک پر حملہ کیا نہ مسلمانوں سے  
 قتال فی الدین کیا نہ کسی اسلامی ملک سے مسلمانوں کے اخراج کا باعث ہوئے ہیں ان کے

ساتھ کیا وجہ ہے جو مسلمان محبت و بہدرونی نیکی و احسان نہ کریں حالانکہ ان کا رب انہیں  
ایسا کرنے کی اجازت دے رہا ہے یاں عیسائیوں نے نہیں بنیں بلکہ انگریزوں نے مسلمانوں کے  
ساتھ یہ سب کچھ کیا ان سے کسی طرح واسطہ رکھنا دین و اسلام سے نکل جانا ہے۔

یہی وہ فریب ہے جو اس وقت عام مسلمانوں سے کیا گیا یہی وہ تدلیس کا جال ہے جس میں  
مسلمانان ہند کو گرفتار کر کے ہندوؤں کے حوالہ کیا گیا یہی وہ شرعی مغالطہ ہے جسے علماء  
سیاسی نے چند روزہ جہاد کے لئے ایجاد کیا یہی وہ تحریف دینی ہے جس کا ارتکاب عین ایمان  
قرار پایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مسلمانوں دیکھا تم نے دین سے بے پروائی اور علوم دینیہ سے بے نیازی کا ثمرہ  
حرام کو حلال اور حلال کو حرام حق کو باطل اور باطل کو حق تم سے کہا گیا تمہیں سمجھایا گیا تم نے  
مُن بھی لیا اور عمل پر آمادہ بھی ہو گئے۔

اب مصیبتیں جھیلو مشقتیں اٹھاؤ ذلت و خواری کی زندگی بسر کرو نافرمانی مولانا مبارک و  
تعالیٰ کو فرمان برداری سمجھتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے اور تمہیں توبہ بھی نصیب نہ ہو  
مغالطہ کا خطرناک نتیجہ | کوئی گناہ جب کہ گناہ سمجھ کر عمل میں آئے تو نفس تو امہ کی ملامت  
عاصی و غافل کو توبہ و انابت کی طرف متوجہ کرتی ہے لیکن جب کہ گناہ عین اطاعت سمجھ کر کیا  
جائے تو پھر توبہ و استغفار کی بھی اُمید منقطع ہو جاتی ہے۔

اس وقت جو عالم نمایاں دروں نے بدترین اعمال کو مذہبی تعلیم کھڑکھڑایا ہے اور تم اس  
پر لبیک کہہ کر جھک پڑے ہو شاید وہ وقت دور نہیں جب کہ اس گمراہی و ضلالت کی روک تھام  
حقیقت تمہیں شاہد ہو جائے اور یہ سارے سبز باغ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ وَاذْخُرْنِ  
لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَاهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَانِیْ جَاکُمْ لَکُمْ فَلَمَّا

قوامت لفتن نکس علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری ملا ترون

انی اخاف الله والله شديد العقاب

ایک التماس | اس سے پیشتر کہ اس مغالطہ آمیز تقریر اور اس مخرب دین مسئلہ کی حقیقت بیان کروں اس قدر گزارش کی اجازت چاہتا ہوں کہ وہ ذات جس نے عالم میں نشر و تبلیغ مذہب اسلام کی فرمائی اُس کے متعلق اُس کے بے صحیحہ و لے نے ارشاد فرمایا  
وما امر سلتك الا رحمة للعالمين وہ کتاب جسے تعلیم امت کے لئے اس خاکدانِ عالم میں اُس نے امانت چھوڑا اُس کے باب میں حق سبحانیوں فرماتا ہی۔ یا ایہا الناس قد جاءکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدی ورحمة للمؤمنین

اسلام کامل و مکمل ہے | وہ دینِ مبین جس کے اتباع کو ہمارے صلاح و فلاح کا ضامن  
و کفیل بنایا اُس کے باب میں یہ مژدہ سنایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی  
و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ پیغمبر کا وجود رحمت اُس کی لائی ہوئی و وحی آسمانی رحمت  
اُس کا دین کامل و تمام اور حق سبحانہ کا پسندیدہ پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ جس نے  
دینِ اسلام کو لبیک کہا جس نے قرآن مجید کو خدا کا بھیجا ہوا فرمانِ ہدایت یقین کیا جس نے  
اُس نبی برحق کی تصدیق کی اور اُس کے اتباع کو وسیلہٴ نجات جانا وہ کسی وقت کسی حالت  
میں بھی امتیاج کا ہاتھ کسی غیر کی طرف پھیلائے یا اُس دین کی کوئی تعلیم اپنے متبع کو حجت  
و وصیت میں مبتلا کرے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
 فَمَنْ رَأَى مِنْكُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكُمْ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

زندگی کا ہر شعبہ اور حیات انسانی کا ہر لمحہ جو اس عالم امکان میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے اُن کے

طریق عمل کا صحیح نمونہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں موجود ہر اُمت کی سادگی اس میں ہے کہ اپنے واقعات زندگی میں اسی حیات طیبہ کی تقلید و اتباع کرے۔ **ذالک فضل اللہ ولیہ من یشاء** ۵

کس قدر نادانی اور کیسی پستی ہے جو اسلام کا یہ مفہم سمجھا جاتا ہے کہ وہ صرف چند ایسے اعمال و ارکان بتاتا ہے جن سے قوت و حمیہ بڑھ کر انسان کے سارے توانے و مایہ پر مستولی ہو جاتی ہے اُس کے جذبات فنا ہو جاتے ہیں اور وہ ہم کی ہمہ گیری و ہستیلا آخر اُسے ایک راہب و لایققل بنا دیتی ہے اُس کا وجود ایک ایسی عجیب تصویر پیش کرتا ہے جسے دیکھ کر زمیں کا بسے والا اُس جیسے ہونے کے خیال سے بھی لرز جاتا ہے۔

**سیرۃ خاتم النبیین** | دوستو من اصدق من اللہ قلیلا اللہ تعالیٰ سے زیادہ  
کا ایک صفحہ | سچا کون ہو سکتا ہے دیکھو جب کہ وہ تمہارے دین کو ہر پہلو سے  
کال اُس کی تعلیم کو ہر طرح کی رحمت و برکت کا ضامن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تہذیب  
لے نمونہ فرما رہا ہے تو پھر تمہارا ایسا خیال محض نا آشنائے حقیقت ہونے کی دلیل ہے۔

**عہد نبوة کا آغاز اور** | ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس طرح شروع ہوتی ہے  
**اُس کا قبائل پر اثر** | کہ وہ مقدس ہستی ہنوز شکم مادر میں ہے کہ اپنے اس عالم سے کوئی کیا  
مالی حالت داد کے وقت سے ہی مضحل ہو رہی تھی اب اُس کا نام و نشان ہی نہ رہا خاتم النبیین کا  
منصب جس وقت تفویض ہوا اور اسی کے ساتھ یہ حکم ملا کہ یا ایہا المدثر قم فأنذر سادہ و ملک  
فکبر تو یہ کوئی راز نہیں کہ اُس ہادی برحق نے جس وقت اس حکم کی تعمیل فرمائی اور دعوت  
توحید کی تبلیغ عرب کی سرزمین میں پیش کی ہے تو سارے ملک میں زلزلہ پرگیا بغالفت کی رکن  
اُگتی جو تمام قبائل میں بھڑک اُٹھی بغض و حسد کے شعلے ہر کافر و مشرک کے سینے سے بلند ہوئے۔



ایک شخص بھی ایسا تھا جو آغاز کار میں عین دنگسار ہوتا نہ ہاتھ میں دنیاوی مال و خزانہ  
تھانہ اعانت و مدافعت کے لئے کوئی فوج و لشکر تیار تھا اپنا ملک و دشمن اپنا قبیلہ و دشمن اپنا  
خانہ دان و کسبہ دشمن۔

کفار کی ایذا رسانی | صداقت ایمانی نے جب آہستہ آہستہ حق کے نور سے بعض سینے  
روشن کر دیئے تو اس وقت پیروان ملت بیضا پر بھی امداد کے دست تطاؤل میں گرفتار ہو گئے  
اب کفار و مشرکین میں ہر روز مشورے ہوتے جفا و سبدا کی نیت نئی تحریکیں پیش ہوتیں ازیت  
و آزار کا ہر روز ایک نیا پلہ تلاش کیا جاتا کبھی راستہ میں کانٹا بچھائیے کبھی اونٹ کا اوچھ ووش  
اقدس پر لار رکھ دیا کبھی چادر پکڑ کر کھینچ لی گئی کبھی سنگ باری سے ساق مبارک زخمی  
و گھائل کر دی گئی کبھی مقاطعہ کی تحریک پر جو سرگرم ہوئے تو لین دین خرید و فروخت سب  
بند کر بیٹھے کبھی شہر بدر کرنے پر آمادہ نظر آئے کبھی قید کا فیصلہ کرنے لگے غرض تحلیف دہی کی  
جس قدر صورتیں ان کے مشرکانہ دل و دماغ میں آسکیں انھیں نہایت بیدردی و میاکی سے  
عمل میں لائے۔

مقصود ان ساری مفسدہ پروازیوں اور فتنہ انگیزیوں کا یہ تھا کہ اُس داعی حق کی صدق  
حقانی کو کسی طرح پست کیا جائے لیکن وہ ذات پاک جسے اپنے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کی جناب  
سے یہ حکم ملا تھا کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما  
بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین  
یعنی اے رسول جو کچھ آپ کا رب آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے اُسے اُس کے بندوں تک  
پہنچائے رہا کفار و مشرکین کا شرف و اُس سے بچانے والا اور محفوظ رکھنے والا آپ کا اللہ  
ہی پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ پیکر حق وہ مجسمہ صداقت ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دشمنوں کی

جمیعت یا ان کی فاسد شرارتوں سے مضطر ہو جاتا یا اپنے نشر و تبلیغ میں ایک سماعت کا بھی  
التمار و رکھتا وہ کمال استقامت اور انتہائے عزم سے ساری مخالفتوں کا مقابلہ کرتا رہا یہاں تک  
کہ ہجرت کی آیت اتری اور مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آقاؐ کے دو عالم نے ہجرت فرمائی  
صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

مکہ کے دشمنوں نے یہاں پہونچ کر بھی راحت و اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا آج بدر کی لڑائی  
ہے تو کل احد کی غزوہ دومۃ الجندل سے فراغ ہی ہوئے تھے جو غزوہ خندق شروع  
ہو گیا کفار و مشرکین کی یہ حالت تھی کہ نہ خود چین و سکون سے بیٹھتے تھے نہ داعی اسلام کو  
طاہریت و فراغ کے ساتھ اشاعت دین کا موقع دیتے۔

**مدینہ طیبہ میں مخالفتوں کا ہجوم** | مدینہ پہونچ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور عرصے  
بھی مقابلہ کرنا پڑا یہ گروہ یہودیوں کا تھا اطراف مدینہ میں بکثرت یہود آباد تھے اس وقت کے  
لحاظ سے سامان قوت بھی ان کے پاس کافی تھا یہودیوں کی قوم ایسی شریر النفس اور قلیب  
ہر جن کے فتنہ و فساد و طعنیان کے بے شمار واقعات قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں ان  
دو دشمنوں کے علاوہ خاص سکناؤں مدینہ میں ایک گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا جو بظاہر اسلام  
کا کلمہ پڑھتا اور باطن میں عداوت اسلام و مسلمین مخفی و کمون رکھتا جس کا موقع موقع انہماک بھی  
ہو جاتا یہ مسلمانوں کا قیصر دشمن تھا یہ بخران میں کچھ عیسائی آباد تھے دعوت توحید نے انہیں  
بھی مخالفت پر آمادہ کر دیا جن سے مباہلہ کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

**تمام ممکن حالات سے مسلح اسلام** | الغرض مدینہ طیبہ پہونچ کر اُس اللہ کے حبیب کو چار  
فریقوں سے مقابلہ ہونا پڑا مشرکین یہود و نصاریٰ  
اور منافقین کا مقابلہ میں جو کچھ ہونا ممکن ہے وہ سب کچھ ہوا میدان کارزار کی بھی گر باگری رہی اور

قتل و قتال کی بھی خوں ریزی دغوں افشانی مسلمان شہید بھی ہوئے اور کھٹار کو تیر تیغ بھی  
کیا گھڑی دو گھڑی کے لئے شکست کا مار بھی پائے گئے اور پھر صدق نے کذب پر حق نے جھل  
پر فتح بھی پائی۔

ایک ایسا موقع بھی اُحد کی لڑائی میں پیش آیا کہ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہوا اور  
وہ مقدس ہستی مجروح بھی ہوئی۔

کبھی کوئی مسلم کفار کے ظالم ہاتھوں میں مبتلا بھی پایا گیا اور کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں  
جماعت کفالتِ اسیری میں بھی دیکھی گئی اسی دوران جنگ میں کبھی کسی فریق سے موادِ عدت کی  
گفتگو ہو گئی اور کبھی کسی فریق سے مصالحت کی باتیں طر پائیں۔

سلاطین سے خطاب | انھیں آیام میں جب کہ مجاہدین کے نعرۂ تکبیر و تہلیل سے سرزہ  
مجاز پر رحمت حق کی بارش ہو رہی تھی سلاطین روم و ایران اور فرما روایانِ غسان و حبشہ بھی  
و حوثِ تبلیغ سے محروم نہ رکھے گئے صلح حدیبیہ کے بعد چھ قاصد چھ بادشاہوں کے پاس ایک  
دن روانہ کئے گئے بادشاہوں میں سے کسی نے قبول کیا اور کسی نے اعراض کسی نے قاصد  
عزت و احترام سے اپنے اخلاق کا ثبوت دیا اور کسی نے اپنی وحشت و مرد کا اظہار کیا کسی  
قبول اسلام سے تو اپنے کو محروم و بے نصیب کھا لیکن سمجھ و ہد یہ بھیجا جو قبول سرکار رسالت  
ہوا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک یہ پہلو تھا جو مجاہدین و مجاہدین کے ساتھ نظام  
عمل کا سبق اپنی اُمت کو دیتا ہے۔

حیاتِ اقدس کا دوسرا رخ | دوسرا رخ اُس کی زندگی کا مسلمانوں کو تعلیمِ شریعت سے  
علما و علماء آراستہ و مزین بنانا تھا مہاجرین گھر بار خویش و اقربا چھوڑ کر آتے جاتے تھے  
اور رحمتہ للعالمین کے دامنِ شفقت میں وہ سب کچھ پالیتے جسے ایک مخلص و صادق مومن ہی



پاکستان ہجرت کے علاوہ خود انصاف کی جماعت میں اشاعت اسلام ہر روز افراد ہجرتی وفد کا ایاب و ذباب اس کے علاوہ تھا جو درجہ مختلف قبائل کے وفد آتے ایمان لاتے مسائل سیکھتے اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

**تبلیغ کی بنیاد پر نشان** | قابل لحاظ یہ نکتہ ہے کہ اسی کشاکش میں جب کہ ہر چار طرف سے مخالفوں نے گھیر رکھا تھا ایک لمحہ بھی ایسا نہ نہ گی پیغمبر میں نہیں ملتا جس میں رشد و ہدایت کا درس دینے رکھا گیا ہو عین ایسے موقع پر جب کہ احد کی لڑائی میں کفار و مشرکین نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زعم میں لے لیا تھا اعدائے تلوار و نیزوں نے ہر چار طرف سے گھیر رکھا تھا اسی غزوہ میں چند اشخاص حاضر خدمت ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی مشافہہ کی داعی الی اللہ سراج رسل ہادی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو کلمہ ایمان کی توفیق فرمائی ایک ہی نظر کیا اثر سے ان کے قلوب کا تصفیہ و تزکیہ فرما دیا ان میں سے عمر بن لیث اور مخزوم کا نام صفحات تاریخ پر عجب اطایف نورانی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

**ہدایت کا ایک بے مثل واقعہ** | یہ دونوں شرف زیارت مستفیض ہوتے ہی ہتھکڑیاں پہنے اسلام لائے یا اس سے پیشتر جہاد شروع کر دوں اللہ اس سوال کے جواب کا کیا سخت موقع ہی منصب رستا کی بجا آوری کا کیا نازک لمحہ ہے لیکن وہ ذات مقدس جس کی بخت کا مقصد تمام عالم میں تبلیغ دعوت توحید ہی اس کا جواب یہ ہوتا ہے اسلئے قاتل یعنی لے عزیز پہلے اسلام لائے پھر حمایت ایمان میں مقابلہ کرو۔ دونوں حضرات ایمان لاتے ہیں فیوض و انوار سے ان کے قلوب معمور و مملو کر دیئے جاتے ہیں پاشت کا وقت ہر کسی نماز فریضہ کی یہ ساعت نہیں لیکن جہاد کا فرمن سامنے ہی اس کے ادا میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں کچھ ایسے



اعطاء صدق کے ساتھ اس فرض کو یہ دونوں اصحاب (رضی اللہ عنہما) انجام دے رہے تھے کہ کوئی موزن کو ان کی خدمت گزار نہ پسند آگئی بام شہادت سے دونوں سیراب ہو کر الموت جسروصل الجیب الی الجیب کا مفر آشکارا کر گئے۔

حقیقی سجدہ | اصحاب رضوان اللہ کا جب کبھی اجتہاد ہوتا تو آپس میں پسلی کے طور پر یہ بوجھتے کہ وہ کون صحابی ہے جس نے نماز فرضیہ کا ایک سجدہ بھی ادا نہیں کیا اور قطعی جہتی ہو پھر فرماتے کہ یہ وہ اصحاب ہیں جو احد کے غزوہ میں ایمان لائے مگر نماز فرض کا کوئی وقت نہ تھا اس لئے صلوٰۃ اُن پر فرض نہ ہوئی جہاد کا فرض نہایت سرگرمی سے انجام دیا جا رہا تھا اس میں شریک ہو کر منصب شہادت سے سرخرو ہوئے لیکن دوستو فی الحقیقت سجدہ تو ہی تھا جو انہیں نصیب ہوا خدا کی راہ میں چلے خدمت قبول ہوئی شکرانہ میں ایسے سرسبز ہوئے کہ اب کل قیامت ہی میں سر اٹھائیں گے ۵

مست مئے بیدار گردنیم شب

مست ساقی روز محشر باداد

پیغمبر کی حیات مقدس ہر حالت میں سبق آموز نہ ہے | مذکور بالا واقعات و حقائق میں اگر نظر تعمق سے کام لیا جائے تو سوئچ کی روشنی سے بھی زیادہ واضح نظر آجائے گا کہ باوجود مسلسل دشواریوں اور گونا گوں پیچیدگیوں کے جن میں سہریک جو صلہ شکن اور نظام عمل کی درہم برہم کرنے والی تھی ہادی برحق کے غم و استغلال اور نظام کاری میں ہر موزن نہ آیا آہستہ آہستہ اسلام و مسلمین میں قوت پیدا ہوتے لگی یہاں تک کہ بہت ہی تھلیل مدت میں بلاشبہ ایک ریاست کی شان پیدا ہو گئی پھر جب کہ کشف ہو تو اب ایک سلطنت کی قوت و طاقت تھی جس میں ہر روز وسعت و کمال کی افزائش ہو رہی تھی۔

اشارات صدر سے یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک وہ مذہب جو انسانی صفت و فضائل سے  
 شریع ہوا ہو اور محیر العقول حضرت و قیصری سے سلطنت کے رتبہ تک پہنچا ہو جس کے معلم  
 ہر اصناف خلق اور گونا گوں اہل مذہب کے سابقہ و مقابلہ رہا ہو اُس دین کے متعلق یہ کہنا کہ  
 سیاسیات کا مذہب کیا تعلق یا اسے رہبانیت کا مرادف قرار دینا یا کسی حال میں بھی اُس کی  
 تعلیم کو صامت و ساکت فرض کر لینا کس قدر بے انصافی و عمر و می کی دلیل ہے انتہائی بد نصیبی  
 یہ جو کہ آج اُس دین صنیف اور ملت بیضار کے نہ صرف پیرو بلکہ اُس مذہب کے عالم و علماء ہونے  
 کے مدعی اور علم کے ساتھ کسی سلسلہ طریقت کے شیخ ہونے کا جو ادعا رکھتے ہیں جن کے ہاتھوں  
 پر سیکڑوں مسلمان بیعت طریقت کر کے وصول الی اللہ کی راہ پانا چاہتے ہیں ان وہ ہیں کہ  
 صاف لفظوں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ”گاندھی مذکر ہے“ پسر ”گاندھی“ کا ہوں ”گاندھی“ کو اپنا  
 رہنما بنا لیا ہے ”اسلام کی نجات گاندھی کے ہاتھوں سے ہوگی۔“ لا الہ الا اللہ ان  
 مدیان علم نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر کہ اس وقت ہے  
 اقوال و افعال سے کی ہی اُس سے اسلام اور اسلام کی تعلیم نیرا ہے حق سبحانہ انھیں بہت  
 فرماتے اور ان کا گویا ہوا ایمان پھر انھیں مرحمت فرما کر بحرۃ النبی والہ الامجاد۔

عزیزانِ وطن اگر آپ فقیہ کی اس گزارش کو سرسری طور پر پڑھتے ہوئے گزربخائیں  
 بلکہ ذرہ ان سطروں کو پڑھ کر سوچیں کہ میں نے کیا کہا اور کیوں کہا تو امید کرتا ہوں کہ اگر آپ  
 کامل غور و فکر سے کام لیں گے تو مسئلہ موالیات کی بہت مغالطات خود بخود منکشف ہو جائیں  
 اور نظام کار کا رستہ بالکل صاف ہو جائیگا تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کون سے تعلقات  
 کفار سے ناجائز و ممنوع ہیں اور وہ کون سے علاقے ہیں جنھیں خود مشایخ علیہ السلام نے عمل  
 آراہو کر ہمیں دینا میں رہنے اور دین کی خدمت انجام دینے کی رہبری فرمائی۔

یہ شریعت پرستان ہی احکام شریعیہ میں کھلی تحریف ہو آیت قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے  
جو یہ کہا جاتا ہے کہ کفار ہند سے موالات جائز ہی مصیبت عظمیٰ تو یہ ہے کہ طرح طرح سے کفار  
و مشرکین کے ساتھ موالات عل میں آ رہی ہو اور اسے خدمت دین اور جہاد اکبر قرار دیا جاتا ہے  
نوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

لفظ ولا کے معنی کی تحقیق | مسئلہ موالات کے ہر پہلو کو واضح و لایح طور پر سمجھنے کے  
لئے ضرورت ہے کہ لفظ ولا کا صحیح مفہوم و معنی پہلے سمجھ لیا جائے بشریعت نے لفظ ولا کے حقیقی  
و مستعار معنی یہ بیان کئے ہیں الولاء ان يحصل شیآن فصاعدا حصولا لیس بینہما  
مالیس منہما ویستعار ذالک للقرب من حیث المكان ومن حیث النسبة  
ومن حیث الدین ومن حیث الصداقة والنصرة والا اعتقاد یعنی دو یا دو سے  
زیادہ چیزیں جب اس طرح باہم پائی جائیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری شے  
ایسی مائل نہ ہو ان میں سے نہ تو اسے ولا کہیں گے لفظ ولا کہ یہ حقیقی معنی ہیں اس لفظ کا  
معنی مستعار نزدیک نہیں یہ نزدیک خواہ باعتبار مکان ہو یا باعتبار نسبت یا باعتبار دین یا باعتبار  
دوستی یا باعتبار ہمدردی یا باعتبار اعتقاد اس ترجمہ کا خلاصہ اور حاصل

بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ دو چیزوں میں ایسا اتصال و وصال کہ حد فاصل اٹھ جائے  
امتیاز تغایر مٹ جائے اور ایک دوسرے پر معمول ہو سکیں تو اس نزدیک و قرب کا نام ولا  
ہو گا لیکن اگر کوئی حد فاصل قائم ہے اور دونوں کی حقیقت ایک دوسرے سے ممتاز ہو رہی  
ہو تو اس قرب وصال کا نام ولا نہ ہو گا۔

نیز یہ مسلم ہے کہ جو مسلمان کسی کافر یا غیر مسلم قوم سے کسی حال میں لگا  
ایسا کہ اس میں کوئی پچا ہے جس سے فرق اسلام و غیر اسلام مٹ جائے ایسا حقیقی خواہ مخواہ

معاملات (یعنی اعمال اعضاء و جوارح) کا پایا جائے یا مقدمات (یعنی تصدیقات قلبیہ) کا شریعت کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ مثلاً اگر خدا نخواستہ کوئی مسلمان ایک کافر کی ملازمت کر یا اسے ذکر رکھے اور اس تعلق و نسبت کفر کی اور ایا کفر سے نزدیک ہونا مقصود ہو یا کافر کی ہمانگی ایسے مقصد و مطلب کے لئے اختیار کی جائے تو یہ مکمل ہوا خفاق ہے اور منافق مسلمان نہیں۔

اسی طرح یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ اگر کسی فرد مسلم یا جماعت مسلم کا کسی غیر مسلم سے قرب و جوارح میں یا اعتقاد پایا جائے گا تو یقیناً اس کا شمار اسی گروہ میں ہوگا جس کے دین و اعتقاد سے یہ نزدیک ہوا۔

اسی طرح صداقت سچی دوستی اور دلی محبت کا نام ہے دوستی باہم صدیق یعنی ہے دوست صحیح معنوں میں اسی وقت کہے جائیں گے جب کہ انکام اثنتی اور دینی بالکلیہ اٹھ جائیں شریعت محمدی نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ایک غیر مسلم قوم سے صداقت و روادار پیدا کرنے یا باقی رکھنے سے منع کیا وہ دل جس میں اللہ اور اس کے رسول جبر حق کی محبت ہو اس میں ایسے اشخاص یا اقوام کی کہاں سمائی ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہوں۔

لیکن اعمال اعضاء و جوارح ان کی دو صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم اور نام شریعت نے جدا جدا رکھا ہے ایسا کام یا ایسا فعل جس سے ادیان باطلہ کافر منع ہوتا ہو یا اپنے دین و مذہب کو نقصان پہنچتا ہو ناروا و ناجائز ہے اور اسے موالات فی العمل کہیں گے ایسی نصرت و غیر مسلم سے لینا یا غیر مسلم کو پہنچانا جس سے اس کے مذہب کی تقویت ہو یا اپنے دین پر گزند آئے شریعت میں گناہ کبیرہ ہے انتہا یہ کہ

موالات فی العمل اور  
موالات صوری کا فرق



گھوڑے اور بھاری کاجی قوموں کے ہاتھ بیچنا یہ بھی ناجائز قرار پایا ایسے افعال کا ترک  
 منافق فی اصل قرار پائے گا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مراسم و تعلقات جائز و مباح قرار  
 پائیں گے اور ایسی مدد و نصرت جس میں حمایت غیر دین کی نہ ہوتی ہو رحمت و شفقت میں  
 شمار ہوگی مثن معاشرت اور ملاقات اُسے کہیں گے نہ وہ مولات ہی نہ کوئی اُسے مولات  
 قرار دے گا مجاز ہی بعد اس کے کہ لفظ ولا کے حقیقی مستعار محنی کی تشریح ہو چکی یہ سمجھ لینا  
 چاہیے کہ جس طرح ولا منی عنہ و ممنوع ہے اسی طرح و داد۔ رکون اور استخاد بھی ممنوع ہے  
 اس میں تو کسی غیر مسلم فریق کا استثناء ہی نہ کسی حالت میں کسی غیر مسلم کے ساتھ اس کی اجازت  
 دی گئی ہے۔

مسلم کا نسبتیں غیر مسلم کے ساتھ چار قسم کی ہو سکتی ہیں غیر مسلم ذمی ہو۔ غیر مسلم خلیج  
 گزار دیا یا ہو۔ غیر مسلم مادی و مقابل ہو۔ غیر مسلم حاکم ہو مساوات و تقابل کی تین صورتیں  
 ہوں گی اولاً یہ کہ مصالحتہ و موادعت ہو باہمی معاہدہ سے آپس میں بطور قرار داد و معاہدہ  
 کچھ طے پا چکا ہو ثانیاً یہ کہ غیر مسلم آمادہ پیکار ہو جنگ چھڑ گئی ہو یا چھڑ جانے کا احتمال ہو  
 ثالثاً یہ کہ ایک دوسرے سے کسی امر خارج کے سبب تعرض نہ کر سکتا ہو حالات ان سبب  
 اقسام و تنوعات میں کوئی شکل و حالت ایسی نہیں جس میں منہی عنہ تعلقات یعنی مولات و  
 و داد رکون و استخاد کا جواز و اباحت بھی قرآن کریم یا حدیث نبوی یا اجماع امت یا اجتہاد  
 ائمہ دین سے ثابت ہو سکے۔

غیر مسلم سے مولات  
 ہر حال میں ممنوع ہے

حقیقت یہ ہے کہ مسلم کی مولات خدا کی وہ نعمت ہے جسے  
 ایک مسلم ہی پاسکتا ہے کسی غیر مسلم شخص یا قوم کو مولات مسلم  
 سے مستفید ہونے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا ہاں قوم مسلم رحمۃ للعالمین کی امت ہے اس لئے

اس کے فیوضِ محرمات اور برکاتِ شفقتِ جودِ لاسے اپنی صورتِ مشابہ رکھتے ہیں لیکن باعتبارِ حقیقت وہ باہمت وہ دلانیں ان سے غیر مسلم قویں بھی محروم نہ رکھی جائیں گی خواہ یہودیوں یا نصاریٰ کفار و مشرکین ہوں یا یسائیں و شینین حالتِ امن و سکون ہو یا میدانِ حرب و تخاصم دوست و دشمن نے کیا کیا ہیں یہ کیا کہ مولات ایک مسلمان دوسرے مسلمان ہی

سے کر سکتا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر کسی حال میں بھی ایک مسلم کسی غیر مسلم شخص یا قوم سے ولادِ مولات رکھنے کا مجاز نہیں بنایا گیا حد یہ کہ منافق جو صورتِ مسلمان ہی ہوتا ہے اس سے محروم کر دیا گیا فسادِ فجارسے بھی ولادِ منع ہے ایک مومن اسی پر ناموس کہ وہ مولات ایک مومن ہی سے رکھے سو مومن کے جو بھی ہو وہ مولات مومن سے محروم ہی رہے گا قرآن مجید نے یہی حکم دیا ہے سنتِ رسول نے یہی تفسیر کی ہے حاملانِ علوم دینیہ نے یہی سمجھا ہے یہی اپنی تفسیروں میں لکھا ہے۔

فقیر کی ایک اتھاس ہے کلامِ پاک کی تلاوت کر بادلِ لفظ و لا کو تلاش کرو کسی جگہ نہیں یہ حکم نہ ملے گا کہ اس حالت میں کفار یا یہودی یا نصاریٰ کے ساتھ مولات کرنے کی نہیں اجازت ہے مگر اگر اپنے تلاوتِ قرآن اور فہم کی تفصیر کا اعتراف ہو تو علمائے سیاسی سے پوچھ دیجو اس قدر نیز تو تم بھی رکھتے ہو کہ الفاظ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو جس لفظ کے متعلق نہی وارد ہے اگر وہ لفظ یا اسی کا مشتق و مصدر تمہیں آنکھوں سے دکھائی دے تو مجھے جو چاہو کہو لیکن اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو سمجھ لو کہ پانی بیاں مڑا ہے۔

اس وقت مسئلہ مولات اس شکل سے سامنے لایا گیا ہے جس سے	علمائے سو و کی
سطحی نظر والوں کو یہ معلوم ہوا کہ واقعات و حالات پر علمائے	ایک عیاری
ایک گہری نظر ڈالی اور انتہائے جد و جد کمال سعی و کوشش کا نتیجہ ہے جو ایسی حالت میں صحیح	

وتمہ داری مذہبی اور حقیقی مطالبہ دینی جو مسلمانوں پر ان کا مذہب پیش کر رہا تھا علمائے دینی کے مجتہدانہ دقیق نگاہوں نے اسے پالیا۔

حالات کہ موالات رکون و داد اور اتحادیہ وہ مسائل ہیں جن کا غیر مسلم کے ساتھ پایا جاتا ہمیشہ سے منی غنہ ہر حال میں منی غنہ رہے گا خواہ غیر مسلم ذمی ہو یا رعایا یا مساویہ و مقابل ہو یا مستولی و تسلط حالات امن و سکون ہو یا حرب و جدال۔

ان تفصیلات کے بعد کارمفسرین کی تفسیر سے شواہد پیش کرتا ہوں عبارت تفاسیر سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑے گی۔

(۱) وہ کل آیتیں جن میں غیر مسلم کے ساتھ موالات و داد پر منی وارد ہے وہاں ملت منی ان کا کافر و بیدین ہوتا ہے۔

(۲) الحب فی اللہ والبعض فی اللہ اصول دین میں سے ایک اہم اصل دینی ہے یعنی دوستی و محبت اللہ ہی کے لئے ہونی چاہیے اور بغض و عداوت بھی اللہ ہی کیلئے

(۳) کفار یا مشرکین کے ساتھ ترک و داد اور ترک موالات میں قتال یا عدم قتال ایجاباً و سلباً کوئی دخل نہیں رکھتے کفر و اسلام ان کے ایجاب و سلب کے حقیقی علل ہیں۔

(۴) جہاں ایمان و اسلام ہے وہاں موالات و داد ہے اور جہاں کفر و شرک ہے وہاں موالات و داد کا سلب ضروری ہے۔

(۵) سورہ ممتحنہ کی آیت لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الخ نسخ نہیں ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک نسخ ہی۔

(۶) آیات ترک موالات مطلق ہیں کوئی مفسر ان کے نسخ اطلاق کا قائل نہیں۔

(۷) موالات غیر مسلم کے معنی دوستی و محبت ہی یا ایسی اعانت و نصرت جس سے

مشائروں کا یا اسلام کا نقصان ممکن و قرین قیاس ہو مگر اثراتی و تمدنی امور میں مدد لینا یا مدد دینا ہرگز ممنوع نہیں۔

تفسیر جلالین (۱) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى  
أَوْلِيَاءَ) تو ان لوگوں کو (بعضہم)  
اولیاء (بعض) با اتحاد ہم فی الکفر  
(ومن يتوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاعْلَمْ أَنَّهُ مِنْهُمْ) من  
جملہم (إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
الظَّالِمِينَ) بمواالاتہم الکفارہ

اے ایمان والو! یہودیوں و نصاریٰ کو اپنا دوست  
بناؤ یا اس طور کہ ان سے موالات کرو یا مودہ پیدا  
کر دے۔ سب کفر میں متحد و ایک ہیں اس لئے  
بعض ان کا بعض کا دوست ہو اور جو تم میں سے انہیں  
دوست بنائے گا وہ انہیں میں شمار ہو گا اللہ تعالیٰ  
ظالموں کی ہدایت نہیں فرماتا یہ ظالم جو انہوں نے  
کفار سے موالات رکھی۔

(۲) (لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ  
أَوْلِيَاءَ) یوا لوہم (مِنْ دُونِ) اِغْنِ  
(الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ)  
ای یوا لہم (فَلَيْسَ مِنْ) دین  
(اللہ فی شئ)

مومنین کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو مومن  
ایسا کرے گا یعنی ان سے دوستی کرے گا تو اس کے  
لئے دین الہی میں کچھ باقی نہ رہا۔

توضیح | دیکھو آیت کریمہ میں مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے مطلق کفار اور یہود و نصاریٰ سے  
مودہ و موالات یعنی دوستی و محبت منع فرمائی ہے مفسر نے بھی مطلق ہی سمجھا اور لکھا کوئی قید اس کا  
نہیں لگائی کہ جو کافر و نصرتی مسلمانوں سے لڑے یا مسلمانوں سے نکالے موالات اس سے  
منوع ہے کیا مطلق کو مقید کرنا یہ تحریف نہیں اگر آیت متحدہ اس کی ناسخ ہوتی تو مفسر قید قتال  
فی الدین اور اخراج عن الدیار کا اضافہ کرتا یا کم از کم نسخ کا اشارہ کرتا لیکن جب کہ ایسا



نہیں ہے یہ پھر سوالات کے وہی معنی ہوئے جو شریعت کی زبان سے گزشتہ صحبت میں چکا ہوا

تفسیر یسواوی (۱) یا قیالذین یوردونصاری پر نہ تو اعتماد کرو نہ مثل اجاب کے

ان کے ساتھ معاشرت رکھو بعضہم اولیاء بعضہم

اشارہ ملت سنی کی طرف ہے یوردونصاری تمہاری

مخالفت پر متفق ہیں مذہب میں متحد اور ایک ہیں اس

آپس میں باہد گردوست و مددگار ہیں تمہاری ضدادر

مخالفت پر ان سب کا اجماع ہے۔

أَمْ لَا يَتَذَكَّرُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى

أُولَئِكَ فَلَا تَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ وَلَا

تَتَّشَبَّهُوهُمْ مِمَّا شَرَكُوا لَا حِسَابَ

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ أَعْيَاءُ إِلَى

عِلَّةِ اللَّهِ إِنَّمَا هُمْ تَتَفَقَّوْنَ عَلَىٰ

خِلَافِهِمْ يُوَالِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِّلْإِثْمِ

وَالَّذِينَ وَاجَعَهُمْ عَلَىٰ مِثْلِهِ

(۲) لَا يَتَذَكَّرُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أُولَئِكَ

نَحْنُ أَوْلَىٰ لَهُمْ لِقَرَابَةِ الصَّدَاقَةِ

جَاهِلِيَّة

وَنُحَاجُّهُمْ لَا يَكُونُ جِهْمٌ وَبَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ فِي اللَّهِ

لَوْحِنَ الْإِسْتِعَانَةَ بِهَمْ فِي الْغَزْوِ وَمَا تَرَاكَ مَوْسَىٰ

الدَّيْنِيَّةَ (مَنْ دُونَ الْمُؤْمِنِينَ) أَشَارَةً إِلَىٰ

أَعْتَمَ الْأَحْقَامَ بِالْمَوْلَاةِ وَأَنْ فِي مَوْلَاةِهِمْ

مِنْ دَحَّةٍ مِنْ مَوْلَاةِ الْكَفَرَةِ رَوَىٰ بَعْضُ الْكَلَامِ

أَيُّ تَعَادُلِهِمْ أُولَئِكَ (فَلَيْسَ مِنْ اللَّهِ فِي شَيْءٍ أَمْنٌ

وَلَا يَتَبَيَّنُ فِي شَيْءٍ يَحْمِلُ مِثْلَ وَلَا يَتَبَيَّنُ فَانْ مَوْلَاةِ

الْمُعَادِ بَيْنَ لَا يَتَجَمَّعَانِ قَالَ شُعْبَةُ

مؤمنین من کو گئے ہیں کہ وہ کفار سے دوستی و محبت کریں

نواہ یہ محبت پرہیز قرابتہ کے ہو یا اُس دوستی کی وجہ

سے جو ایام جاہلیت میں تھی یا کسی اور سبب سے

کفار کے ساتھ ہر قسم کے ملاقات

محبت کو اس طرح قطع کر دیں کہ اُن کی

محبت اور اُن کا بعض اللہ ہی کے لئے رہ جائے

یا لفظ ولا اس آیت میں یہ معنی نصرت

وامانتہ ہے اُس تقدیر پر یہ معنی ہو کر

تو دعدوی ثمة فزعهم انقی کہ مؤمنین میں کئے گئے ہیں اس سے کہ وہ کفار سے مدد نہ لیں

صدیقک لیس النول عنک بعانف غزوات یعنی جہاد میں اور کل دینی کاموں میں

من دون المؤمنین کا اشارہ اس طرف ہے کہ متقی موالات مؤمنین ہی ہیں ان کی محبت و دوستی ان کی اعانت و مدد کفار سے بے نیاز کرنے والی ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے یعنی ان سے

عزت کرتا ہے یا ان سے دینی کاموں میں مدد لیتا ہے تو پھر اس کے لئے ولایت اللہ میں سے ایک ذرہ بھی ایسا نہ رہا جس کا ولایت نام رکھا جاسکے اس لئے کہ دو دشمنوں کی محبت میں نہیں ہر حق شاعر کہتا ہے میرے دشمن سے تو دوستی رکھتا ہے پھر خیال کرتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں ایسا خیال تیری حماقت سے کچھ بید نہیں۔

توضیح تفسیر بضاوی کی عبارت سامنے موجود ہے دیکھو ملت عدم موالات کفر کو قرار دیا ہے یا قال فی الدین اور اخراج مسلمین کو مطلقاً کفار و یہود و نصاریٰ سے جب کہ موالات ممنوع ہے تو پھر قید قال فی الدین وغیرہ کی بڑھانکا مذہب میں تحریف نہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ ولا اگر نصرہ و مدد کے معنی میں لیا جائے تو کس طرح کی مدد لینا کفار سے ممنوع ہے صاف لفظوں میں بضاوی نے بتا دیا ہے اور مثال بھی پیش کر دی ہے۔

کھلے لفظوں میں مفسر کہہ رہا ہے کہ دینی کاموں میں مدد کفار سے لینا موالات ہے مثلاً جہاد و غزوات یا اور کوئی دینی امر دنیاوی کاروبار اور معاشرتی زندگی میں نہ مدد لینا موالا ہے مدد دینا۔

خدا را انصاف شرط ہے اسکول اور کالج جو اپنا ہی روپیہ واپس لیں جب حکومت اسی مقصد تعلیم کے لئے کر جم کیا تھا اس کی واپسی تو موالات میں شمار ہو روپیہ لینے والا حکم قرآن سے مخالف ہے لہذا والا قرا و پائے لیکن خلافت جو محض دینی مسئلہ اور انگریزوں سے جزیرۃ العرب کا تخلیہ

جو ناصیہ جہاد وغزوہ اس میں لگاندی اور کفار ان ہند سے نہ صرف مدد لینا بلکہ میں کل الوجہ  
ان کے ہاتھوں کی کٹ پٹی ہو جانے موالات نہ منی عنہ بلکہ سنت و فرض ہو۔

تفسیر مدارک (۱) لا یأخذ المؤمنون الکافرین  
اولیاء (عزائم) یأخذ المؤمنون الکافرین لقرابة بينهم ولصلابة  
قبل الاسلام و غیر ذلک وقد کرر ذلک فی القرآن  
والحجة فی الله والبعض فی الله باب عظیم فی الایمان

(مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ) یعنی ان کفر فی موالات  
المؤمنین صدوحہ عن موالات الکافرین فلا  
تألوهم علیهم (ومن یفعل ذلک فلیس من الله  
فی شیء) ای ومن یوالی الکفرۃ فلیس من ولایۃ  
الله فی شیء لان موالاتہ الولی و موالاتہ عداوہ  
متناقضان

(۳) یأییها الذین آمنوا لا یأخذوا الیهود  
والنصارى اولیاء (ای لا یأخذوا الیهود  
اولیاء تنصرونهم و تستنصرونهم و تأوونهم  
و تعاشرونهم معاشرۃ المؤمنین  
ثم علی النہی بقولہ (بعضہم اولیاء بعض) و کلہم  
اعداء للمؤمن و فیہ دلیل ان الکفر  
کلفۃ ملۃ واحدۃ (ومن یتولہم منکم  
فانہ منہم من حملہم و حکمہم حکمہم

یہود و نصاریٰ کو اپنا اولیاء نہ بناؤ یا یہودی  
کہ ان کی مدد کرو یا ان سے مدد لویا ان سے  
بھائی چارہ قائم کر دیا ان سے ایسی معاشرت کہ  
جیسے مسلمانوں کی آپس میں معاشرت ہونی چاہیے  
پھر نبی کی ملت پر اس قول سے بیان فرماتا ہے  
(بعضہم اولیاء بعض) ہر ایک ان میں سے مسلمانوں  
و دشمن پر اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ کفر کے سوا  
نہیں ایک ہی مذہب ہے (ومن یتولہم منکم  
فانہ منہم) جو انہیں تم میں سے دلی ملے وہ

وهذا تغليظ من الله

تشدید فی وجوب حجابہ

المخالف فی الدین

انہی گروہ میں سے ہوا اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان سے کہلائے گا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑی سختی اور شدت ہے کہ جو دین اسلام

کا مخالف ہو اس سے پہلو ہتی کرنا واجب ہے

توضیح | تفسیر مدارک بھی ایک مشہور و معروف کتاب ہے اس مفسر نے یہی مطلقاً کفار و کفارہ

سے ترک موالات واجب سمجھا اور لکھا یہاں تک کہ ہر وہ قوم یا شخص جو مخالف فی الدین ہے

اس سے ترک موالات ضروری ہے مسلمان نہ اس کی دوستی کریں گے نہ اس کے دینی و فقیہی

کاہوں میں مدد دیں گے نہ اپنے مذہبی امور میں اس سے مدد لیں گے۔

مسلمانوں کے مذہبی امور میں مسلمانوں کا معین و مددگار ہونا موالات کفار سے مستغنی

بے نیاز کرنے والا ہے اور کفار بیدین کے مددگار و یار و غمگسار کفار ہیں۔

تفسیر البحر المحیط | (۱) ولا یجتذ المؤمنون

الکافرین اولیاء من

دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ

فی شئ (الہی ہذا) انا معاً لا الہی عن اللطف بھم

والمیل الیہم واللطف عام فی جمیع الاعصار

وقد تکرر ہذا فی القرآن ویکفیک من ذالک

قوله تعالیٰ لا یجذ قوماً یؤمنون یا اللہ والیوم

الان یؤا دون من حاد اللہ ورسولہ الخ والمحبۃ

فی اللہ والبغض فی اللہ اصل عظیم من اصول الدین

وظاہر الایۃ تقصی الہی عن موالاتہم الا ما حکم لنا

اس جگہ نبی کے معنی یہ ہیں کہ

مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لطف

کرنے سے اور ان کی طرف جھکنے

سے منع کیا گیا ہے۔ لطف سے

ان کا باز رکھنا ہر زمانے کے

لئے عام ہے یہ مضمون قرآن میں

بار بار آیا ہے تیرے لئے اللہ کا

یہ فرما تا کہانی ہے کہ تو نہ پائے گا

ایسی قوم جو اللہ اور قیامت پر

ایمان لائی ہو کہ وہ قوم دوست رکھے



فیه من اتخا ذہم  
عبید اذلا مستعانة  
بہم الاستعانة الخیر  
بما الذلیل والافہ  
بالاوضع والنکاح فہم  
فہذا اکلہ ضرب من  
المواکاة اذن لنا فیہ  
ولسنا ممنوعین منہ والہی  
لین علی عمومہ ۛ

اے جو اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن ہو محبت  
فی اللہ اور نبض فی اللہ اصول دین میں سے ایک  
بہت بڑی اصل ہے۔ ظاہر آیت اُن سے موالات  
کو منہ کرتی ہے مگر وہ چیزیں مستثنیٰ ہیں جن میں ہیں  
گنجائش ہے جیسا کہ انھیں غلام بنا کر رکھا جائے یا  
اُن سے مدد لینا جیسا کہ عزیز ذلیل سے یا صاحب مقرب  
کم رتبہ سے مدد لینا یا اُن کی عورتوں سے نکل کر نایہ قسمیں  
موالات کی ہیں جن کی ہیں اجازت دی گئی ہو اور اس سے ہم منع  
نہیں کئے گئے ہیں نہی اپنے عموم نہیں ہے۔

توسیر | علامہ اندلسی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک اشارات لطیفہ کی طرف ہدایت فرمائی عس  
موالات کی وجہ نبض فی اللہ کو قرار دیا جیسا کہ دیگر مفسرین کی تفسیروں سے واضح ہو چکا ہے سورہ محمد  
کی آیت نے مطلق کو مقید نہیں کیا اگر قتال فی الدین وغیرہ ملت نہی ہوتی تو کوئی مفسر تو اسے  
لکھتا آخر اس کی کیا وجہ جو ہر ایک مفسر مطلقاً کفار سے موالات ناجائز قرار دیتا ہے مزید برآں  
حب فی اللہ اور نبض فی اللہ کو اصل قرار دیتے ہوئے ہر ایک مفسر اطلاق پر مہر کر دیتا ہے۔  
اسی کے ساتھ مفسر اندلسی نے معاشرت اور کاروباری زندگی کے متعلق بھی یہ فیصلہ  
کر دیا کہ یہ امور موالات صوری ہیں نہی حتمی موالات حقیقی ہے نہ کہ موالات صوری الہی لیس علی  
عمومہ کا یہی مطلب ہے۔

تفسیر خازن | (۱) لا یلتحق المؤمنون  
الکافرین اولیاء یعنی انصار اور اعداؤنا  
مومنین کو اپنا ناصر و مددگار مومن کے  
غیر مومن کو نہ بنا نا چاہئے ایک مومن اپنی ولایت

من دون المؤمنین یعنی من غیر المؤمنین کسی غیر مومن کے ساتھ نہ قائم کرے مسلمانوں  
 والمعنی لا یجعل المؤمن ولا یتدلمن هو کو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے  
 غیر مومن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا کہ وہ کفار کے ساتھ موالات و ملاطفت اختیار  
 الکفار و یلاطفوہم لقربۃ بنیہم ان کریں یہ فعل ان کا قربت یا محبت یا معاشرت  
 محبة او معاشرت و المحبة فی اللہ والبغض ہی کے سبب کیوں نہ ہو ہر حال میں موالات نہی  
 فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان ہے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دین کا بڑا باب  
 (وَمَنْ یَفْعَلْ ذَٰلَکَ) یعنی موالاۃ الکفار ہے اور اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے جو جس نے ایسا  
 من نقل الاخبار الیہم و اظہار عورتہ کیا یعنی کفار سے موالات اختیار کی یاں مکرر مسلمانوں کی  
 المسلمین او یودہم و یحبہم فلیس خبریں ان تک پہنچائیں یا مسلمانوں کے بعدوں سے  
 من اللہ فی شئ انھیں لگا دیا یا ان سے دوستی و محبت کی تو اس کے  
 لئے خدا کی رحمت سے کچھ حصہ نہ رہا۔

(۲) یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء) نہی اللہ المؤمنین  
 ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان  
 لاؤ ہیں یہود و نصاریٰ کو اپنا ناصر و معین بنائیں اور یہ خبر  
 ارشاد فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو چھوڑ کر  
 جو انھیں اپنا ناصر یا معین یا علف بنائے گا اس کا شمار  
 انھیں میں ہو گا بیشک اللہ اور اس کا رسول اور مومنین  
 اس سے بری ہو گئے۔ مومنین کی مخالفت پر بعض  
 یہود و بعض کے مددگار ہیں اور یہی حال نصاریٰ کا ہے  
 (یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء) نہی اللہ المؤمنین  
 جمیعاً ان یتخذوا الیہود والنصارى اولیاء  
 واعواناً علی اہل الایمان باللہ ورسولہ  
 و اخبرانہ من اتخذ ہم انصاراً و اعواناً  
 و سفلاء من دون اللہ و رسولہ و المؤمنین  
 فانہ منہم وان اللہ و رسولہ و المؤمنین  
 منہ براء (بعضہم اولیاء بعض) یعنی ان  
 بعض الیہود انصاراً لبعض علی المؤمنین



پکارنا رام رام ست جو کنا میں کفار کے ساتھ انہما رضا و پسندیدگی نہیں؛ خدا را اللہ  
 شرط ہے صریح نئی قرآنی کتاب تو تمہارے لیتے دیکھیں غافل مولات ہندوں کے  
 ساتھ برقیں اور مسلمانوں کو اس کی طرف جو روئے ظلم شدت و سختی کے ساتھ گھسیٹ کر لائیں یہ  
 نہ صرف جائز بلکہ عین خدمت اسلام ہو اور مسلمان جو روپیہ اپنا واپس لیں یہ مولات قرآ  
 پائے اس پر ہنگامہ آرائی کی بجائے اور اسے دعوت حق کا لقب بننا بجائے وَمَسِيحُ الدِّينِ  
 ظَلُمُوا اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

تفسیر کبیر | واعلم انه تعانزل

آیات اخر کثیرۃ فی هذا المعنی منھا قولہ

تعالی لا تتخذوا بطانۃ من دونکم

قولہ لا تتحد قومًا یؤمنون باللہ والیوم

الآخر یأذون من حاد اللہ ورسولہ

وقولہ لا تتخذوا للیہود والنصاری

اولیاء وقولہ یا ایہا الذین امنوا

لا تتخذوا عدوی وعدکم اولیاء

وقال المؤمنون والمؤمنات بعضهم

اولیاء بعضی ۝

واعلم ان کون المؤمن موالیا

للکافر محتمل ثلاثۃ اوجہ (احدها)

ان یكون راضیا بکفرہ و یؤایہ لاجلہ

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی معنی کو بہت سی دہری

آیتوں میں نازل فرمایا جو ان میں سے ایک یہ مقام ہے

کہ اے ایمان والو! مومنین کے سوا کسی اور کو اپنا راز دار

نہ بناؤ پھر دوسری جگہ فرمایا ایسی قوم جو اللہ اور

قیامت پر ایمان لائی اے تو نہ پائیگا کہ وہ دوست بنائے

اُسے جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو دشمن رکھا تیری

جگہ فرمایا اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست

نہ بناؤ جو تمہاری جگہ ارشاد چلے ایمان والو میرے اور اپنے

دشمن کو دوست نہ بناؤ پھر فرمایا مومن مرد اور عورت

عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

جاننا چاہیے کہ مومن کی مولات کسی کافر کے ساتھ

نہیں ملے گی ہو سکتی ہے (۱) کافر کے کفر کو پسند کرتا ہو اور

اُس کے کفر پر راضی ہو کہ اگر کو اُس کے کفر ہی کی وجہ سے



وهذا منوع منه وتصويب الكفر  
 كفر الرضا بالکفر کفر (و ثانیہا)  
 المعاشرة الجميلة في الدنيا بحسب  
 الظاهر وذلك غير منوع منه (و  
 القسم الثالث) وهو كالمتوسط بين  
 القسمين الأولين هو ان موالات  
 الکفار بمعنى الركون اليهم والمعونة  
 والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة  
 او بسبب المحبة مع اعتقاد ان دينه  
 باطل فهذا لا يوجب الکفر الا انه  
 مني عنه لان الموالات بهذا المعنى  
 قد تجرأ الى استحقاق طریقتہ  
 والرضا بدينه وذلك يخرجہ  
 عن الاسلام فلا جرم هدد الله تعالى  
 فيه فقال ومن يفعل ذلك فليس  
 من الله في شيء

دوست رکھتا ہو ایک مومن یا کر نے سے باز رکھا  
 گیا ہو تصویب کفر کی کفر اور رضا کفر پر کفر (۱۲) باعتبار  
 ظاہر دنیا دی یا بھی معاشرت کافر کے ساتھ رکھے یہ  
 منوع نہیں ہے (۳) تیسری قسم پہلی دونوں قسموں کا  
 درمیانی مقام ہے۔ اُس وقت کافر کے ساتھ موالات  
 کے یہ معنی ہوں گے کہ ركون اُن کی طرف یا معونۃ  
 یا مظاہرہ یا نصرت یہ موالات خواہ قرابت کے سبب ہو  
 یا محبت کی وجہ سے ہو یا وجود اس اعتقاد کے کہ دین  
 اُس کا باطل ہے تو یہ موالات موجب کفر نہیں مگر معنی  
 ضرور ہے اس لئے کہ یہ موالات کسی وقت اُس کی غلط  
 مذہب کی طرف نہ کھینچ لے اور یہ اُس کے دین کو پس  
 کرنے لگے اور اس دین سے راضی ہو جائے کفر کو  
 اچھا سمجھنا یا اُس پر راضی ہونا دین اسلام سے عمل  
 جانا ہی پس بالضرور اللہ تعالیٰ نے اس سے تنبیہ  
 فرمائی اور یہ دھمکی سنائی کہ جو ایسا کرے گا اُس کے  
 لئے اللہ کے دین سے کچھ نصیبہ نہیں۔

تفسیر | امام رازی نے اس معنی میں جس قدر دوسری آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا  
 ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ جہاں کہیں کلام پاک میں موالات کو منع فرمایا گیا ہے  
 اُس کے کیا معنی ہیں اور شریعت نے کیا ارادہ کیا ہے موالات حقیقی و صوری کو یکجا لے کر قین نہیں

کردیں پہلی قسم موالات حقیقی کو کفر کا مرادف قرار دیا دوسری وہ صورت کہ نہ دل سے کفر پر  
رضا و پسندیدگی نہ اعمال و افعال سے اُس کی تائید ہاں کفار کے ساتھ میل جول۔ لیکن دین  
آدیت و مدارات کا برتاؤ اور عمرانی حیات میں مہاسات فعل معروف کا عمل اسے محاشرت میں کہتے ہیں  
شریعت نے اس سے ہرگز منع نہیں فرمایا۔

دوسری قسم موالات کی یہ ہے کہ دل کفر سے بیزار لیکن اعضاء و جوارح کے اعمال و افعال سے  
کفر کی تائید کی جائے دوستی کا لحاظ کرتے ہوئے یا قربت و رشتہ کا خیال رکھتے ہوئے ایسا عمل  
وقوع میں آئے تو یہ موالات اگرچہ کفر تو نہیں اس لئے کہ دل کفر سے متنفر ہے لیکن منہی و منفرد  
ہے۔ کفر کی تائید ہوتی ہے اور افعال کفریہ سے عقیدہ کفریہ کے پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔  
اب تباؤ و امام کی تقسیمات ثلاثہ میں سے اسکول و کالج کا امداد لینا کون سی قسم میں  
داخل ہو نیز یہ بھی بتلادو کہ علماء سیاسی کا گاندھی میں جذب ہو کر مسلمانان ہند کے حقوق پر  
چھری پھیرنا کون سی قسم موالات میں ہے۔ تفسیر کی عبارت آنکھوں کے سامنے موجود ہے ترجمہ  
عبارت کا پیش نظر ہو دیکھو اور سمجھو آخر خدا کے پاس جانا ہی دین سے آنکھیں نہ چراؤ تم اس کے  
محتاج ہو دین تمہارا محتاج نہیں۔

تفسیر ابن جریر | لا یَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ  
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ  
هَٰذَا أَنَّهُ مِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْمُؤْمِنِينَ  
يَتَّخِذُ الْكَافِرَ أَعْوَانًا وَانصَارًا وَظُهُورًا  
وَمَعْنَى ذَٰلِكَ لَا يَتَّخِذُ وَالْيَهُاءُ الْمُؤْمِنُونَ  
الْكَافِرَ ظُهُورًا وَانصَارًا تَوَالُوهُمْ عَلَى

۱۱ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم  
امناعی دیا گیا ہے کہ وہ کفار کو اپنا معین و ناصر یا پشت  
نہ بنائیں۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے ایمان والو! کفار  
کو اپنا پشت و پناہ و مددگار نہ بناؤ۔ بایں طور کہ ان کے  
دین سے محبت رکھتے ہو مومنین کے سوا کفار کی مدد  
کرتے ہو تاکہ مسلمانوں کو نقصان و مضرت پہنچے

دینہم و تظاہرہم علی المسلمین من  
 دون المؤمنین وقد وُفِّیَ علیہم  
 فانہ (مَنْ یَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللَّهِ  
 حِیْثُ شِئَ) یعنی بذالک فقد برئ من اللہ  
 وبرئ اللہ منہ بار تداۃ عن دینہ  
 یا مسلمانوں کے امر اور بھیدوں پر کفار کو باغی  
 کرتے ہوئے شک جس نے ایسا کیا اللہ اس سے  
 بری اور وہ اللہ کی ذمہ داری سے بری ہو گیا  
 وہ دین اسلام سے مرتد ہو گیا اور کفر میں  
 داخل ہو گیا۔

ودنواہم فی الکفرۃ  
 (۲) یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ  
 وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ وَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ  
 فِی ذَٰلِكَ عِنْدَنَا ۚ إِنَّ یُقَالُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی  
 ذَکَرَهُ نَبِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ جَمِیْعًا اَنْ یَّتَّخِذُوا الْیَهُودَ  
 وَالنَّصَارَىٰ اَوْلِیَاءَ ۚ وَحُلَفَاءُ عَلٰی  
 اهل الایمان با اللہ ورسولہ واخبر  
 انہ من اتخذہم نصیرا وحلیفا وولیا  
 من دون اللہ ورسولہ والمؤمنین  
 فانہ منہم  
 (۲) اس آیت کے متعلق صحیح و صواب قول یہ ہے کہ اللہ  
 سبحانہ جس کا ذکر بلند ہے اس نے ساری مومنین کو منع  
 فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور اس کے  
 رسول پر ایمان لائے ہیں یہود و نصاریٰ کو اپنا مددگار یا حلیف  
 نہ بنائیں نیز اس امر سے حق سبحانہ نے خبر دی کہ اللہ و رسول  
 اور مومنین کے سوا جس نے انھیں مددگار یا حلیف یا دوست  
 بنایا وہ انھیں میں سے ہوا (بعضہم اولیاء بعض)  
 یہ ارادہ فرمایا کہ بیشک بعض یہود و مومنین کے مقابلہ  
 و مخالفت پر بعض یہود کے مددگار ہیں مختلف قبائل  
 یہود مسلمانوں کے مقابلہ و مخالفت پر بہت قریب ہیں

اما قوله البعضہم اولیاء بعض فانہ عنی  
 بذالک ان بعض الیہی والنصارى بعضهم  
 علی المؤمنین وید واحدۃ علی جمیعہم  
 بیشک نصاریٰ کا بھی یہی حال ہے کہ جو بھی  
 ان کے دین و ملت کے خلاف ہے اس کے مقابل میں  
 بعض نصاریٰ بعض کے مددگار ہیں ومن یتولم

وان النصارى كذا الاك بعضهم انصار بعض  
 على من خالف دينهم وملتهم (ومن يتوهم  
 منك فانه منهم) يعنى تعالى ذكره بقوله ومن  
 يتوهم منكم فانه منهم ومن يتولى اليهود والنصارى  
 دون المؤمنين فانه منهم يقول فان من توهم  
 ونصرهم على المؤمنين فهو من اهل دينهم وملتهم  
 دين وذهب میں ہے۔

(ان الله لا يهدي القوم الظالمين) يعنى  
 تعالى ذكره بذلك ان الله لا يوفق من ضل  
 الا لاية في غير موضعها فوالى اليهود والنصارى  
 مع حداوتهم الله ورسوله والمؤمنين على  
 المؤمنين وكان لهم ظهيراً ونصيراً  
 بیشک اللہ تعالیٰ توفیق عطا نہ فرمائے گا  
 اُس شخص کو جس نے اپنی ولایت غیر مجاہدین سے  
 کی مومنین کے خلاف میں اُس نے یہود و نصاریٰ  
 سے موالات اختیار کی حالانکہ یہ گروہ اللہ اور  
 اُس کے رسول اور مومنین کا دشمن ہے۔

توضیح تفسیر ابن جریر کی عبارت پڑھو اور اچھی طرح خود کرو پھر الفاضل سے کہو کہ صیغہ تعلیم  
 میں جو روپیہ اپنا جمع کر دے گورنمنٹ سے واپس لیا جاتا ہے وہ موالات کیوں کر ہو سکتا ہے کیا ایسا  
 مال کی واپسی اعانت کفر ہے یا مومنین کو اس سے نقصان پہونچانا ہی یا اخوت اسلامی کو منقطع  
 کرنا ہے۔

دیکھو تمہارے لیڈروں نے چپکے چپکے گاندھی سے سرگوشی کی مسلمانوں کو چھوڑا ان کی  
 بات بھی نہ پڑھی اور جب گاندھی کا درس انھیں یاد ہو گیا تو اُس کی زبان بنکر تھیں گاؤں کی قربانی  
 سے منع کیا فرق اسلام و کفر مٹا دینے کی تلقین کی مشرک کا نوحہ خواں تھیں بنایا۔ لکھی اُس کی تم  
 اٹھوائی جس مسلمان نے ان افعال سے جو صریحاً حرام و ممنوع تھے منع کیا یا اس خطا کا رسی پرایا



متنبہ کیا اُس کے پیچھے بڑے مسلمانوں کو چھوڑنا کفار سے ملنا اُن کے مذہبی مراسم میں شریک ہونا مسلم پر یاگ کو مقدس و متبرک کہنا یہ سب انہیں اقسام موالات سے ہیں جنہیں شریعت نے حرام فرمایا ہے۔

جارت تیسرے ہر عکے نصو کا صلہ علی آیا ہے۔ علی المؤمنین۔ علی المسلمین جس کا یہ مطلب و مفہا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں کی ضرر رسائی مسلمانوں کی تکلیف دہی پر کفار کی مدد ممنوع ہے اور داخل موالات ہے۔ یہ عام محاورہ ہے نصو سزا دینا اُس نے زید کی مدد کی نصو عکے سزا دینا زید کے خلاف مدد پہنچائی۔ پس لفظ ولا کے معنی جب نصو یعنی مدد کے لئے جائیں تو اُس وقت وہ مدد جس کا تعلق معاشرت و تمدن سے ہو موالات منہی عمدہ میں شمار نہ ہو گا۔ یہی معنی شریعت کی زبان سے ابتدائی بحث موالات میں بعض تحقیق معنی ولا لکھ چکا ہوں۔ تمام مفسرین کی عبارت بھی اب پیش کر دی ہر ایک مفسر نے اسی معنی کی تائید کی ہے۔ ہمارے لیدر علم لفظ ولا یا موالات کے معنی جو بیان کرتے ہیں وہ خود انہیں کا اختراع کردہ ہے۔ شریعت اس اختراعی معنی کو قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ جن حالات و تعلقات پر وہ آٹا کی تطبیق دیتے ہیں از روئے شریعت وہ غلط محض ہے اس طرح کا اجتہاد اور اس طرح کے معنی کا اختراع مسلمانوں کو پریشان کرنا اور اصل حقیقی نظام عمل کو باطل کرنا ہے یہ دین کی خیر خواہی نہیں ہے بلکہ مذہب و ملت کی بدخواہی ہے اور کلی بدخواہی۔

اب آؤ سورہ ممتحنہ کی پیش کردہ آیت کے متعلق بھی مفسرین کی تحقیقات لکھ کر بحث کا خاتمہ کرنا جائے لیکن اگر آیت لا یمنھا کم اللہ الخ سے قبل اُس آیت شریفیہ کے متعلق جس سے سورہ مکرّمہ شروع ہوتی ہے کہ کلمہ گزشتہ کر دل تو تحقیق مقام میں بہت وضاحت ہو جاتی ہے۔

حضرت حاطب کا واقعہ | یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا وعدی وھد وکم اولیاء

تلقون الیہم بالموحۃ۔ تمام ائمہ مفسرین کی تحقیق و نیز نصوص احادیث اس پر دلیل ہیں کہ حضرت عاتب بن ابی بلتعہ کی شان میں اس آیت پاک کا نزول ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو ہرج و مرج کشتی کا ارادہ فرماتے ہیں سادو سامان کی تیاری ہو رہی ہے لیکن عام طور سے اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا کہ مجاہدین کا نعرہ بکسیر کس سر زمین پر بلند ہو گا کون سی آبادی مسلمانوں کے خاک قدم سے مشرف ہو کر دارالاسلام کی کرامت حاصل کرے گی ہاں بعض مخصوص صحابہ اس سرزمین کے حامل و امین بنائے گئے جن میں سے ایک عاتب رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت عاتب کے اعزہ ہنوز مکہ میں مقیم تھے آپ کو یہ خیال گزرا کہ میری قرابت نسب کفار کے نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں سے مغلوبہ کا اندازہ کرتے ہوئے کفار کو اپنا غیظ و غضب اقرار کر لیں جو مکہ میں مقیم ہیں ظاہر کریں وہ مسلمان جن کی قرابت نسب کفار کے ہے ان کے اقربا بنی رشتہ کی وجہ سے مظالم کفار سے محفوظ رہ جائیں تو کچھ عجیب نہیں لیکن میری کوئی قرابت نہیں ان کے برے خاندان کو کفار تباہ و برباد کر دیں گے۔ ہاں اگر میں کوئی احسان و امتنان ان کے حق میں اس وقت بجالاؤں تو اس احسان کا عوض شاید انھیں ظلم و ستم سے باز رکھے اسی خیال سے انھوں نے ایک خط کفار کو لکھا اور انھیں اس امر سے آگاہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشتی کا ارادہ رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کر لو۔

ایک عورت لے کر روانہ ہوتی ہے حق سبحانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خط سے مطلع فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو مع چند اصحاب کے یہ حکم دے کر روانہ فرماتے ہیں کہ روضہ خانہ پر ایک عورت لے گی اس کے پاس ایک خط ہے اس سے خط لے کر آیاؤ ہاں اگر انکار کرے تو اس عورت کو قتل کر دینا۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اسی مقام پر عورت کو پاتے ہیں خط کا مطالبہ ہوتا ہے وہ انکار کرتی

ہے موت کی دھمکی جب دیکھ جاتی ہے تو اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دیتی ہے مولیٰ علی  
 کرم اللہ وجہہ خط لے کر میرے طیبہ تشریف لاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میں خط حاضر  
 فرماتے ہیں۔ اب حضرت عاقل رضی اللہ عنہ طلب ہوتے ہیں افکار راز کی پرسش ان کہ ہوتی  
 ہے جواب ارشاد فرماتے ہیں ما کفرت منذ اسلمت ولا غششت منذ فضحتک  
 ولا اجبتکم منذ فارقکم بسف روایت میں یہ جواب مروی ہے اما واللہ انی لمومن  
 باللہ ورسولہ ما غیرت ولا بدلت ما ضلت ذالک کفرا ولا اس قد ادا عنہ  
 دینی ولا رضایا لکفر بعد الا سلام خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ جب میں اسلام لایا ہوں  
 کفر کی باتوں سے دل بیزار ہو گیا ہے دین کی خیر خواہی مخلصانہ بجا لاتا ہوں کچھ بھی دل میں کٹ  
 نہیں جبکہ اسلام لایا کفار سے محبت چھوڑ دی روز اسلام سے اس وقت تک کسی طرح کا تغیر و  
 تبدل مجھ میں نہیں آیا نہ میں مرتد ہوا اور نہ کی حفاظت مقصود تھی اسی کے ساتھ اس کا بھی علم و یقین  
 تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فتح عطا فرمائے گا میرے اخبار سے انھیں کوئی نفع نہ حاصل  
 ہو گا ہاں کفار منت پذیر میرے ہو جائیں گے اس جواب کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ارشاد فرماتے ہیں بیشک عاقل نے سچ کہا۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں یا رسول اللہ یہ شخص منافق ہو گیا اللہ اور اس کے رسول  
 کے معاملہ میں خیانت و رزی کی حکم ہو تو گردن اڑا دوں ارشاد ہوتا ہے کہ اے عمر عاقل اصحاب  
 میرے سے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر کو مغفرت کا ثرہ سنایا ہے یہ ارشاد سن کر عمر فاروق  
 رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔

تذکرہ | اس واقعہ کی طرف اگر غور سے دیکھا جائے تو گونا گوں مسائل پر روشنی پڑتی ہے حضرت  
 عاقل رضی اللہ عنہ سے خطانی الاجتہاد ہوتی ہے خود ادا و فلا کے مفہوم سمجھنے میں ان کو سہو ہوتا ہے

وہ یہ سمجھے کہ جب دل میرا صاف ہو اور قلب میں بجز اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی ذرہ برابر بھی خیر خواہی نہیں تو میرا یہ عمل نہ و داد ہے نہ دلا۔ لیکن حق سبحانہ نے ایسا کرنا میں اس فعل کو دلا اور و داد و نول قرار دیا اس لئے کہ افشار راز پر غیر تمام انسانوں کے نقصان و ضرر کا احتمال و امکان تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کی خیر خواہی بہ نظر فوائد دنیوی و دنیادی جس سے اپنے دین کا ضرر محتمل ہو یا حقوق مسلمین کا اہتمام ہو وہ بھی دلا ہے و داد ہے ایسے اعمال جن کی مذہب اجازت نہیں دیتا وہ کسی خیال سے بھی کیوں نہ کئے جائیں حرام و منہی منہی ہیں۔ دلی محبت کا فرسے رکھنا یا اُس کے افعال کفریہ کو دل سے پسند کرنا تو کفر ہے و اسلام سے خروج ہے ایمان سے بے نصیب ہونا ہے لیکن دل متفراد و اعضا و جوارح اُن اعمال میں مشرک یہ حرام ہے اشد فسق ہے خاص کر جب علی رؤس الاشهاد اس کا وقوع ہو تو فسق بالاعلان کا حکم فسق مخفی سے زیادہ شدید ہے۔ فاسق معلن کو نہ سلام کرنا نہ شریعت میں جائز نہ اُس کے سلام کا جواب واجب حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سورج کی روشنی میں دکھا دیا کہ فرضی و اختراعی دعوت حق کے مدعی کفارہ مند سے موالات کر رہے ہیں یا تعلیم لگائیں جو ردیہ لے رہی ہیں وہ نصاریٰ سے موالات کر رہی ہیں حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کے پاکی قلب پر پیغمبر خدا کی تصدیق نے مہر کر دی حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کفار مکہ کے خیر طلب و راز نہ تھے لیکن اُن کا یہ فعل ایسا تھا کہ اگر کفار مکہ کا کوئی جاسوس ہوتا جسے اس راز و مشورہ کی خبر ہو جاتی تو وہ بھی یہی کرتا یہ فعل جاسوس کفار یا مخلص کفار کے فعل پر معمول ہو سکتا ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قوم مسلم یا فرد مسلم کو ایسا کام مذہب کفر کی تائید میں نہ کرنا چاہئے جسے کوئی کافر اپنے مذہب یا قوم کی ہمدردی و غیر طلبی میں مل میں لائی جلا یا ہی وہ ایمان دعوت حق اپنے اعمال پر نظر کریں حضرت عاظم کا واقعہ عبرت و بصارت کے لئے کافی ہے



یہ کہنا کہ موالات اور ہر اور معاملات اور مطلقاً یہ بھی صحیح نہیں۔ فی الحقیقت تائید کفر و  
 بیدنی کا نام موالات ہی یہ تائید اگر اعتقاد سے ہو تو کفر ہے اور اگر اعمال و افعال سے ہو تو حرام  
 ہے اب مسئلہ فیصلہ کریں کہ امدادی مذہب یہ جو درگاہوں کو ملتا ہے کیا اُس سے میسائیت  
 و نصرانیت کی تائید و تقویت ہوتی ہے اگر اس کا جواب ایجاب میں ہو تو اس سوال کی اجازت  
 دیجئے کہ کشتہ از سے قبل بھی آپ کا یہی فتویٰ تھا یا نہیں اگر اس کا جواب اثبات میں ارشاد  
 ہو تو اس التماس کی معافی چاہتا ہوں کہ پھر انگریزوں کا جزیرۃ العرب اور مقامات مقدسہ پر  
 متصرف ہو جانا اور قوت و دفاعی اسلام یعنی خلیفۃ السلیں کا بے دست و پا کر دینا ملت ترک  
 موالات کیوں قرار پایا اور اگر جواب نفی میں ہو تو براہ کرم یہ فتویٰ دیدیجئے کہ حالت صلح و  
 آشتی میں میسائیت کی تائید و تقویت جائز ہے۔ اے کاش اب بھی سمجھنے کی کوشش آپ  
 کریں اہل لے لیڈر و ہمارے مسلسل متواتر افعال بانواع مختلفہ کفر و شرک کی تائید میں صادر  
 ہوئے اور معلوم اُن کا سلسلہ کب تک قائم رہیگا۔ کس بیدردی سے مسئلہ قربانی پر تم نے  
 ہاتھ صاف کیا کس ذوق و شوق میں تم نے گنہگاروں کی بجے پکاری۔ کس عقیدت سے تم کی  
 تم نے نوحہ خوانی کی۔ کس فرار اور کس تم نے یہ کہا کہ گاندھی مذکور بنا کر بھی لایا گیا ہو تو ہمارے اسلام کے  
 عیاسیت کر دینے کا تم نے عدرا رخ کر لیا ہو کفر و شرک کی تبلیغ و تحسین کا تم نے بیڑا اٹھایا ہو لیکن  
 یاد رکھو کہ ہماری یہ فتنا ہرگز ہرگز پوری نہ ہوگی کیا یہ آیت تم بھول گئے یا قرآن کے کلام ربانی  
 ہونے سے قطعاً منکر ہی ہو بیٹھے سنو اور کان کھول کر سنو۔ یریدون لیطغوا فورا اللہ  
 باقواہم واللہ متم فوراً ولو کرۃ الھکافرون ۛ

ابن عبّاد سورہ ممتحنہ کی آیت کریمہ لا ینھاکم اللہ عن الذین لہم قیالو کہ فی  
 الذین ولم یخرجوا کہ من دیا کہ ان تبروہم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب للظالمین

کے متعلق گزارش ہوا امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اُن تمام اقوال مفسرین کو یکجا جمع فرمادیا ہے جسے اس آیت کا شان نزول اور باب تفاسیر نے قرار دیا ہے۔

آیۃ لاینهاکم اللہ  
کی شان نزول

اختلفوا فی المراء | اس میں عالمان علوم تفسیر کا اختلاف ہے کہ لہ  
من الذین لم یقاتلوکم سے کس طرح کے اشخاص مراد ہیں حضرت  
یقاتلوکم فالاکثرون حلّی انھم اہل | ابن عباس اور مقاتلین اور کبھی کی یہ تحقیق ہے کہ اس  
العہد الذین عاہدوا رسول اللہ سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے یہ معاہدہ کر لیا تھا  
صلی اللہ علیہ وسلم علی تراث القتال کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مقاتلو کریں  
والمنظاہرۃ فی العداۃ وہم خزاعۃ نہ مسلمانوں کو بخالیں گے یہ اہل عہد بنو خزاعہ تھے  
کانوا عاہدوا للرسول علی ان لایقاتلوہ (۱) مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لہ یقاتلوکم سے  
ولا یخرجوہ فامرا الرسول علیہ السلام کفار مراد نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمان مراد ہیں جو ایمان  
بالبر والوفاء الی مدۃ اجلہم وھذا لائے لیکن ہجرت کر کے مدینہ طیبہ نہیں پہنچے  
قول ابن عباس والمقاتلین والمکلبی بلکہ مکہ ہی میں مقیم رہے (۲) ایک قول یہ بھی ہے کہ  
(۲) وقال مجاہد الذین اموا بمکۃ لہ یقاتلوکم سے مراد عورتیں اور کم عمر بچے ہیں  
ولہم یاجروا (۳) وقیل ہم النساء (۳) عبد اللہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ اسرار جو بیٹی حضرت  
والصبیان (۴) وعن عبد اللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھیں اُن کے متعلق یہ  
انزیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی مکبر آیتۃ نازل ہوئی جو اُن کی ماں جن کا نام قتیلہ تھا وہ  
قدمت اھما قتیلۃ علیہا وحی مشرکہ مکہ سے اپنی بیٹی کو دیکھنے آئیں کچھ تھکے اور ہا یہ بھی  
بھد ایا قلم تقبلھا ولم تاذن لھا ساتھ لائیں مگر چون کہ وہ ہنوز مشرک تھیں اس لئے  
بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی نے ماں کو نہ تو مکان میں گھسنے دیا نہ اُن کا ہا یہ

ان تدخلها وتقبل منها وتكرمها  
 وتحن اليها (۵) وعن ابن عباس  
 انهم قوم من بني هاشم منهم  
 العباس اخو جوا يوم بدر كرها  
 (۶) وعن الحسن ان المسلمين استأجروا  
 رسول الله في اقرباءهم من المشركين ان  
 يصلوا فانزل الله تعالى هذه الآية  
 (۷) وقيل الآية في المشركين  
 (۸) وقال قتادة فسميها آية القتال  
 قبول کیا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی  
 تو آپ نے حکم دیا کہ تمہے قبول کرو مکان میں انھیں آنارو  
 عزت کا برتاؤ کرو جس ملوک سے پیش آؤ (۵) ابن عباس  
 سے روایت ہو کہ لہر لہر قاتلو کہہ سے مراد غاندان  
 بنی ہاشم کے وہ افراد ہیں جو بھر جنگ بدر میں لڑ گئے تھے  
 جن میں سے خود ایک حضرت عباس بھی تھے (۶) حسن  
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مسلمانوں نے اپنے اقرباء کے  
 ساتھ بر بناؤ صلہ رحم من ملوک کی اجازت چاہی اس وقت  
 یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (۷) ایک قول یہ بھی ہو کہ یہ آیت مشرکین  
 کی شان میں ہو (۸) قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت  
 قتال نے اسے منوخ کر دیا۔

مسلمانوں ذرا ایمان و انصاف سے کام لو دیکھو جس آیت کے یقین مراد میں صحابہ اور  
 تابعین کا اس قدر اختلاف ہو اس کو اصولی تقسیم قرار دینا کس قدر انصاف و دیانت کا خون کرنا ہو۔  
 تنویر | قتادہ کی روایت یہ ظاہر کرتی ہے کہ لایہا کہ اللہ کی آیت منوخ ہو۔ اگرچہ ابن جریر  
 اس کا جواب دیتے ہیں لیکن اس سے اس قدر معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کو کسی نے نسخ اُن آیات  
 متعددہ کثیرہ کا قرار نہیں دیا جن میں عدم موالات کا حکم مطلقاً کفار سے وارد ہے۔ کوئی ضعیف  
 سے ضعیف تر روایت بھی ایسی نہیں پائی جان ہے جس میں یہ مروی ہو کہ لم یقاتلو کہہ و لہ  
 یخز جو کم من دیا کہہ کی تید نے مطلق کو مقید کر دیا۔ پس موالات جب کہ مطلقاً حال میں منع ہے  
 تو ایسی صورت میں موالات کے وہی معنی قرار پائیں گے جنھیں شریعت کی زبان اور تمام مفسرین کی تحقیقا

سے ابھی ذکر کر چکا ہوں یعنی کفار کی محبت و مودت یا کفار کے دین کی تائید یا ان کی تائید  
اپنے دینی امور میں۔ مگر اس کے جس قدر تعلقات ہوں گے وہ حقیقی موالات نہیں بلکہ موالات  
صوری ہیں جن سے شریعت نے ہرگز منع نہیں فرمایا۔ بلکہ خود شائع علیہ السلام کا عمل موجود ہے۔  
کفار سے صلح کرنا ان سے معاہدہ کرنا ان سے جزیہ لینا انھیں نوکر رکھنا ان کی جائز طاقت  
کو ناقض لینا گردی رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب تمدنی حیات کے شعبہ ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی  
ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل ان امور میں کافی ثبوت ہے۔

ہاں کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ کبھی کسی حال میں بھی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قیس یا راہب کو نعوذ باللہ اپنا مقتدا بنایا ہو۔ یا انصرام امور دینی میں  
اُس کی رائے کی پابندی کی ہو۔ یا کسی رسم کفر و شرک کو آپ نے برتنا جائز قرار دیا ہو یا کفار  
کے مذہبی ایام میں خواہ بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہو یا صحابہ کو اجازت عطا فرمائی ہو یا عید  
مسلمین میں کفار کو شریک فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی ایک بنی ثبوت ہے  
کہ موالات وہی امور ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی خاطر سے نہ خود کیا نہ دوسروں  
کو عمل کی اجازت عطا فرمائی ہاں جن امور کو آپ نے عزت عمل بخشی وہ نہ موالات نہ ان کا ترک اعتقاد  
پر ہمزگاری نہ دین و ملت کی خیر خواہی اب مفسر ابن جریر کی تقریر ملاحظہ کیجئے۔

تفسیر ابن جریر | داوودی کا قول | بہترین قول ان سب اقوال میں اُس کا ہے جس نے یہ  
فی ذلک بالصواب قول من قال عنی بذلك  
لا یہدکم اللہ عن الذین لہ یقاتلکم  
فی الدین من جمیع اصناف الملل  
ولا دیان ان تبوہم وتصلوہم  
کہا کہ جمیع اقلام مل وادیان ارادہ کیا گیا ہے۔ ان کے  
ساتھ بھلائی و امان کرنا صلہ رحم کا خیال کرنا عادلانہ  
برتاؤ رکھنا مخصّش مشروع جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد  
میں حکم صادر فرمایا ہے کہ جو بھی ایسا ہو کہ نہ مسلمانوں سے



وَقَضَىٰ إِلَيْهِمْ أَمْرَ اللَّهِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله الذين لم يقاتلوا

فی الدین ولہ یخرجوکم من دیارکم

جميع من كان ذاك صفته فلم

بعضه به بعضاً دون بعض ولا

عن لقمان من قال ذاك منوخ

وَمِنْ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ آتَى الْجَاهِلِيَّةَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ

ان يراهم من من اهل الحرب

بنه و بنیه قرابه سب او من

قرابة مینه و لا نسب غیر محرم

امنى عنه اذا لم يكن في ذلك

١٠ له اولاهل الحرب على

علاها الاسلام و تقوية

کامیاب ہو گا۔

بلاغ اوسلج وقل بيل

ما قلنا في ذلك الخبر الذي

بنكاه عن ابن الزبير في قصة

لما وافا وقوله ان الله عز

اذن الله على المؤمنين

لڑے نہ اٹھیں ان کے مکانوں سے نکالے ان کے

ساتھ ہر وقت دیرینہ نذر رکھا جائے۔ اس مہم میں کسی

مذہب و ملت کی خصوص کو دخل نہیں بلکہ خاص میں

صفت مائی حائے اُسی کو یہ حکم صادر ہو گا۔ کوئی روبرو

کہ غنیمت کہ سچا اور آسمت کو منہ رخ اور دہرے

س کی ہیں کہ ہم اس آیت کو مسور فرمادیں۔ اس

ہر ایک مومن کے لئے عرقِ محارب ہے کہ اس پر

در اس فریق محاربے در میان قرابت ہو یا نسب

و یا ایہے فریق محارب کے ساتھ کہ اس مومن اور فریق

ہمارے درمیان نہ قرابت ہو نہ نسب پایا جائے

واحسان کرتا نہ خواہے نہ مننی عنہ سی جیکے اس احسان

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۷۰۰

رب کو مسلمانوں کے مخفیات و سرسریہ اطلاع ہونی ہے۔

برقی محارب کی تقویت گھوڑے اور اسلحہ کی گئی

ابن زمر کی روایت جس میں قصۂ حضرت اسماء اور

کتاب کا نام و رسم میرزا فتح محمد علی قلی خان

ای ماں کا مردی ہے میری اس کو جیہ کی بیج لڑا

ن الله يحب المقسطين) يشك الله دوست

یہ اضافہ کرنے والوں کو سب لوگوں کے ساتھ

اف کرتے ہیں اور ان کا حق انھیں عطا کرتے ہیں اور

ابے کے تہاوار کے زیوار کے ساتھ

جانبِ مدلل سے ہیں احسان کر کے دے لے ساکھ

وَيُحْسِنُ إِلَىٰ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ  
اعمال کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں سے نیکی۔

إِنَّمَا يَهْدِيهِ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوهُ  
سے جو انہیں ہتھیار سے لڑتے تھے کہ اللہ تعالیٰ

فِي الدِّينِ وَآخِرِ حَرْبِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ  
دین کے معاملہ میں تم سے قتال کیا اور تمہیں تمہارے

وَمِنْ يَتَوَلَّاهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ  
گھروں سے نکالا اور تمہارے منجھنے پر مدد کی یہ

يَقُولُ تِلْكَ ذِكْرُ مَا يَنْهَىٰ عَنْهُ اللَّهُ  
کہ تم مورات کرو۔ پس تم اُن کے دوست بنو یا

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوهُ  
مددگار ہو و من يتوَلَّاهُمْ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ

فِي الدِّينِ مِنْ كُفَّارِ أَهْلِ مَكَّةَ وَ  
کہ جو شخص تم میں سے یا تمہارے سوا دوسرے مومنین

آخِرِ حَرْبِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَظَاهِرًا  
انہیں اپنا دوست بنائیں گے یا انہیں مدد پہنچائیں گے

عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَنْ تَتَوَلَّوْهُمْ فَتَكُونُوا  
(فَاوَلَتْكُمْ هُمُ الظَّالِمُونَ) فرماتا ہے کہ یہ

لَهُمْ أَوْلِيَاءُ وَنُصَرَاءُ وَمِنْ يَتَوَلَّاهُمْ  
وہ لوگ ہیں جنہوں نے مورات اُن سے کی ہیں

يَقُولُ وَمَنْ يَجْعَلْهُمْ مُنْكَمُومِينَ  
جائز نہ تھی اور اپنی ولایت خیر علیہ پر رکھی اور حکم

خَيْرُكُمْ وَأَوْلِيَاءُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ  
انہی کے اس معاملہ میں خلاف کیا۔

يَقُولُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ تَوَلَّوْا  
الذی مایحیٰ زہلم ان یتولواہم و

الذِّیٰ یَحْیٰی زَهْلَمُ أَنْ يَتَوَلَّوْهُمْ  
وَضَعُوا وَلَا يَتَّخِذُوا فِي خَيْرِ مَوَاضِعِهِمْ

وَضَعُوا وَلَا يَتَّخِذُوا فِي خَيْرِ مَوَاضِعِهِمْ  
وَحَافِلُوا أَمْرَ اللَّهِ فِي ذَٰلِكَ

وَحَافِلُوا أَمْرَ اللَّهِ فِي ذَٰلِكَ

عَلَامَةُ ابْنِ جَرِيرٍ آيَةُ لَا يَهْدِيهِ اللَّهُ كَوْنُ خُرَاقَاتِهِمْ

فَرَسَاتِهِمْ ابْنِ جَرِيرٍ ابْنِ بَطَّاءِ الْيَصْنَاحِ

سے شرح فرماتے ہیں اُس سے مدعیانِ دعوت حق کا ادعا پارہ

فَرَسَاتِهِمْ ابْنِ جَرِيرٍ ابْنِ بَطَّاءِ الْيَصْنَاحِ

سے شرح فرماتے ہیں اُس سے مدعیانِ دعوت حق کا ادعا پارہ

فَرَسَاتِهِمْ ابْنِ جَرِيرٍ ابْنِ بَطَّاءِ الْيَصْنَاحِ

سے شرح فرماتے ہیں اُس سے مدعیانِ دعوت حق کا ادعا پارہ

پابند ہوا جاتا ہے۔

تسویر | اوتمیری کہ کفار سے مولا کے لئے حق سبحانہ نے منع فرمایا تھا بعض اصحاب جن میں سے ایک حضرت مہلب میں منوم ہوا لاک کے بچنے میں خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے وہ یہ سمجھ کر دلی محبت اور دلی خیر خواہی یا یقینی حضرت مسلمان مولا کے مصداق ہیں لیکن حق سبحانہ نے جب ان کے فعل کو دلا اور دوا دوا دونوں غفلوں سے یاد فرمایا اور پھر آیت مابعد میں یہ ارشاد ہوا ان یشقوکم لیکونواکم اعداء وبسطوا الیکم ایدیہم والستہم بالسوء وودوا لوتکفرون لن متفعکم اسرارکم ولا ادلا دکم یوم القیامۃ فیصل بینکم واللہ بما تعملون بصیرہ یعنی کفار اگر تم پر قابو پالیں تو تمہاری دشمنی میں کچھ اٹھانہ رکھیں تمہیں برائی پہنچانے میں ہاتھ بھی بڑھائیں گے اور زبان بھی کفار کی تورہ تمنا ہی ہے کہ کاش تم انہیں کی طرح کافر ہو جاؤ قیامت کے روز نہ تو تمہاری رشتہ داری کچھ کام آئے گی نہ اولاد ہی سے انہیں کچھ نفع پہنچے گا اس دن حق و باطل کا فیصلہ حکم عالمین فرمائے گا اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

اب سلمان یہ سمجھے کہ عام کفار کے ساتھ کسی طرح کا معاشرتی تعلق بھی رکھنا داخل مولا کے وہ کفار جن کے حقوق خدمت قربت کے سبب سے مثلاً والدین وغیرہ مسلمانوں نے سمجھا کہ اب وہ بھی باطل ہو گئے اسی بنا پر حضرت اسماعیل نے اپنی ماں قیلہ کے جو مشرک تھے حقوق مادری سے اعراض فرمایا حق سبحانہ نے اب اس مسئلہ کو بالکل صاف فرما دیا۔

غنائین اسلام کی دو تیس قرار دے کر ہر ایک کا حکم ارشاد فرمایا ایک ایسا مخالف سلام جو مسلمانوں سے غارتے نہ اٹھیں ان کے مکانوں سے نکالے اس کے ساتھ احسان اور عاوانہ برتاؤ کی اجازت عطا فرمائی پھر ان اللہ یحب المقسطین فرما کر مسلمانوں کو اقساط کی طرف

جب دلتوا نظر میں ترغیب و تنوید دلائی۔

اس ترغیب اور اس اجازت کی وجہ صاف ظاہر ہوا ذیتِ رسائی اور محبتِ دہی سے ہر  
وہابی ایک قسم کی بھلائی اور نیکی ہے ایسی حالت میں جب کہ کوئی کافر بیدین مسلمانوں کے ساتھ  
اس رعایت کا برتاؤ کرے تو اسلام جیسا پاکیزہ دین جو سرسبز رحمت ہی رحمت ہے اس کی یہ تعلیم  
ہونی چاہیے تھی کہ نیکی کا بدلہ نیکی اور احسان کا عوض احسان۔

حق سبحانہ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ جو کافر بیدین ایسا ہو کہ تمہارے مذہب کو  
تعلیم نہ کرے اسلام کا کلہ نہ پڑھے لیکن اسی کے ساتھ تمہیں ستائنا نہیں تمہارے آزار کے درجہ  
نہیں ہوتا تو اس کی اس انسانیت اور مراعات کا عوض اگر تمہاری جانب سے بردار احسان کے ساتھ  
ہو یہ مقدار اتنی اور تعلیم قرآن کی تعمیل ہوگی۔

مسلمانوں نے آیتِ کریمہ **لَنْ تَنْفَعَكَ اَرْحَامُكَمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ** سوجھ لیا تھا کہ  
جس طرح موالاتِ حقیقی ممنوع ہے اسی طرح موالاتِ صوری بھی منیٰ عنہ ہے آیتِ لا یفکھ اللہ للک  
نے اس غلطی کی تصحیح فرمادی اور صورتِ مسئلہ کو صاف کر دیا کہ موالاتِ حقیقی تو ہر کافر سے ہر حال میں  
منیٰ عنہ ہیں لیکن ہاں موالاتِ صوری مثل برداق اس کی تمہیں اجازت ہے بلکہ ایسے کفار کے  
ساتھ جو نہ تم سے اچھے نہ تمہیں تمہارے مکانوں سے نکالیں تمہارا منصفانہ برتاؤ اللہ کو چھوڑے  
حقیقت یہ ہے کہ انسان اور فعل معروف عدل اور انصاف نہ موالاتِ بیز نہ و داد اس لئے  
کہ نہ تو اس میں مسلمانوں کی مضرت ہے نہ کفر کی حمایت ہے نہ اپنے مذہبی فرائض میں اُن سے دستا  
ہیز نہ یہ محبت و داد کا نتیجہ ہے یہ تو حقوق کا ادا کرنا انصاف کا صحیح نمونہ قائم کرنا اور مخلوق خدا پر  
شفقت و کرم کرنا ہی ہے وہ طرزِ عمل تھا جس کے اثر نے یہ دُخلِ خلون فی دین اللہ افولجا کا  
جلوہ دکھایا جو درجہ اور فوق و درجہ کفار آئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر سعادت



سرمدی سے مالا مال ہوتے جاتے۔

آیت لاینهاکم اللہ کے متعلق علامہ ابن جریر کی تحقیق تیار ہے پیش نظر ہر ذرہ تامل سے کام لو دیکھو اس آیت کی تفسیر میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے اس کا ایہام بھی ہوتا ہو کہ کافر غیر مجاز سے موات یا واد جائز ہے۔

کافر کی محبت یا کفر کا فز کی اعانت یا اسلامی و دینی امور میں کافر کی استعانت کا جواز یا اباحت کسی ایک لفظ سے بھی مفہوم نہیں پھر یہ کتنا کہ قرآن نے ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے نہ لڑیں نہ انھیں مکاناتوں سے نکالیں ان کے ساتھ محبت و موات مسلم قوم یا مسلم شخص کے لئے جائز و مشروع قرار دی ہو کسی دین میں تحریف ہے۔

مفسر نے صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر دی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے نہ متعلقہ فی الدین کریں نہ انھیں ان کے مکاناتوں سے نکالیں انھیں بھی غنیمت و سرائر مسلیں آگاہ نہ کیا جائے گا مسلمانوں پر قابو پانے کا پتہ نہ دیا جائے گا۔ گھوڑے اور اسلحے سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

دیکھو یہ وہی منی عنہ امور ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی تم نے ان آیات سابقہ کی تفسیر میں پڑھا ہے جن میں تحقیق معنی ولا ہے جن آیتوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مطلق کفار سے موات حرام ہے قید قتال یا انزال عن الدیار معتبر نہیں۔

اس مقام پر ابن جریر نے واضح کر دیا کہ جو تعلقات مطلقاً کفار سے منی عنہ ہیں وہ اس

صورت میں بھی علیٰ حالہ منوع ہیں۔

ابن جریر کی ناتمام عبارت کے | لیکن حکیم حافظ محمد اہل خاں صاحب نہایت غیظ و غضب اور پر خوں لہجہ  
حکیم صاحب کا استدلال | میں ناتمام عبارت ابن جریر کی نقل فرما کر یہ نتیجہ استخراج فرماتے ہیں کہ اگر

اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ نہیں مسلمان کی دوسری قوموں کے ساتھ بھی ترک ممالک کرنی چاہئے  
 تو اب کئے والوں کو خدا ہی بہتر سمجھا سکتا ہے۔ (خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ جمعیتہ العلماء مصر ص ۱۵)  
 طرفگی یہ کہ برد اقساط کا صحیح ترجمہ خود بالائی سطروں میں یکم صاحب احسان و انصاف  
 تحریر فرمایا ہے لیکن استخراج نتیجہ میں ممالک کو برد اقساط کا مرادف قرار دے کر حوام کو نہایت  
 شرمناک دھوکھا دینے کی کوشش کی ہے۔

لفظ دلا کی شرعی تعریف آغاز بحث ممالک میں گزر چکی اس مقام پر برد اقساط کے  
 معنی شرعی سمجھ لیجئے۔

البر التوسع فی الاحسان یعنی نیکی اور احسان کرنے میں وسعت و فراخی سے  
 کام لینا القسط هو النصيب بالعدل والا قساط ان يعطى قسط خیرہ بالعدل یعنی عادلانہ  
 اور منصفانہ حصہ کا نام قسط ہے اور اقساط کے یہ معنی ہیں کہ خیرہ کو اس کا حصہ عادلانہ اور منصفانہ  
 دیا جائے اب ہر مسلمان بجائے خود انصاف کر لے کہ احسان و انصاف کیا مرادف ممالک  
 ہے؟ اگر جوش سخن پروری میں کوئی اس ادعائے باطل کا مدعی ہو جائے تو اس سے نہایت  
 عاجزانہ فیکر کی یہ التماس ہے کہ تفسیر ابن جریر متعلق آیت کریمہ لا یغخذ المؤمنون الکافرین ذللاً  
 کا مفہم پلٹ کر پھر مطالعہ کر لیا جائے وہاں یہ الفاظ موجود ہیں قتلوا کفارہم علی المسلمین و  
 قتلوا کفارہم علی عہدہم یعنی مسلمانوں کے خلاف کفار کی پشت پناہی کرنا ممالک ہے کفار کو  
 غنیمت مسلمین پر مطلع کرنا ممالک ہے اب آیت لا ینفکوا اللہ الخ کی تفسیر میں بھی ابن جریر نے  
 انہیں مقاصد کو اس طرح ادا فرمایا اذالم ینک دلالۃ لہ علی حورۃ اہل الاسلام  
 او تقویۃ لہم یعنی کفار کے ساتھ اسی قسم کا احسان جائز ہے جس میں مسلمانوں کے سر اور غنیمت  
 پر انہیں باغیر نہ بنایا جائے یا اس احسان سے انہیں تقویت نہ پہنچتی ہو اس لئے کہ یہ برد احسان

نہیں ہر مولا کا ہے جن چیزوں کو ابن جریر نے آیت کریمہ لا یخذا المؤمنون الکافرینا کی تفسیر میں مولات کہا تھا ان میں سے کسی ایک کی بھی اجازت وخصت آیت لا ینہا کہ اللہ لا سے نہ سمجھی نہ لکھی بلکہ ان کی مانعت کی اس مقام پر مکرر تصریح فرما کر ہر کافر کے ساتھ ہر حال میں ترک مولات پر مہر فرما دی کیا اب بھی حکیم صاحب یہی ارشاد فرمائیں گے کہ برواقعا فرماؤ مولات ہیں ان تصریحات کے بعد بھی اگر حکیم صاحب یا ان کے حواریین علمائے سیاسی اپنے اس قول پر کہ ہندوؤں سے مولات یا دودا یا محبت منطوق کلام الہی اور موافق تعلیم نبوی ہے مستعبانہ اصرار فرمائیں تو بجز کاندھی صاحب کے اور کوئی انہیں سمجھانیں سکتا۔ آیت کریمہ میں اگر ایسے کفار کے ساتھ جو مسلمانوں سے دینی لڑائی نہ لڑے نہ انہیں ان کے مکاناتوں سے نکالے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کو حکم مولات یا دودا یا محبت کا دینا ہوتا تو بجائے اس کے کہ دو لفظ تبارک و تعالیٰ الیہم ارشاد فرمائے تو لوہم یا تو دوہم یا تجوہم کا مختصر ایک لفظ ارشاد فرما دیتا۔ افسوس ہر مسلمانوں کی عقلوں پر جنہوں نے دین کو محض داہ واہ سننے کے لئے اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کیا ہے کاش سمجھتے وقت حکیم صاحب ابن جریر کی پوری عبارت پڑھ لیتے یا علمائے سیاسی ہی زحمت مطالعہ تفسیر برداشت کرتے تو شرعی مسئلہ میں خیانت نہ فرماتے یہ ہے حقیقت اس آیت کی اور یہ ہر حکم حق سبحانہ کا۔ جسے محرف بنا کر لیڈر اور ان کے مقلد علماء و نہایت دھوم و حام سپیان کتے ہیں مسلمانوں کو ملقین کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین سے مولات رکھو دودا و محبت پیدا کرو بلکہ ان کے غلام بن جاؤ۔

فیہل لہم ہما کتبت ایدلہم وویل لہم ہما یکسبون ۵

اب دوسری آیت انہا ینہا کہ اللہ الہم کے متعلق اسی مفسر ابن جریر کی تحقیق پڑھ لیجئے نیز خود قرآن شریف کے الفاظ دیکھئے اور پھر اسے سوچئے کہ وہ کافر جس نے مسلمانوں سے قتال فی اللہ

کیا یا انیس اُن کے گھروں سے نکال لایا اُن کے اعتراض پر دشمنوں کو وہ دہونچائی غرض ان تین امور میں سے کسی ایک امر کا بھی جو مرکب ہو اُس کے ساتھ نیکی و احسان کا قرآن کریم نے نہ تو حکم صادر فرمایا نہ اُس کی ممانعت ہی فرمائی مالان کہ سابق کلام جب کہ یہ تھا کہ جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے نہ تمہیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا ہے تو اب سیاق یہ ہوتا کہ جو تم سے دین کے بارے میں لڑے تمہیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔

لیکن قرآن پاک میں جب کہ ایسا نہیں تو کسی کو اس کا کب حق حاصل ہے جو اپنی رائے ناقص اور متمنا سے فاسد کو خدا کا فرمان قرار دے یقولون علی اللہ الکذاب وہم یعلمون ۵

فقیر یہ مسئلہ پہلے بیان کر چکا کہ کوئی کافر جب مسلمانوں کے ساتھ یہ رعایت فرماتا ہے کہ درپے آزار مسلمان نہ ہو تو اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کی اپنے پیروں کو یہی تعلیم ہوتی ہے جی کہ وہ بھی اُس کا عوض فرامی دوست سے ادا کریں۔

لیکن جو کافر ایسا نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ مفاک و بیرحمی سے پیش آتا ہے ان سے لڑنا ہی گھروں سے نکالنا ہے اُس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ اس قسم کا فرسے بھی صرف موالات منع ہے۔

موالات مطلقاً کفار سے خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب بار بار بتا کر یہ تاکید مہر فرمائی گئی لیکن اس جگہ اللہ تعالیٰ کا فر کا بیان کر کے اُن سے جو موالات منع فرمائی وہ اُن کے لئے کہ مسلمان ظلم و ستم سے گھبرا کر بے یار و دیار ہو کر اُن کے دین کی طرف مائل نہ ہو جائیں یا پھر



سلیں میں اُن کے معاون و مددگار نہ بن جائیں یا اُن کی سطوت و دولت کو دیکھ کر اُن کے گردیدہ اور چاہنے والے نہ بن جائیں رہے مولات سے ماوراء لائق اُن کے باب میں قرآن کریم نے سکوت فرمایا اس لئے کہ باعتبار ماحول اُن کا حکم متغیر ہوا کرے گا۔

کیسے بردنوال جذب تلوک کے موجب ہوں گے اور کیسے عفو و صفح کا قرینہ تو ایمان کے باعث ہوں گے قرآن کریم عفو و اصلاح کی اُس طرح رغبت دلاتا ہے کہ عفو و اصلاح فاجرہ علی اللہ پھر جس نے معاف کر دیا یا صلح کر لی تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہی ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح ارشاد ہے۔

ادفع بالتي هي احسن      برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کہ جو بہت ہی اچھا ہو جب تم اس ظلم  
فاذا الذي بينك وبينه      اسی پر عمل کرو گے تو جسے تم سے دشمنی تھی وہ دلسوز دوست تمہارا  
عداوة كانه ولم يحسم      بنجائے گا یہ پاکیزہ اخلاق انھیں سے حل میں آئیگا جو صبر کرتے  
وما يلقاها الا الذين صبروا      ہیں یعنی نفس کے حملہ کو روک کر شریعت کے موافق کام کرتے ہیں حیران افلا  
وما يلقاها الا ذو حظ عظيم      بڑے نصیب والے نجات آدمی کو ملتا ہے۔

اس آیت شریفہ کے متعلق امام فخر الدین رازی کے یہ الفاظ ہیں۔

فانك اذا صبرت على سوء اخلاقهم      جب تم بیدنیوں کے برے برتاؤ پر مسلسل صبر کرو  
مرة بعد اخرى ولم تقابل سفاقتهم      اُن کے سفاہت کے عوض میں نہ تو غضبناک  
بالغضب ولا اضرارهم بالايداء      ہو گے نہ انھیں وحشت دلاؤ گے اور نہ اذیت  
والايحاش استجوا من تلك الاخلاق      وہی سے انھیں ضرر پہنچاؤ گے تو پھر اُن بیدنیوں  
المذمومة وتركوا تلك الافعال      کو اپنے مذموم اخلاق پر شرم آئے گی اور قبیح  
القبیحة ثم قال فاذا الذي بينك      کاموں کو چھوڑ دیں گے پھر فرمایا فاذا الذي

وبینه عداۃ کا نہ ولی حمیم  
یعنی اذا قابلت اساً و تم بالاحسان  
و افعالهم البقیۃ بالافعال الحسنۃ  
نرکوا افعالهم البقیۃ و انقلبوا من  
العداۃ الی المحبۃ و من البغضۃ  
الی المودۃ ۛ

یعنی جب تم اُن کے برائیوں کا مقابلہ احسان  
سے کرو گے اور اُن کے افعالِ قبیحہ کے مقابلہ  
میں انساں حسنہ پیش کرو گے تو وہ بھی افعال  
قبیحہ چھوڑ دیں گے اور عداوت سے محبت  
اور بغض سے مودت کی طرف پلٹ  
پڑیں گے۔

جس طرح آیات منقولہ بالا میں عفو و اصلاح مداراتِ حسنہ اور اخلاقِ زکیہ کی تعلیم  
ارشاد ہوئی ایک دوسرے مقام پر ہر حال میں انصاف و عدل اور دائرہ امتدال میں مسلمانوں  
کو رہنے کی تاکید شدید کی گئی ہو۔

ولا یجیر منکم شنان قوم ان صد و کم  
عن المسجد الحرام ان تعتدا و اء  
جس قوم نے تمہیں زیارت مسجد الحرام سے باز رکھا  
اُس قوم کی عداوت اس کا سبب نہ ہونے پائے  
کہ تم حد سے متجاوز ہو جاؤ پھر ارشاد ہوا۔

ولا یجیر منکم شنان قوم علی  
الا تعد لواحد لواھو  
کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُس کے  
ساتھ عدل و انصاف کرنا چھوڑ دو یا عدل و انصاف کرو اُس  
اقرب للفقوی ۛ کہ انصاف تقویٰ سے بہت ہی قریب ہو۔

قوت و مساوات کی حالت میں جس طرح شرارت کا عوض درگزرِ بدی کا عوض نیکی ظلم کا  
عوض عدل و انصاف اسلامی تعلیم ہے اُسی طرح حالتِ ضعف و مجبوری میں جب کہ غیر مسلم قوم  
مسلمین پر مستولی ہو جائے تو تباہی و بربادی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر آئندہ بتدیر یک آمادہ ہو  
کے لئے ولا تلقوا ابایدیکم الی التھلکۃ اور الا من اکرا و قلبہ مطمئن بالایمانہ

اور اَلَا اِنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتَا اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اخذُوا حِذْرَكُمْ كَاِذَا رُشِدُوْا مَوْجُوْد  
ہے یعنی اپنے کو ہلاک نہ کرو ایمان والو اپنا بچاؤ کر لو جب دل تمہارا ایمان سے مطمئن ہے  
تو تمہارا وہ قول و فعل جس کے یہ جبر و اکراہ تم مرتکب ہوئے قابل مواخذہ نہیں۔

ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی خبیث النفس درگزر اور کریمانہ برتاؤ سے فساد و شر میں  
زیادہ سرگرم ہو گیا ہوتا ہے تو پھر قرآن کے اس تعلیم کی تعمیل کا موقع ہے ولجِدْ وَا  
فِيْكُمْ غِلْظَةٌ مِّمَّكَارٍ وَّيَدِيْنَ تَمَّ مِّنْ كِرَارِهِ پناں پائیں فاقتلوہم حیث وجدتمہم  
اُنھیں جان سے مار ڈالو جہاں کہیں بھی پاؤ والذین اذا اصابہم البغی هم منتصرون  
و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا یعنی جو لوگ ایسے ہیں کہ جب اُن پر بیجا زیادتی ہوتی ہے  
تو وہ اُس کا عوض لے لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ اُسی مقدار پر بُرائی خدا نے جائز فرمایا  
الحاصل آیت کریمہ انما ینہا کہ اللہ الخ میں جو موالات منع اور دیگر امور سے سکوت  
ہے یعنی نہ تو اُس کی اجازت ہی عطا فرمائی نہ اُس کے متعلق نہی صادر کی اُس کی وجہ تو نما  
حالت مسلم ہے اور ہر حالت کے لئے مستقل حکم فرقان حمید میں موجود ہے۔

اگرچہ مفسرین جریر کا نہی کو حدود و موالات حقیقی ہی میں منحصر رکھنا اور برواقساط کا  
اُس میں داخل نہ کرنا بجائے خود فقیر کے بیان کی تصدیق ہے لیکن بغرض مزید اطمینان ایشخ  
محمد عبیدہ مفتی مصر کی عبارت اُنھیں کی تفسیر سے نقل کرتا ہوں۔

ناظرین کرام کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایشخ محمد عبیدہ کی جلالت شان مصر میں یہ تہی  
کہ اُن کے ہم عصر علماء نے اُن کے سامنے ذانوسے تلمذ نہ کیا تھا فضلائے مصر اُستادالامام  
اور حکیم الامتہ کے لقب سے اُنھیں یاد کرتے تھے اور آج بھی اُستادالامام ہی لکھ کر اپنی تحریروں  
میں حسن عقیقت کا ثبوت دیتے ہیں مصریوں میں اس وقت آثار حیات علوہمت اور حریت کی



بد و جہد جو کچھ پائی جا رہی ہے اس کی داغ بیل اسی عالی دماغ کی زبردست تعلیم و تربیت نے رکھی تھی۔

اسی آیت سورہ ممتحنہ کے متعلق ایک بسیط و تفصیلی بحث کے بعد خاتمہ سخن پر بطور تفصیل یہ فرماتے ہیں۔

خص هذا النھی بتولیهم و  
ونصرهم لا یجاء ملتهم حسن  
معاملتهم بالبر والاحسان  
والعدل وهذا منتهی الحکم  
والسامح بل الفضل والکمال  
یہ نبی دوستی اور نصرت کفایت کے ساتھ خصوصاً یہ نہ کہ فعل  
جہیل اور جس معاملہ جو بر و احسان اور عدل کے ساتھ ہو یہ  
رب العزیز حق سبحانہ کی طرف سے انتہائے علم اور  
درگزر رہی بلکہ فضل و کمال ہے۔

آیت شریفہ لا یجد قوماً یؤمنون الخ کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ موادت کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ ہر طرح کے شکوک صاف ہو جاتے ہیں۔

فالموادۃ مشارکۃ فی الاعمال فان  
کانت شان من شؤن المؤمنین  
من حیث هم مؤمنون والکافرون  
من حیث هم کافرون فالمنوع منها  
ما یلکون فیہ فخذ لان لدینک و  
ایذا علاہ اوضاعہ لمصالحکم  
واما ما عد اذالک التجادۃ خیرھا  
من ضرورب المعاملات الدنیویۃ  
حاصل یہ کہ موادۃ اعمال میں باہم شریک ہو نیکانام  
ہو اگر یہ مشارکت اس شان کی ہو کہ مسلم اپنے اسلام سے  
اور کافر اپنے کفر سے باہم ممتاز ہو رہی ہیں مشارکت عمل  
نے کسی کے مذہب پر اپنا اثر نہیں ڈالا ہے تو اس حالت  
میں وہی مشارکت ممنوع ہوگی جس سے اسلام کی روٹ  
ہوتی ہو یا اہل اسلام کو اذیت پہنچتی ہو یا مسلمان کی  
کوئی مصلحت تباہ ہو رہی ہو لیکن جو مشارکت عمل اس  
سوا ہوگی جیسی تجارت وغیرہ تو یہ معاملات دنیویہ و اقسام



فلا تدخل في ذلك المني

لا عا ليست معاملة

في محادثة الله ورسوله

ای فی معادہ انھما و مقامہ

دینھما

سے ہر اس نفی میں وہ داخل نہیں اس لئے کہ اس

مساہلے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور عداوت

نہیں ہوتی ہے نہ اس سے دین کی بربادی ہر (الجزء)

الثالث من تفسیر الشیخ محمد عبدہ صفحہ ۲۷۸ و ۲۷۹

الشیخ محمد عبدہ کی دونوں عبارتوں کو پڑھو دیکھو کس قدر واضح اور صریح الفاظ میں  
فرما رہے ہیں کہ برہ عدل کے ساتھ اس نبی کا کوئی تعلق نہیں دوسری عبارت اس کی تفسیر  
کرتی ہے کہ موادہ جس طرح سے قلبی ہو کرتی ہے اسی طرح موادہ عملی بھی ہے موادہ قلبی  
کسی کافر سے قطعاً حرام ہے لیکن موادہ عملی سے اگر دین کا نقصان نہیں مثلاً تجارت وغیرہ  
تو وہ جائز و مشروع ہے اسی مضمون کو امام فخر الدین رازی نے معاشرۃ جمیلہ کہا ہے (دیکھو  
تفسیر کبیر کی عبارت منقولہ)

نزول کلام پاک کو تیرہ سو برس کا زمانہ ہو چکا اس تمام عہد میں مسئلہ موالات اُمتہِ محمدیہ  
سے ایسا نفی رہا کہ جب تک گاندھی نے چودھویں صدی میں اُسے نہ سمجھا یا اُس وقت تک  
کسی کے بھی سمجھ میں نہ آیا۔

اب معلوم ہوا کہ سورہ ممتحنہ کی آیۃ اصولی تقسیم ہے اب معلوم ہوا کہ جو کافر مسلمانوں سے  
قتال فی الدین نہ کرے اُس سے مومن کی موالات و محبت منطوق کلام ربانی ہے اب معلوم  
ہوا کہ برواقساط مراد موالات ہیں وغیر ذلک من الحقوق التي لا تخصي الله  
احفظنا من هذا الافتراء على الدين المبين بحجة سيد المرسلين وآله  
الطيبين الطاهرين

قرآن کریم نے یہودیوں کی یہودیوں سے اور نصاریوں کی نصاریوں سے موالات کی خبر دی ہے اور اسی جگہ مسلمانوں کو موالات یہود و نصاریٰ سے منع بھی فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى اولیاء بعضهم اولیاء بعض یہ آیت مع تفسیر کبیر مفسرین صفحات مابقی میں گزر چکی لیکن اسی کے ساتھ قرآن اس کی بھی خبر دیتا ہے کہ ایک فرقہ یہودی دوسرے فرقہ یہودی کا اور ایک گروہ نصاریٰ دوسرے گروہ نصاریٰ کا دشمن ہے اور پھر بنفس و دشمنی بھی کسی کہ قیامت تک مٹنے والی نہیں یہود کے متعلق ارشاد اور القیتا بینہم الحد اوتة والبغضاء الی یوم القیامة یعنی ہم نے یہودیوں کو آپس میں کینے اور عداوتیں ڈال دی ہیں جو قیامت تک نکلنے والی نہیں۔

نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے فاغربنا بینہم الحد اوتة والبغضاء الی یوم القیامة یعنی بنفس اور عداوت کی آگ باہم عیسائیوں میں ہم نے ایسی بھڑکائی ہے جو قیامت تک دہکتی اور لہکتی رہے گی۔

دونوں ارشادوں میں (یعنی یہود و نصاریٰ میں) باہم موالات بھی ہے اور بنفس و عداوت بھی اگر تطبیق و توفیق دیجائے تو منہی عمدہ موالات کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے جہاں بعضهم اولیاء بعض فرما کر موالات کی خبر دی ہے وہاں یہ مراد ہے کہ جو یہود و نصاریٰ کادین میں مخالف ہی اس کے مقابلہ پر یہ سب باہم متفق ہو جاتے ہیں ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا دوست اور حین و مددگار بن جاتا ہے لیکن جب غیر مذہب کا مقابلہ ہو تو آپس میں عداوت و بغض کی آگ ان میں ایسی شعلیں ہے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دینا چاہتا ہے۔ پس مسلمانوں کو ان کی دینی مدد اور دوستی سے حق سبائے نے منع فرمایا اور انہیں اپنے مسلمان بھائیوں سے موالات کا حکم دیا حکم اقال اللہ تعالیٰ والمؤمنون والمؤمنات

بعضہم اولیاء بعضہ

تمام اسماٹ کا خلاصہ یہ ہوا کہ

(۱) کافر کے ساتھ دلی دوستی اور قلبی محبت کفر ہے۔

(۲) دل میں کافر کی دوستی نہیں لیکن عمل دوستوں کے مانند وشل یہ حرام ہے۔

(۳) قلب محبت کفر و کفار سے پاک بلکہ نیاز لیکن کافر کے مذہبی اعمال میں عملاً شرکت

کی جائے یہ حرام ہے۔

(۴) کافر کے دین کی حمایت حرام ہے۔

(۵) کافر کی ایسی مدد کرنا جس سے دین اسلام کا یا مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے

(۶) کافر سے ایسی مدد لینا جس میں اپنے دین یا اپنے دینی بھائیوں کا نقصان ہوتا ہو

حرام ہے۔

(۷) مدارات فعل جمیل عمل معروف بر و احسان اور عدل و انصاف ہر حال میں جائز ہیں

بلکہ بعض کفار کے ساتھ اسن و انسب۔

(۸) دنیاوی کاروبار اور لین دین ہر کافر حربی اور غیر حربی سے جائز کسی وقت بھی

حرام نہیں۔

(۹) ان احکام میں کفار ہند اور کفار یورپ سب مساوی ہیں بجز اس کے کہ کفار اہل کتاب

کا کھانا کھانا اور نخل میں کتابیہ عورت کا لانا بموجب حکم قرآن پاک مباح و جائز ہے اس کے سوا

جملہ احکام شرعیہ کفار اہل کتاب و کفار غیر اہل کتاب دونوں کے لئے یکساں ہیں۔

ترک موالات کے متعلق جن آیات کا اقتباس مفتیان سیاسی نے اپنے فتاویٰ میں

کیا ہے اگر ان تمام آیات کا شان نزول اور مفسرین کی تحقیقات لکھوں تو بہت ضخیم کتاب ہو جائے

ہیں لہذا صرف چار آیات کے متعلق مفسرین کے اقوال لکھے گئے۔

دیگر آیات کا شان نزول اگر معلوم ہو اور پھر اُس آیت کے قبل اور بعد کو ملاحظہ کیا جائے  
وصف مطلب سمجھ میں آجاتا ہے کہ موالات یا قلبی محبت مراد ہی ایسی امانت و مستمانت  
یعنی مدد دینا یا مدد لینا (مراد ہے جس سے دین کا یا دینی بھائیوں کا نقصان نہ ہو یا مسلمانوں  
میں برحان مذہب کفار کی طرف پیدا ہونے کا احتمال ہو اس کے سوا جتنے تعلقات ہیں وہ  
سب جائز و مخصص ہیں منہی عنہ تعلقات ہر حال میں ممنوع و حرام ہیں۔

نہایت نیاز مندانه سوال ہے کہ شہزادہ مظلوم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و  
اول بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جب یزید لعین نے دشمنانہ و زندگی اور لحدانہ  
ظلم و ستم کا برتاؤ کیا تو کیا اُس وقت صحابہ و اول بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہی ترک کر  
کیا جسے تم پیش کر رہے ہو۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر جب انتہائی مظلومیت میں صحن مسجد الحرام میں شہید  
ہوئے اور ظالموں نے خانہ کعبہ پر سنگباری کی حرم کی حرمت بیت اللہ کی عظمت جو فرض قرآن  
سے ثابت ہے اُس کا ادب بھی دل سے اٹھا دیا تو کیا اُس وقت برگزیدہ جماعت تابعین  
اور صحابہ اُمت نے یہی کیا جسے تم دعوت حق کہہ کر مسلمانوں کے سامنے لاتے ہو آیہ شریفہ  
انما ینہما کہ اللہ الخ کے مصداق یزید لعین اور حجاج بن یوسف دونوں ہر طرح سے ہیں۔

دین کے بارے میں یہ لڑے اور پھر کس سے مقابل ہوئے جسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنا رُوح و ریحان فرمایا تھا خاندان نبوت اور آل ہاشم کو بے خانہاں انھوں نے کیا قرآن پا  
میں آیت کا یہ نہاں کہ اللہ عن الذین اور انما یہنا کہ اللہ عن الذین دونوں جگہ جو بجائے ہم  
ظاہر ہم موصول وارد ہوا ہے اُس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم کسی خاص گروہ و فرقہ



سے مخصوص نہیں جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کرے گا انھیں مکانوں سے نکالے گا یا ان کے دشمنوں کی مدد کرے گا اُس سے مسلمانوں کی موالات ممنوع و حرام ہے۔ اس میں کسی مذہب و ملت کی قید نہیں جیسا کہ پہلی آیت لایہذا کہ اللہ کے متعلق تعظیم کو بت و ضاحت کے ساتھ ابن جریر نے قبول کر بیان کر دیا ہے لیکن وہ حضرات جنھیں دین کا ستون کہا گیا ہو اُن کے عمل میں اس کا سرعہ نہیں ملتا جس کی تم تحریک کر رہے ہو۔

اں جو کچھ رازداران رموز شریعت نے کیا صفحات تاریخ پر وہ تاباں و روشن شاں ہیں ایک صدی بھی گزرنے نہ پائی جو خاندان نبوت میں سے خلفائے عباسیہ سریر آرائے مسند خلافت ہو گئے۔

تاتاریوں کے حملے نے جب بغداد تباہ کیا اور مسلمانوں کے صدیوں کا سرمایہ خصوصاً علمی خزانہ خوں و زخماں ہاتھوں نے وحشت و بربریت میں اگر برباد کر دیا خلیفۃ المسلمین کو بنیائے بیدہ و یرمی سے شہید کیا اور خود فاتحانہ و ملوکانہ حیثیت بغداد پر حکومت کرنے لگی اُس وقت مفتوح مسلمین نے تاتاریوں کے ساتھ کیا یہی طرز عمل اختیار کیا جس کی تم نشر و تبلیغ کر رہے ہو۔

واللہ شہد باللہ جو کچھ انھوں نے کیا آج اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامی سلطنت اس چودھویں صدی میں بھی آخری سانس بھرتی ہوئی نظر آرہی ہے مفتوح و مظلوم قوم نے کس خوبی و کمال سے فاتح کو مفتوح بنا لیا دنیا کی تاریخ میں یہ عجیب واقعہ ہے ایک قوم ملک فتح کرتی ہے لیکن مفتوح قوم اُس کا مذہب اُس کا اخلاق فتح کر کے فرق فاتح و مفتوح مٹا دیتی اگر اہل بغداد اُس وقت کسی کافر فرقہ کا دامن پکڑتے تو نہ معلوم کبھی کا سلطنت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔

توبیٰ و نذیرۃ للعلیٰ علیہ السلام  
اے پرستارِ ہندو کبھی یمن کی قوت و اسلامی اخلاق کی کشش بھی تم نہ دیکھی ہو

کبھی تم نے کلمہ توحید جس دل پر نقش ہو اُس کے نعرہ تکبیر کے زور و طاقت کا خیال بھی کیا  
 تمہاری مادی آنکھیں کفار کی جمعیت دیکھ کر سچا گئیں تمہارے مادی و مبالغہ کفار کی  
 ذوق فکر سے لرزاں و ترساں ہو گئے لیکن کیا تمہارے پاس کبھی کچھ ایمان کی بھی پونجی ہے؟  
 میری دلی دعا ہے کہ اس کا جواب تم اثبات میں دے سکو پھر میں تم سے یہ کہوں کہ ایمان کے  
 ذریعے توحید و خدا پرستی کے زور و قوت کا نظارہ کرو تو تمہیں اصلی شاہ راہ عمل معلوم ہو جائے  
 میری درد مندانہ گزارش تعصب ہٹ و صرمی سے یکسو ہو کر سنو اس وقت سیاسی مفیروں  
 نے لہامات گاندھی سے متاثر و مستغنیض ہو کر موالات کی جو تعریف بیان کی ہے اور جن چیزوں کو  
 صدق موالات قرار دیا ہے وہ محض القائے گاندھی کی تعمیل ہے اس کا نتیجہ حقیقی اسلامی مسرت  
 سے تعافل و بے پردائی ہے۔

حمد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک موالات کی یہ معنی کسی نے نہ سمجھے نہ  
 اپنی کتابوں میں لکھے تفاسیر سے سیر کن شواہد پیش کر چکا ہوں جو انکشاف حقیقت کے لئے بالکل  
 کافی ہیں لیکن اس خیال سے کہ قرآن پاک کی عملی تفسیر حیات طیبہ کبریٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم ہی بعض احادیث مشورہ جن سے ہر مسلمان صاحب ایمان کا کان آشنا ہے روایت کرتا  
 ہوں اسی کے ساتھ ائمہ مجتہدین یسینی فقہائے کرام کی کتب فقہ کا بھی حوالہ ہو گا مولیٰ تعالیٰ  
 غلام النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ اپنے پیغمبر کے اتباع کا رُف  
 حاصل کرے اور غلامی کفار سے نجات پائے۔

یہودیوں سے معاہدہ | مدینہ طیبہ جب دارالہجرت قرار پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے وہاں کے باشندگان یہود سے ایک عہد نامہ لکھ کر اسے واضح فرما دیا کہ مسلمانوں اور یہودیوں  
 میں کیسے تعلقات رہیں گے ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے مضمون عہد نامہ کو روایت کیا ہے۔

کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کتابا بین المہاجرین و الانصار  
 وادع فیہ یهود و عاہدہم  
 و اقربہم علی دینہم و اموالہم  
 شرط علیہم و اشترط لہم  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھی جس میں  
 مہاجرین و انصار کا یہودیوں کے ساتھ معاملہ صلح  
 منضبط کیا گیا اس تحریر میں اس کا وعدہ قرار تھا کہ یہودیوں  
 کے مذہب اور مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا بشرطیں ایسی ہیں  
 جس سے فریقین پر پابندی آتی تھی۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ شرط نہایت صفائی سے کی گئی و لا ینصر کا فعلی موہن یعنی  
 کسی کافر کی مسلمانوں کے مقابلہ اور ضرر رسانی پر مدد نہ کی جائے گی۔  
 اس سے معلوم ہوا کہ معاہدہ کی حقیقت موالات سے جدا لگانا ہے معاہدہ جائز اور  
 موالات حرام موالات حقیقی کا صاف لفظوں میں انکار موجود ہے۔

مشرکین کے صلح | صالح النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم للمشرکین یوم  
 الحدیبیۃ (رواہ البخاری)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے  
 روز مشرکین سے صلح فرمائی (بخاری شریف)

حدیث شریف میں وارد ہے الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما  
 او حرم حلالا یعنی مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے صلح کرنا جائز ہے مگر نہ ایسی صلح جو خدا کے  
 حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنادے۔ علماء سیاسی انصاف کریں کہ اگر وہ قوم ہندو سے معاہدہ  
 یا مصالحت کر رہے ہیں تو موالات کا انھیں کب حق حاصل ہو یا انھیں ہولی اور رام لیلیاں  
 شریک ہونے کی کماں اجازت کیا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینا چودھویں صدی کے  
 علماء سیاسی کو کسی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا ہے تو براہ کرم اسے پیش فرمائیں۔

اجارہ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 خیبر کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعطے خیر المیثقی علی ان  
 یملوھا ویرعھا و لھم شطرا  
 خیر منھا (رداء البخاری)

وہاں کے یہودیوں کو اس شرط پر عافیت کی کہ وہ جو زمین  
 برہمن حق محنت و کاشت کا پیداوار میں نصف حصہ ان کا  
 ہو گا (بخاری شریف)

رہن | لقد رهن النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم درعہ الہ  
 بالمدينة عند یھودین (رداء البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک  
 یہودی کے پاس اپنی نذرہ گردی رکھی اور اس سے  
 جو خرچہ ازواج مطہرات کے لئے لیا (بخاری شریف)

کافر کا کام انجام  
 دے کر اجرت لینا | جلی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم علی بنزیج للیھو دی  
 کل دلو بتمہ حتی اجتمع لہ  
 شی من تمر (الریاض)

تشریف رکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ یہودی کا  
 پانی کھینچنے لگے اس حساب سے کہ فی ڈول  
 ایک کھجور یاں تک کہ تھوڑی کھجوریں جمع  
 ہو گئیں۔

کافر کو نوکر رکھنا | استاجر رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم عبد اللہ بن اریقط الدولی و کان  
 کافرا (ابن خلدون و ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 عبد اللہ ابن اریقط کو نوکر رکھ لیا اور  
 وہ کافر تھا۔

کافر سے قرض لینا | وعن علی ان یھودیاً  
 کان یقال لہ فلان جبرکان لہ علی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم دنانیر فتقاضی النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم فقال لہ یا یھودی ما عندی مسا

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت  
 ہے کہ ایک یہودی جسے یہودیوں کا عالم  
 کہا جاتا تھا اس کی کچھ اشرافیاں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرا آتی تھیں اس نے



اعطيتك قال فاني لا اظلمك فقالوا يا  
رسول الله يهودى يحببك فقال رسول  
صلى الله عليه وسلم نعمنى ربى ان اظلم  
معا هذا وخيرة الخ (مشكوة)

تقاضا کیا آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس نقد نہیں جو تجھے دوں اس نے کہا کہ جب تک آپ ادا نہ فرمائیں گے میں آپ کو اٹھنے نہ دوں گا۔

معاهدہ اوحیدۃ الحق (مکتوبہ)  
 م صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ایک یہودی کی یہ مجال ہو کہ وہ آپ کو روک لے  
 آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا ہے کہ میں کسی پر ظلم نہ کروں خواہ وہ فریق  
 صحابہ ہو یا غیر صحابہ۔

کافر کا علاج | براء ملاحیہ لاسنہ ارمیل

کر نادویمینا

قد اصابني وجع احسبه قال يقال له الديك

فابعت الى بشى اداوى به فاسل اليه البنى

صلی اللہ علیہ وسلم بعثتہ من وامرہ ان لیستہ

(رومن الف)

برائے جس کا لقب طاعب الماسہ ہجریہ  
التاس مش کی کہ مجھے پیٹ کی بیماری نے  
تارکھا ہے جسے دیبلہ کہتے ہیں آپ کے  
پاس اگر کوئی دوا ہو تو بھیج دیجئے اپنے  
ایک مشکیزہ شہد کا اسے بھیج دیا اور حکم  
دیا کہ اسی سے اپنا علاج کر۔

وضع ہو کہ یہ اُس وقت ایسا سخت کافر شریر النفس تھا جس کے بھیجے ہوئے تحفہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر رد فرمایا کہ یہ تحفہ نہیں ہر مہمانت کی درخواست لیکن دو بھیجے سے انماض نہ فرمایا۔

وقدر هدیه الی براء ملا علی کاسنه براء ملا علی کاسنه کا پرہ اپنے روفرا دیا اور ارشاد ہوا

وقال اني نهيته عن زبد المشركين (قال كعب بن مالك) مشركين يعني مشركي يثرب الذين كانوا يثرون من زبد المشركين

صاحب روض الانفا) قوله عليه السلام  
هو صاحب روض الانفا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن زید المشرکین ولم یقل عن عتیق  
 یدل علی انما کره ملا ینتھم و مد ھنتھم  
 لان الزید مشتق من الزبد کما ان  
 المداھنة مشتقة من الدھن  
 علیہ وسلم نے زید مشرکین کو منع فرمایا اور یہ نفرمایا  
 کہ اُن کے ہر یہ لینے سے منع کیا گیا ہوں اس سے یہ  
 معلوم ہوا کہ آپ نے ہانت کو برا جانا اس کے لفظ  
 زبد مشتق ہے زبد یعنی مکہ سے ہیا کہ ہانت مشتق  
 ہے لفظ دھن یعنی روغن سے۔

ہر یہ دینا اور شرک سے | اھدی الی  
 ہر یہ طلب کرنا | ابی سفیان  
 عبجوة واستھدا ادا ما فاھدا  
 ابوسفیان وهو علی شرکھ  
 (روض الانف)  
 رسول پاک نے ابوسفیان کو ہر یہ طیبہ  
 کی بہترین کھجور عبجوة ہر یہ بھیجی اور اُس سے  
 مصالحہ یعنی نان خریدی ہر یہ طلب فرمایا  
 ابوسفیان نے مصالحہ بھیجا حالانکہ وہ اُس  
 تک مشرک تھے۔

کافر کا ہر یہ قبول کرنا | المقوقس حبنا  
 الاسکندریہ کتب بعثت الیک تجارتین  
 لھما مکان فی القبط عظیم وقد اھدیت  
 لک کسوة وبغلة ترکیھا ولم یزد علی  
 هذا ولم یقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہدیہ واخذ التجار بیتین ماریہ ام  
 ابراھیم بن رسول اللہ واختمھا شیرین  
 وبغلة بیضاء وہی دلدل وقال سول  
 اللہ فئن الحنیث بملکھ ولا بقاء لمملکھ  
 مقوقس شاہ اسکندریہ نے بجواب فرمان نبوی  
 جو خط لکھا اُس میں یہ بھی تھا کہ میں حضور کے لئے  
 کچھ کپڑا بھیجتا ہوں اور ایک سفید بغلہ اس پر  
 حضور ہی سوار ہوں اور دو جاریہ لیکن مقوقس  
 اسلام نہ لایا۔

تحفہ آپ نے قبول فرمایا بغلہ سفید و یا عہرب  
 میں نمایاں تھا اُس کا نام آپ نے دلدل رکھا جاوے  
 میں سے ایک کا نام ماریہ تھا جن کے بطن سے  
 سیدنا ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پیدا ہوئے۔

پیدا ہوئے تھے دو مہری کا نام شیریں تھا۔ لیکن  
اُس کے اسلام نہ لانے پر آپ نے فرمایا نجیث سلطنت کے  
خیال سے ایمان نہ لایا حالانکہ ملک و سلطنت اُس کا  
باقی رہنے والا نہیں ہے۔

**دوسری روایت** | ثمرہ قتل کتب  
کتا بآ و اسرسلہ مع دحیۃ یقول فیہ  
لبنی صلی اللہ علیہ وسلم انی مسلم  
ولکنی مغلوب علی امری

ہر قتل نے جواب لکھا حضرت دحیہ کے حوالہ  
کیا اُس میں یہ لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں لیکن  
رعایا سے مغلوب ہوں ایسا ان کا انظہار  
کر نہیں سکتا۔

و اسرسل الیہ بحدیۃ فلما قرأ البنی  
صلی اللہ علیہ وسلم کتابہ قال کذب  
عدوان اللہ لیس بمسلم بل هو علی  
نصرانیۃ و قبل ہدیۃ و قسمہا  
بین المسلمین (روض الانف)

جواب کے ساتھ کچھ تحفہ بھی بھیجا تھا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ملاحظہ فرما کر ارشاد  
فرمایا مذاکا دشمن جھوٹا ہے وہ مسلمان نہیں  
بلکہ وہ اپنے نصرانیۃ ہی پر جہاد یہ قبول فرمایا  
اور مسلمانوں میں اُسے تقسیم فرما دیا۔

مقوقس نے جو ہدیہ بھیجا تھا اُس میں ذات مبارک کی تخصیص کر دی تھی اس لئے  
اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم مسلمانوں پر نہ فرمایا لیکن ہر قتل نے تحفہ بھیجا اور  
اُس میں تخصیص نہ تھی اس لئے اُسے آپ نے تقسیم فرما دیا۔

کافر کا ہدیہ ایک قسم مالِ نیت میں سے ہے جو قریب مسائل فقہیہ سے واضح ہو گا۔

**تیسری روایت** | سرائی عمر حجلۃ سیدہ  
تباع فقال یا رسول اللہ اتبع ہذا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشمی فخطِ علہ  
بازار میں فروخت ہوتے دیکھ کر رسول اللہ

والبسها يوم الجمعة واذا  
 جاءك الوفود قال انما  
 يلبس هذه من اخلاقنا  
 له فاتي النبي صلى الله عليه  
 وسلم منها فارسل الىهم  
 بجملة فقال البسها وقد قلت  
 فيها ما قلت قال اني لم  
 اعطكها لتلبسها ولكن  
 لتبنيها وتكسوها فارسل  
 عمر الى اخ له من اهل مكة  
 قبل ان يسلم (رواه البخاري)

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ایک عدا اپنے لئے  
 خرید لیں جب کوئی وفد آئے یا عہد کا دن ہو تو اسے زیب تن  
 فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر ایسا لباس تو اس کے لئے  
 ہے جسے عالم آخرت میں کچھ حصہ اور نصیب نہیں۔ پھر کہیں  
 سے وہی طے خدمت اقدس میں تھکے ہوئے آپ کے انہیں  
 سے ایک عدا فاروق اعظم کے پاس بھیج دیا حضرت عمر نے  
 عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کپڑے کا میرے پاس کیا منہ  
 رہا جب کہ اس کے متعلق آپ نے ایسا ارشاد فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اس عرض سے تمہیں  
 نہیں دیا کہ تم اسے خود پہنو بلکہ یہ کہ تم اسے بیچ کر نفع حاصل کرو یا  
 دوسرے کسی کو اسے کہ احسان دیکر وہ عمر فاروق نے اپنے بھائی  
 کو جو مکہ میں تھے اور ہنوز ایمان نہ لائے تھے بھیج دیا۔

نفع مسلمین کے خیال سے  
 کافر کو مال دینا

غزوہ خندق میں جب کہ کفار نے ایک بہت بڑی جمعیت  
 سے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا تو اس وقت رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم نے کفار سے اس امر پر صلح فرمانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ مدینہ کے نخلستان کا ایک ثلث  
 بھل انہیں سالانہ دیا جائے گا صلح کی کتابت ہو گئی لیکن گواہی وغیرہ ہنوز باقی تھی آپ نے  
 سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ انصاری سے مشورہ طلب فرمایا ان انصاریوں نے عرض کیا  
 کہ یا رسول اللہ اگر یہ ایسا امر ہے کہ جسے آپ پسند فرماتے ہیں تو ہم راضی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ  
 نے حکم فرمایا ہے تو پھر تمہیں حکم الہی بسر و چشم اور اگر ہمارا نفع مقصود ہے تاکہ دشمنوں کے حملے سے



ہم محفوظ رہیں تو پھر انہیں ایک کجور بھی نہ دینا چاہیے حالت کفر میں ترکِ کفار مکہ ہم سے نہایت  
 نسل کے اور اب کہ اسلام ہم میں آیا اور ہمیں حضور کے وجود باوجود کی عزت و قوت حاصل  
 ہوئی وہ کجور کے عوض تلوار کی دھارا اور نیزے کی نوک البتہ ہم سے پاسکیں گے آپ نے یہ  
 جواب سن کر صلح نامہ چاک فرمادیا۔

صاحب الروض الانف اس واقعہ کو لکھ کر تحریر فرماتے ہیں -

وفيه من الفقه جواز اعطاء المال للعدو اذا كان فيه نظر المسلمين واحتياطاً لهم وقد ذكر ابو عبيد  
 هذا الخبر وانه امر معمول به وذكر  
 معاوية صالح ملك الروم عن الكف  
 عن ثغور الشام بمال دفعه اليه  
 قبل كان الف ديناراً

کافر کے ساتھ رفق | ان عائشہ  
 و مدارات | نروج البنی  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں  
 کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور  
 میں حاضر ہوئی اور زبان دبا کے السلام علیکم کی جگہ  
 السلام علیکم کہا یعنی تم پر موت آئے حضرت عائشہ  
 فرماتی ہیں کہ میں نے یہودیوں کی شرارت سمجھ لی  
 اور پردے کے پیچھے سے جواب دیا تمیں موت  
 آئے اور تم پر خدا کی لعنت ہو رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم معہلاً یاعائتہ  
 ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ  
 (رونی روایت) علیک بالرفق وایاک  
 والعنف والفتش (رواد البخاری)

مدارات کی | عن عائشۃ ان رجلاً  
 دوسری روایت | استاذن علی البنی  
 صلی اللہ علیہ وسلم فلما رآہ قال بیئس  
 اخو العشیرۃ وبیئس ابن العشیرۃ فلما  
 جلس تطلعت البنی صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی وجہہ وینبسط الیہ فلما انطلق الرجل  
 قالت لہ عائشۃ حین رایت الرجل قلت  
 کذا وکذا ثم تطلعت فی وجہہ وینبسط  
 الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یاعائتہ متی عاہد تبنی فحاشا ان تک  
 شر الناس عند اللہ منزلة یوم القیامۃ من  
 ترکہ الناس لقاء شریۃ (رواد البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے  
 ماضی کی اجازت طلب کی آپ نے اُسے ٹھیکر  
 فرمایا کہ اپنے خاندان کا بُرا شخص ہے لیکن جب  
 وہ حضوری میں حاضر ہو کر بیٹھا تو آپ خندہ رو  
 ہو کر اور کھل کر رہے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے  
 عرض کیا کہ یا رسول اللہ دیکھ کر تو آپ نے اُسے  
 ایسا فرمایا تھا پھر آپ خندہ رو کھل کر اس سے  
 ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس  
 عائشہ تم نے مجھے فحش گو کہ پایا بیشک خدا کے  
 نزدیک ایسا شخص بہت ہی بُرا ہے جسے لوگ  
 اُس کے فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔  
 (بخاری شریف)

کسی کی بُری حادث کو اس خیال سے اگر ظاہر کر دیا جائے کہ لوگ آگاہ ہو کر اُس کے  
 شر و بدی سے محفوظ رہیں تو یہ جائز ہی اسی غرض سے آپ نے ایک کلمہ فرمایا کہ اپنے قبیلہ  
 و خاندان میں یہ بُرا شخص ہے لیکن ملاقات و گفتگو میں انبساط و اخلاق سے یہ سبق امت کو

دیا گیا کہ عداوت برے کے ساتھ انتہا یہ کہ کافر کے ساتھ بھی کرنا چاہیے۔ اب  
نہائے کرام کی تحقیقات | ملاحظہ ہو جس سے معلوم ہو گا کہ وہ کون سے امور ہیں  
 جنہیں کافر کے ساتھ مومن کا عمل میں لانا جائز و مباح ہے۔

دشمن کے ملک | اذا خرج  
 میں بغرض تجارت جانا | للتجارة  
 الی ارض العدو و بامان فان كان  
 امره لا يخاف عليه منه و كانوا قوماً  
 يوفون بالعهد يعرفون بذلك و له  
 في ذلك منفعة فلا باس (محیط)

دار الحرب میں کس قسم کی بیع | اذا اراد  
 حیوان کی اجازت ہو | المسلم ان  
 يدخل حارس الحرب بامان للتجارة  
 لم يمنع ذلك منه و كذلك اذا اراد  
 حمل الامتعة اليهم في البحر في السفينة

لا يمنع من ادخال البغال والحمير  
 والثور والبعير (ہندیہ)

دار الحرب کے کس قسم اجناس | فان كان  
 کبچہ کی اجازت ہے | خزائن  
 ابریشم ادنیاء بارقا و امن القز فلا باس

اگر ریشمی کپڑے خزنیہ یا باریک کپڑے قز کے  
 یہ جائز ہے تو سمجھہ حرج نہیں اسی طرح دعوات  
 کی قسم میں سے صوف و شبہ دار الحرب میں بیجا کر

بادخالها اليهم ولا باس بادخال الصفرة الشبه  
 اليهم لان هذا لا يستعمل السلاح (ہندیہ) بیچنا ممنوع نہیں کیوں کہ ان معدنی  
 گھوڑا اور ہتیار دار الحرب | قال محمد لا اشیاء کا استعمال ہتیار کے لئے نہیں ہوتا  
 میں لیجانا منع ہے | باس بان جمل امام محمد نے فرمایا کہ بغرض تجارت مسلم  
 المسلم الى اهل الحرب ما شاء الا الكراع جو چاہے لا دکر اہل حرب کے ملک میں لیجائے  
 والسلاح (ہندیہ) لیکن گھوڑا اور ہتیار نہیں (ہندیہ)

دشمن کو ہدیہ بھیجنا | لو ان سكرامن اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا  
 المسلمین دخلوا دار الحرب فاهدی پھر امیر لشکر نے دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ  
 امیرهم الى ملك العدو وهدية فلا باس تحفہ بھیجا تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح  
 به وكذا لك لو ان اميرا لتغور اهدى مسلمانوں کے امیر سرحد نے دشمنوں کے بادشاہ  
 الى ملك العدو وهدية واهدی پاس ہدیہ بھیجا یا دشمنوں کے بادشاہ نے مسلمانوں  
 ملك العدو واليه هدية (محیط) امیر سرحد پاس ہدیہ بھیجا تو کوئی حرج نہیں۔

دشمن کا ہدیہ مرسل الیہ کس | قال محمد ما امام محمد نے فرمایا کہ دشمن کے بادشاہ  
 حال میں تقسیم کر لیا اور کس حال نے سردار لشکر مسلمین کے پاس یا امام اکبر کے  
 میں اس کا خاص ہوگا | يبعثه ملك پاس ہدیہ بھیجا وراں مالیک لشکر مراد تو اس کے  
 الهدية الى امير جيش المسلمين او الى قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں مسلمانوں کے لئے  
 الامام الاكبر وهو مع الجيش فانه لا یہ ہدیہ حکم میں مال غنیمت کے ہے۔ اسی طرح  
 باس بقیوں لھا و یصیر فی المسلمین كذا لك جائز ہے جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی  
 اذا اهدى ملكهم الى قائد من قوائد فوجی انہر کے پاس ہدیہ بھیجے وراں مالیک



المسلمین له منعة  
 وکان احدى الی  
 واحد من کبار المسلمین  
 لیس له منعة یختص  
 قوت مانہ فوجی اُس کے ساتھ ہو اس لئے کہ یہ ہر یہ مسلح  
 کے حق میں حکم مال ضیعت کا رکھتا ہے اور اگر مسلمان کے کسی  
 بڑے کے پاس بھیجا جس کے ساتھ قوت مانہ نہیں تو یہ ہر یہ  
 اُس بڑے کا ذاتی ہو گا اور خاص اُسی کا ہو گا۔

ہو بھا (میل)

کافر کا نوکر رکھنا | من ارسل ابیہا  
 لہ جو سیتا او خادما فاشتری لہما  
 فقال اشتریتہ من یهودی او نصرانی  
 او مسلم و سعه اکلہ (ہایہ)  
 کسی نے اپنے مجوسی نوکر یا خادم کو بیچا  
 اُس نے گوشت خریدا اور یہ کہا کہ میں نے یہودی  
 یا نصرانی یا مسلم سے خریدا ہے تو مسلمان کو سبھانین  
 اُس گوشت کے کھالینے کی ہے۔

واضح ہو کہ مجوسی و دیگر اہل کفار (سوائے کفار اہل کتاب) کسی کا قتل کیا ہو یا جابر  
 مسلمان کو کھانا جائز نہیں۔ اہل کتاب خدا کا نام لے کر ذبح کرتے تھے شریعت نے ان کا  
 ذبیحہ حلال کیا لیکن اہل نصرانی ذبح نہیں کرتے لہذا ان کا کھانا حرام ہے۔

کافر کی نوکری کرنا | مسلم ابو رفسہ  
 من مجوسی لا یامس بہ (فتاویٰ امام طاہر بخاری)  
 کسی مسلمان نے مجوسی کی مزدوری کی  
 تو کچھ حرج نہیں۔

کافر کو امور کفار کے  
 لئے مقرر کرنا  
 الکافر یجوز  
 تقلیدہ

القضاء لیحکم بین اهل الذمة ذکرہ  
 زیلعی فی التحکم (دہخستار)  
 فیصلہ کرے تو یہ جائز ہے امام زیلعی نے  
 تحکم میں اس مسئلہ کا ذکر فرمایا ہے۔

مفتیان سیاسی کی خیانت | یہ مسئلہ بار بار زبان قلم پر آچکا کہ موالات کے سیاسی

مفتیوں نے دو ترجمے کئے ہیں ایک محبت و دوستی اور دوسرا مناصرۃ (یعنی مدد دینا یا مدد لینا)  
مفتیان سیاسی مناصرۃ سے مطلق مدد دینا یا لینا ارادہ کرتے ہیں تاکہ ناک اپرین  
کے حدود دائرۃ شریعت میں آجائیں اور یہی اُن کی خیانت ہے۔

موالات جب مناصرۃ کے معنی میں لیا جائے گا تو وہاں نصرة علی المؤمنین مراد ہوگا  
یعنی ایسی مدد جس سے مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو یا نصرة الکفر مراد یہ یعنی کفر کی مدد۔  
معاشرتی تمدنی اور اخلاقی امور میں مناصرۃ ہرگز ہرگز ممنوع نہیں۔

مفتیان سیاسی کی فریب دہی | لیڈروں کو اس وقت کفار ہند سے موالات حقیقی چوں کہ مرکز  
خاطر ہے اس لئے سیاسی مفتیوں نے یہ فریب آمیز مفالط پیش  
کیا کہ عدم موالات یا عدم و داد کا حکم عام کفار سے متعلق نہیں بلکہ یہ حکم انہیں کفار سے  
مخصوص ہے جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کریں یا انہیں اُن کے مکانوں سے نکالیں یا  
اُن کے اخراج پر دشمنان اسلام کی مدد کریں اس فریب کی بہت اچھی طرح قلعی کھولی جا چکی  
روزرشن کی طرح یہ ثابت کر دیا گیا کہ آیات التیہ پکار پکار کر یہ حکم دے رہی ہیں کہ مطلقاً  
کفار سے موالات اور و داد حرام ہے منہی عنہ ہر کوئی مفسر کوئی مجتہد نسخ اطلاق کا قائل  
نہیں موالات کے معنی شرعی بیان کرنے کے بعد تفاسیر مفسرین سے شہادت بھی گزر چکی  
اب اعاذیت و سیر و نیز کتب نفعہ سے روایات صحیحہ معتبرہ نقل کر دی گئیں ہر شخص بجائے  
خود فیصلہ کر لے کہ موالات یا مناصرۃ کے اگر یہ معنی ہو مفتیان سیاسی اختراع کر رہے ہیں  
لئے جائیں تو ننو ذبا للہ ثم ننو ذبا للہ یہ لازم آتا ہے کہ خود صاحب وحی و کتاب شائع علیہ السلام  
سے کفار سے یہود سے بطرز گونا گوں موالات پیدا کی کبریت کلمۃ تخرج من افواہ  
ان یقولون الا کذباً۔

قرنہ ان اسلام دین کی غیرت مذہب کی حمایت و دشمنان ایمان کی عداوت کلام شہ  
کا فہم کیا تباری ہی قیمت کے لئے روز ازل سے امانت تھا موالات کے اگر یہ معنی ہوتے  
جسے تم بیان کر رہے ہو مناصرہ کا اگر یہ مفہوم ہوتا جسے تم سمجھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے وہ  
وجود مقدس جس کا آستانہ بطن جبریل تھا اس علم کی تمیل کر کے علیٰ منوۃ اُمت مرحومہ کے لئے  
چھوڑ جانا۔

غزوہ خندق کی روایت پڑھو مدینہ طیبہ پر انھیں کفار نے ہجوم کیا تھا جنہوں نے  
مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکاؤں سے نکالا تھا دشمنان اسلام کی مدد کی تھی لیکن دیکھو انھیں  
مدینہ کا ایک ٹکڑے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح فرمانا چاہتے ہیں اور اسے کافر  
کی اعدائیں خیال فرماتے اگر تم ہوتے تو سورہ بختہ کی آیت تلاوت کر کے معنی موالات  
سمجھا دیتے۔

تمہارے فتوے کی رو سے دار الحرب میں ہال لیجانا کفار کی مدد ہی کافرو  
ہیہ دینا کفار کی مدد ہی کافر ہے ہیہ لینا کفار کی مدد ہے خاص کر جب کہ حالت جنگ ہو  
اُس وقت تو تمہارے فتوے کی بلند آہنگی کا کیا کتنا۔

لیکن اے شریعت اسلام سے بیگانہ محض مفتی احمدیث صحیحہ اور مسائل فقہیہ تو یہ بتاتے  
ہیں کہ یہ سارے امور بنفس نفیس حضور پر نور ہادی سُبُل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے  
برکت کفریہ موالات و عداوت فرق واد و معاشرت جمیل واضح فرما دیا۔

دشمن کا ملک ہی عساکر اسلامیہ دار الحرب میں خیمہ زن ہیں یہ سالار اسلام دشمن کے  
بادشاہ کو یہ بھیجتا ہی شریعت بازت دیتی ہی دشمن کا بادشاہ یہ سالار اسلام کو یہ بھیجتا ہی شریعت قبول  
کرنے کی اجازت دیتی ہی پھر ان کو کلام شہادت صلی اللہ علیہ وسلم دین جابر بن ابی اسود و عویس صدی کا مفتی تاحی بن

ناجائز بلکہ حرام قطعی کئے کا حق رکھتا ہے جو اُسے جائز سمجھے اُسے وہ دائرہ ایمان اسلام سے خارج کر رکھتا ہے۔ اللھم انا نجعلک فی غورھم و نفوذ جاک من شرورھم کفار کا عمل بائیکاٹ | ایضاً حق جس تثبیت کا خواہاں تھا بعونہ تعالیٰ اُس سے قاضی ہو چکا ہوں لیکن بایں خیال کہ تادریب میں سائید چند مشہورہ مقبرہ روایتیں نقل کرتا ہوں تاکہ نان کو آپریشن نے جو موالات کی عبا پنکر مجبر مسجد تک اپنے کو پہنچا یا ہے اُس کے اس پیرہن معصوب و مسروق کا کوئی تاجسم کفر پر باقی نہ رہ جائے۔

روایت اول | بائیکاٹ جس کا ترجمہ لیڈروں نے عدم تعاون و مقاطعہ کیا ہے اس کی تحریک آغاز عہد اسلام میں کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی غرض سے کی تھی۔

دارالندوہ میں بائیکاٹ | دارالندوہ میں کفار مکہ جمع ہوئے اور ایک عہد نامہ لکھا حاضرین کے دستخط سے اُس کی توثیق کی گئی مضمون اس کا یہ تھا۔

لا ینکھوا الیھم ولا ینکھوھم ولا ینکھوھم (ابن ہشام) بنیمبرہ اور ان کے ساتھ بنی ہاشم کی نہ چیزیں شینا ولا ینبتا عوامنھم (ابن ہشام) خریدیں گے نہ ان کے ہاتھ کسی قسم کی چیزیں ہوں گے ہمارے شادی بیاہ ان کے یہاں نہ ہوں گے نہ ان کے شادی بیاہ ہمارے یہاں ہوں گے یہ ہر خاموش مقابلہ اور مقاومت مجہول جسے کفار مکہ نے ایجاد کیا۔

ایک روایت کی رو سے تین برس اور دوسری روایت کی رو سے دو برس تک کفار مکہ اس عہد نامہ پر سختی سے مصر رہے شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مصر میں تشریف فرما رہے اس مقابلہ نے آل ہاشم کو سخت تکلیف پہنچائی آخر آپ نے



حضرت ابوطالب کی وساطت سے انھیں ہدایت کا پیام بھیجا کہ تمہارے عہد نامہ کو ویک  
نے پاٹ لیا اس میں سے صرف اسم ذات اللہ باقی رہ گیا ہے یہ آپ کا معجزہ تھا بعد تصدیق  
اس خبر کے عہد نامہ فتح ہوا اور خاندانِ ہاشم نے اس بندش سے راحت پائی۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر لین دین اور کاروبار دنیاوی میں کفار سے  
مدد لینا حرام دینی حنہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہزار چند زیادہ تکلیف برد  
فرماتے لیکن عاशा و کلابھی کفار کو اس بندش کے ٹوٹنے کی ہدایت فرماتے۔

یہ جیلہ نہ پیدا کیا جائے کہ اُس وقت تک عدم موالات کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی  
وہ سب آیتیں جن میں موالات کفار سے منی وارد ہے مدنی سورتوں میں ہیں اس حیلہ کی  
یوں گنجائش نہیں کہ مہانت جس کا رتبہ موالات سے کہیں کم ہی قیام مکہ میں ممنوع ہو چکا  
تھا جس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ معاشرت دنیاوی میں لین دین موالات تو کجا بدعت  
بھی نہیں۔

یہ امر مخفی نہیں کہ کفار نے سو سو طرح سے چاہا کہ کچھ بھی دین کے باب میں حضور زری  
فرمائیں کم از کم ہمارے معبودوں کو باطل نہ فرمائیں لیکن وہ مجسمہ حق و صداقت ہے  
اپنے رب کے جناب سے یہ حکم ملا تھا کہ فاصدع بما توہروا عرض عن المشرکین یعنی  
جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اُسے کہول کہو نچاؤ اور مشرکین کی پروا نہ کرو اُس کی بارگاہ  
سے ہمیشہ کفار کے کانوں میں بھی صدا پہنچتی رہی انتم وما تعبدون حصب جہنم یعنی  
تم اور تمہارے معبود سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

آیت کریمہ ودوا لوقدھن فیدھنوں کی ہی یعنی کفار تو دل سے چاہتے ہیں کہ  
اگر تم کچھ ملایم ٹپو تو وہ بھی ملایم ہو جائیں اس آیت شریفہ میں انتہائے بلاغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ



میں اپنی فوجوں کو آراستہ کرتا رہا اور پھر حکم الہی مجاہدین فی سبیل اللہ کی شمشیر و سنان کو جنبش دیتا ہے تو اس کی ہر حرکت کس طرح دائرہ حکم الہی میں گردش کرتی رہی۔  
خوابش نفس ہیجان غضب شدت کینہ خیرگی جو اس اور غیر متعادل جوش ان کا نام  
و نشان بھی نہیں ہوتا۔

مجاہد کا ہاتھ تخت امر الہی اس انجن کے مانند ہے جسے اُس کا سائق ایسی قوت  
و مهارت سے چلا رہا ہو کہ بال برابر بھی ریل کی پٹری سے وہ اترنے نہیں پاتا انجن اگر  
ریل سے اتر جائے تو ہزاروں جانوں کا خون ہو جائے اسی طرح مجاہد فی سبیل اللہ اگر راجت  
سے راہ ہو این حرکت کر جائے تو لیلیست اخلاص کا خون ہو جائے۔

واقعہ بدر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ وہی کفار مکہ ہیں جنہوں نے رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں با انواع مختلفہ پہنچائی ہیں تیرہ برس پغمبر اور اُس  
کے متبعین مسلمین پر کفار مکہ نے ستم و جفا کی مشاقتی کی ہے ہجرت کے بعد بھی جس کے ایمان  
و اسلام کا وہ پتہ پاگئے ہیں اُس کی ہستی تہ و بالا کر ڈالی رہی۔

آج انھیں کفار نے ایک بہت بڑی تعداد میں فوج و اسلحہ سے مسلح ہو کر مدینہ پر فوج کشی  
کی ہے اور اللہ کا حبیب تین سو تیرہ بے سر و سامان مسلمانوں کو لے کر اُن کی مدافعت پر رد  
ہوا ہر کے مقام پر حق و باطل کا مقابلہ ہوتا رہی قادر مطلق مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل فتح عطا فرماتا رہی ستر کافر مومنین کے ہاتھوں سے جہنم واصل ہوئے  
ستر کافر مومنین کے ہاتھوں میں قید و گرفتار ہوئے۔

اب سورہ ممتحنہ کی آیت پھر تلاوت کر لیجئے تاکہ واقعات مابعد کے سمجھنے میں اس  
آیت کی تفسیر آپ کو فصل رسول سے معلوم ہو سکے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ  
يَقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ  
مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا  
إِلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا  
يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ  
فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ  
وَذَآهَرُوا عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ  
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاولِ عِلَّهُمُ  
الظَّالِمُونَ ۝

اللہ ان لوگوں کے متعلق جو دین کے معاملہ میں  
تم سے نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تم کو تمنا سے  
گھروں سے نکالا اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے  
ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو بلاشبہ اللہ  
انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ  
اُن لوگوں کی دوستی سے روکتا ہے جو تم سے دین  
کے معاملہ میں لڑے اور تم کو تمنا سے گھروں سے  
نکالا اور تمہارے نکلنے میں امداد پہنچائی اور  
جو ان سے دوستی رکھیں وہی ظالم ہیں۔

یہ دو آیتیں ہیں پہلی آیت لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ سے شروع ہوئی ہے اور دوسری آیت  
كَانَ مَنَافِقًا كَمَا اللَّهُ سے آغاز ہے۔ لیکن اسے اجمعی طرح دیکھلو کہ پہلی آیت میں جس چیز کی اجازت  
ہے یعنی برادقسا جس کا ترجمہ بھلائی اور منصفانہ سلوک کیا گیا ہے دوسری آیت میں اس  
منع نہیں فرمایا ہاں دوسری آیت میں جس سے منع فرمایا ہے یعنی ولا جس کا ترجمہ دوستی اور مدد  
کیا گیا ہے اُس کی اجازت پہلی آیت میں عطا نہیں فرمائی۔ آیت پڑھو اور ترجمہ سے مطابقت  
دیتے جاؤ یہ ترجمہ بعینہ تمنا سے شیخ الہند مفروض کے فتوے سے نقل کیا گیا ہے اس طرح  
اجازت اور نہی کیوں وارد ہوئی اس کی تفصیل صفحات مابین میں گزر چکی اجازت اور نہی کی  
میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے لیکن جب کہ اجازت پر ترغیب بھی دلائی جائے تو اب فسق  
بت ہی اعلیٰ اور نمایاں ہو گیا اسی کے ساتھ اس قدر اور سمجھ لیجئے کہ دونوں آیتوں میں  
دونوں حکم تمیز کے ساتھ ہیں کسی فرقہ کی تخصیص ان دو آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی



نہیں کی گئی افعال و اعمال پر حکم جو از روئے صادر ہوا ہے نہ کہ ملت و مذہب پر اب حکم  
عدم مواتات کا مستصفا کر لیجے۔

پس اہل علم کا یہخذ المؤمنون الکافرین اولیاء یعنی مومنین اپنا دوست یا مددگار  
کا فرق نہ بنائیں۔

دوسرا حکم یا یہا الذین آمنوا لا یخذ الظالمین والیاء یعنی اولیاء یعنی  
ایمان والوں کو اور انصاری کو اپنا دوست نہ دگارتے بناؤ۔

ان دونوں آیتوں میں علت عدم مواتات ان گروہوں کا کافر ہونا ہے مسلمانوں  
کے ساتھ پیروان ادیان باطلہ کا کیسا ہی برتاؤ کیوں نہ ہو لیکن محض اس وجہ سے کہ وہ کافر  
ہیں مواتات مومن سے محروم رہیں گے۔

تیسرا حکم انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من  
دیارکم و ظاہروا علی اخرجوکم ان تولوهم و من یتولهم فاولئک  
عصاة الظالمین۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کی دوستی اور امداد کرنے سے منع فرماتا  
ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے مقاتلہ کیا اور تمہارے گھروں سے تم کو نکالا اور  
تمہارے دشمنوں کی تمہارے اخراج پر مدد کی اور جو کوئی تم میں ان ظالموں سے دوستی  
کے یا ان کی مدد کرے تو وہی ظالم ہے۔

اس آیت میں عدم مواتات کی علت افعال و اعمال شیعہ ظلم و ستم کو قرار دیا ہے  
ان افعال خبیثہ کا جو بھی مرتکب ہو گا اس سے مسلمانوں کو ترک مواتات کرنا ضروری ہے  
خواہ وہ نصرانی ہو یا یہودی ہو یا کافر یا شرک ہو یا مدعی اسلام ہو۔

ان تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے واقعات پہر کی طرف نظر ڈالئے۔

## کافروں کے ساتھ وقار و انصاف

جماعت کفار میں ایک کافر ہے جس کا نام ابوالبحری ہے اس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اگر میدان جنگ میں اس کا مقابلہ ہو جائے تو مسلمان اسے قتل نہ کریں بلکہ زندہ میرے حضور میں حاضر کیا جائے صحابہ عرض کرتے ہیں کہ ہمس کی جات بخشی آپ نے کیوں فرمائی ارشاد ہوتا ہے کہ قیام مکہ میں اس نے اپنے ہاتھ اور زبان سے مجھے تکلیف نہیں پہنچائی تھی آج اُس کا عوض یہ ہے کہ اُس کی جان بخشی گئی ابوالبحری کا مقابلہ ہوتا ہے صحابہ اُسے امان دیتے ہیں لیکن وہ اپنے ساتھی کی بھی امان طلب کرتا ہے اُس کے متعلق اجازت نہ تھی صحابہ غدر کرتے ہیں ابوالبحری لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخر کار مارا جاتا ہے صحابہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں فقال والذی بعثک بالحق لقد محمدت علیہ ان یتأسر فأتیک آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اُس کے قید کرنے کی بہ قابلی الا ان یقاتلنی فقاتلته بہت کوشش کی لیکن اُس نے انکار کیا اور مرنے لگا فقتلته ۱

پر آمادہ ہو گیا پھر میں بھی مقابلہ پر اُس کے تیار ہوا اور آخر میں نے اُسے قتل کر دیا۔

## دوسری روایت

سہیل بن عمرو ایک کافر بدر کے روز گرفتار ہوا یہ شخص بلا کا مقرر تھا مخالفت اسلام پر مجامع کفار میں پر زور تقریریں کیا کرتا تھا فاروق اعظم اس کی منزل کے متعلق ایک تحریک پیش فرماتے ہیں رحمۃ للعالمین اُسے نامعلوم فرماتے ہیں اور جواب میں اس کا ارشاد ہوتا ہے جو عدل و انصاف کی ایک بے نظیر مثال ہے۔

انعم من الخطاب رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قال لمرسول اللہ صلی اللہ علیہ اجازت ہو تو سہیل بن عمرو کے لگے دودھ انت

وسلم یا رسول اللہ یعنی انزع ثنیتی  
 سہیل بن عمرو ویداع لسانہ فلا یقوم  
 علیک خطیباً فی موطن ابدال  
 فقال رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم لا امثل بہ فیمثل اللہ  
 بی وان کنت نبیاً

اٹھارہ اوس کی زبان باہر  
 نکل پڑے گی تو آپ کے خلاف تقریر  
 کرنے پر کھڑا نہ ہوا کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 میں اسے مثلہ بناؤں گا پھر تو مجھے بھی  
 اللہ مثلہ بنا دے گا کہ میں نبی ہوں۔

**تیسری روایت** | ان دونوں سے زیادہ واضح اور لائحہ وہ سلوک پیغمبر ہے جس کی  
 رعایت کافر قیدیوں کے ساتھ کی گئی خوب یاد رہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آج جو  
 گرفتاریں کل تک انھیں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکانوں سے نکالا تھا قیدی ہیں  
 کافر ہیں ظالم ہیں دشمن جانی ہیں لیکن خدا کا برگزیدہ رسول انھیں حالت اسیری میں  
 دیکھ کر اپنے یاروں کو حکم دیتا ہے  
 استوصوکم بالاساری خیراً قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنی کی میں تمھیں وصیت کرتا ہوں  
 اس وصیت رسول کی صحابہ نے کیوں کر تعمیل فرمائی اُسے قیدیوں کی زبان  
 سے سنئے۔

فکانوا اذا قدموا غداہم  
 او غناہم خصرونی بالغنہ  
 اكلوا التمر لوصیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم ایاہم

قیدیوں کا بیان ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں  
 جب ان کا کھانا یا رات کا کھانا آتا تو روٹی ہمیں دیتے اور  
 کھجور خود کھاتے یہ ایثار و خاطر داشت یوں تھی کہ انھیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔

**چوتھی روایت** | فکان فداہم لشرکین بدر کے روز مشرکین کا فدیہ کم از کم فی

وَمِنْ ذَٰلِكَ أَلَّا فِ دَرْهَمٍ  
بِالرَّجُلِ إِلَى الْفِ دَرْهَمٍ أَلَا مِنْ رَاشِيٍّ  
لَهُ فَمِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
چوتھی روایت کی | ابوہریرہ عمرہ  
مزیہ تفصیل بن عبد اللہ  
كَانَ مُحْتَاجًا ذَابَنَاتٍ فَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
لَقَدْ عَرَفْتُ مَالِي مِنْ مَالٍ وَانِي لَذِي  
حَاجَةٍ وَذَوْ عِيَالٍ فَأَمِنْ عَلَى مَنْ  
عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَاخْذُ عَلَيْهِ أَنْ لَا يُظَاهَرُهُ  
كَافِرٌ كَوْعَلْمُ تَبَانَا | فَمِنْ لَهُ  
يَكُنْ عِنْدَ شَيْءٍ أَمْرًا يَعْلَمُ  
عِلْمَانِ الْأَنْصَارِ الْكِتَابُ  
اقساط کی کھلی مثال | ملا کانت

اساری بدر مکان فیہم العباس  
عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فہر النبی صلی اللہ علیہ لیلۃ فقال  
لہ بعض اصحابہ ما امہرک یا بنی اللہ

مشرک چار سو درہم اور زیادہ سے زیادہ ہزار  
درہم تھا لیکن جس مشرک کے پاس کچھ نہ تھا  
اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا۔  
قیدیوں میں ابوہریرہ عمرہ بن عبد اللہ ثبت ہی  
مقتل شخص تھا اور اس کے کئی لڑکیاں تھیں  
اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود جانتے ہیں  
کہ میرے پاس مال نہیں اور میں ایک مرد محتاج اور  
عیال دار ہوں مجھ پر منت رکھئے اور کم فرمائیے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر احسان فرمایا  
اور یہ قول لے کر کہ پھر کافروں کی مدد نہ کرنا آگیا  
چھوڑ دیا۔

جن قیدیوں کے پاس کچھ نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے ان کا  
فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ اطفال انصار کو لکھنا سکھائیں جب  
انھیں لکھنا آجائے تو یہ قید سے آزاد دیں۔

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے چچا حضرت عباس بھی تھے قیدیوں کی مشکلیں  
باندھ دی گئی تھیں حضرت عباس کے راسے لگے  
بغل میں قیدیوں کے پیٹہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا تھا حضرت عباس کے راسے سے



فقال این العباس فقام رجل  
 فارخی من وثاقه فقال رسول الله  
 صلی الله علیه وسلم مالی الا اسمع  
 این العباس فقال رجل  
 من القوم انی ارضیت من وثاقه  
 شیئا قال فافعل ذلک بالاساری  
 کلهم

آپ بے کس ہو گئے آنکھوں سے نیند اڑ گئی  
 بعض صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ نبی  
 کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا عباس کی کراہ  
 یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صحابی اُٹھے اور  
 حضرت عباس کے بند ڈھیلے کر دیئے تھوڑی  
 دیر بعد آپ نے پوچھا کہ عباس کے کراہ کی آواز کیوں  
 نہیں سنتا ہوں حاضرین میں سے ایک نے عرض  
 کیا کہ میں نے اُن کی بندش ڈھیلی کر دی ہے  
 آپ نے فرمایا کہ ساری قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دی جائے  
 اے مضیان شریعت گاندھی ان واقعات کو پڑھو اور ہمیں بتاؤ کہ قیدیوں کے  
 ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا یہ احسان و انصاف ہے یا بدی اور ظلم۔ اگر یہ واقعات مترتّم  
 رحمت شفقت عدل اور انصاف بتاتے ہیں تو پھر تمہارا یہ کہنا کہ سورہ ممتحنہ کی آیت ایک  
 اصولی تقسیم ہے کس قدر لغو اور باطل ہے۔ یا یہ کہو کہ یہ احسان و انصاف اُن لوگوں کے  
 ساتھ ہوا جو اقسام ثلاثہ ظلم میں سے ایک کے بھی مرتکب نہ تھے نہ تو انہوں نے مسلمانوں کو  
 قتل کیا تھا نہ مکانوں سے نکالا تھا نہ اُن کے دشمنوں کی مدد کی تھی تو آفتاب پر خاک  
 و الثاب ہے یا یہ کہو کہ یہ موالات و مہانت ہے اگر تمہارے نزدیک یہ موالات ہے یا  
 مہانت تو تمہیں تمہارا فتویٰ مبارک ہو ہیں اُسوۂ حسنہ رسول کی تعمیل کرنے دو تمہیں  
 اپنے پیشوا کی تعلیم اور اُس کی تعمیل اذیب ہو یوم فدا عواکل اناس جا ماہم کا  
 جس دُرُخو رہو گا تم گاندھی کے ساتھ ہو گے اور مسلمین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کے وار احمد کے نیچے ہوں گے۔

فتح مکہ کے نظیر سورۃ فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی ہو لہذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا اُس وقت اُنھی کفار کے ساتھ جنہوں نے تیرہ برس تک مسلمانوں پر ظلم و ستم کی مشاقت کی تھی جن کی شرارتوں نے مسلمانوں کو بے خانہوار بنا کر ہجرت پر مجبور کیا تھا جن کے پیہم ملکوں نے مدینہ طیبہ میں بھی راحت و سکون سے بیٹھنے نہ دیا تھا اب کہ مکہ فتح ہوتا ہوا اور کفر کے سارے گھمنڈ خاکِ مذلت میں فنا ہو رہے ہیں رسول کا برتاؤ ایسے فریقِ محارب جنگجو جفا کار کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

روایات معتبرہ ہیں یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ کا نقیب مکہ کی ہر گلی کو پہنچ رہا تھا کہ

من دخل دار ابی سفیان فهو  
امن ومن اخل علیہ بایہ فهو  
امن ومن دخل المسجد فهو امن  
اماں ہو جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اُسے اماں ہو۔  
ایک صدائے اماں ہو کہ ہر درو دیوار سے گونج رہی ہے کفار کی جماعت سامنے  
کھڑی ہے سطوتِ محمدی نے سارے حوصلے پست کر دیے ہیں اپنی جفائیں یاد ہیں لیکن  
وہ ذات جسے خود اُس کا رب العزیز یہ فرمائے کہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین  
اُس کے رحمت و کرم پر کفار و مشرکین مکہ کو بھی یہ اعتماد ہے کہ جب اُن سے بارگاہِ نبوت  
سے یہ سوال ہوتا ہے۔

قال یا معاشر قریش ما  
تروون انی جاہل فیکم  
اے جماعتِ قریش تمہارا کیا خیال ہو آج تمہارے خونخوار ظلم و ستم کا  
کیا غرض دیا جائے گا تو وہ فوراً جواب میں یہ کہہ اُٹھتے ہیں

الحکم کریم واجب الخیرکم آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں اور ایسے باپ کے بیٹے ہیں جو کرم کرنے والا بھائی تھا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

جاؤ تمہیں آزاد کیا۔

انتم الطلقاء

لا تشرب علیکم الیوم یغفر اللہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخشو اور وہ لکم دھوا رحمہم الرحمن ڈ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ الحق کل انما یتترشح بما فیہ ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہوتا ہے وہ سینہ جو کہ رحمت و کرم شفقت و عطا کا ایک دریا ہے ناپیدا کن رہو اُس میں جب جوش آگیا و شفقت و کرم ہی کی موجیں لہریں مارتی ہوں گی۔

انہیں مشرکین میں کچھ مرد دزن لیے بھی مجرم و خطا کا رستے جن کا خون ہر کر دیا گیا تھا ہڈ کے یہ معنی کہ جہاں کہیں پائے جائیں فوراً قتل کر دیئے جائیں ان پر اسو ایکٹے خانہ کعبہ کے پردوں میں اپنے کو جا چھپا یا صحابہ نے یہ خبر ہو سچائی حکم ہوا وہیں تیرتیج کیا جائے۔ لیکن ان میں سے بھی اگر کسی کی سفارش کی گئی تو اُسے قبولیت کا شرف عطا فرمایا گیا۔

حضرت عکرمہ کا واقعہ | عکرمہ بن ابی جہل کا بھی خون ہر کیا گیا تھا اُن کی بی بی امیہ ایمان لائیں اپنے شوہر کی جان بخشی کی سفارش کی حکم ہوا معاف کیا۔

عکرمہ بن ابی جہل ہر کی خبر سن کر فرار کر چکے تھے بی بی نے پیچھا کیا جہاز پر سوار ہو کر قصد روانگی کا تھا جو بی بی نے پایا جان بخشی کا مردہ سنا یا عکرمہ کو یقین نہیں آتا کہ اپنی اذیت رسانی یاد کرتے ہیں تو بی بی کا پیام مشکوک معلوم ہوتا ہے آخر بڑی رد و کہ

کے بعد انہیں یقین آتا ہے اب نہایت جیتا بانہ شوق میں حاضر بارگاہ رسالت ہرگز  
عرض کرتے ہیں کہ یہ عورت یعنی ام جمیل یہ کہتی ہے کہ آپ نے میرے گناہوں کو معاف  
فرما دیا کیا اس کا قول سچ ہے ارشاد ہوا ہاں سچ کہتی ہے میں نے معاف کیا عرض  
کرتے ہیں کہ یہ کرم یہ عفو سوائے نبی برحق کے کسی بشر میں ہو نہیں سکتا یہ کہا اور کلمہ  
طیبہ پڑھ کر داخل اسلام ہوئے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا واقعہ | حضرت عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ کی تلاش  
میں حضرت بلال بھیجے جاتے ہیں جب وہ حاضر ہوئے خانہ کعبہ کی کنبیاں پھر انہیں کو  
یہ فرما کر عطا کر دی گئیں کہ ہمیشہ کے لئے کلید برداری تمہارے خاندان کو مبارک ہو۔  
فخطب الناس یومئذٍ و دعا عثمان ففتح کر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ  
بن طلحہ قد دفع الیہ المفتاح۔ القافر یا حضرت عثمان بن طلحہ کی طلبی ہوئی یہ فرماتے  
وقال خذوها یا بنی طلحہ ہوئے کعبہ کی کنبیاں ان کے حوالہ کی گئیں اے بنی طلحہ  
تالدة وخالدة لا ینزعها کے ہمیشہ کے لئے یہ کنبیاں اب تم سے کوئی چھین  
منکم احد الا ظالماء نہ سکے گا گروہ جو کہ ظالم ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔

یا عثمان الیوم یوم برد و فاءے عثمان آج کا دن وفا اور برکات کا دن ہو۔

(حضرت عثمان بن طلحہ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے تھے لیکن قیام مکہ میں

میں نہیں سمجھ سکتا کہ باوجود ان واقعات کے پھر بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ برواقط

فریق غیر محارب کے ساتھ مخصوص ہو وہ ان واقعات کو کیا سمجھتا ہے اگر اس کا نام اس  
اور عدل میں تو کیا ہے خود حضور ہی نے اس دن کا نام یوم برد و فاء قرار دیا تو



اب اسے سلمان برد احسان نہ کیوں تو کیا کہیں ؟

صفحات مابقی میں واضح بیان ہو چکا کہ آیتہ انما ینہا کھا اللہ الخ میں جوہ مولات  
منع اور برد اقطاع سے سکوت فرمایا گیا اُس کی وجہ تنوعات حالت ہی اور ہر حالت کے لئے  
فرقان حمید میں حکم موجود اب ہر حکم کی تعمیل فعل رسول سے واضح و واضح کر دی گئی۔  
بدن کی لڑائی میں شتر قیدی تھے اُن میں سے بعض قتل کئے گئے بعضوں کو زلفہ  
لے کر رہا کیا گیا بعضوں کو تعلیم کتابت کی خدمت لے کر چھوڑ دیا گیا بعض جو نہا دار تھے انہیں  
اسنانا و افنانا آزاد کیا گیا غرض جس کے مناسب حال جو طرز عمل تعادم ہی ہوا۔

فتح مکہ کے روز گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا خون آپ نے ہر فرمایا تھا جن میں سے  
چار مرد اور چار عورتیں قتل ہوئیں بقیہ مجرمین دولت ایمان اور نعمت اسلام سے سعادت  
اندوز ہوئے جن میں سے ایک حضرت عکرمہ بن ابی جہل ہیں اور ان کا واقعہ اوپر مذکور ہو چکا  
اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر المنار کی عبارت پیش کردہ دوں شاید یہی عبارت  
موجب ہدایت ہو۔

ولا تنس ان عندنا آیات تزلزل  
ماں یہ فراموش نہ ہونے پائے کہ آیات عدم مولات  
فتح مکہ و کان المشركون فی عصفوان  
کا نزول فتح مکہ سے قبل ہی اُس زمانے میں کفار کی سرکشی  
طغیانہم داعیہم و قد عمل  
اپنے جوش شباب اور عدا فرط پر تھی فتح مکہ کے دن  
خلید الصلوٰۃ والسلام یوم الفتح  
بیشک پیغمبر خدا نے ان وصیتوں کی اس طرح تعمیل  
بمذہب الوصایا ففما عن قد مرۃ  
فرمائی کہ باوجود کمال قوت اور انتہائے عظمت و  
و حلیہ عن عزۃ و سلطۃ و قال  
شوکت کفار سے ارشاد ہوا کہ تم سب آزاد ہو احسان و  
انتم الطلقاء و احسن الی المؤمن  
کرم کا ایسا دیار داں تھا جس سے مومن کافر

والکافر والبر والفاجر ومثله اهل للفضل والاحسان نیکو کار اور بدکار ہر ایک  
ولقد کان للمؤمنین

فیه اموة حسنة ولكن بعد تحمؤ المسلمین الیوم من سنته ومن  
کتاب اللہ الذی قادیب ہو بہ اللہ ما ھل ھؤلاء المسلمین ھذہ  
کتابک لیکونوا بمن عملهم حجة له بعد ما صار اکثرهم بسوء العمل  
حجة علیه  
مسلمانوں کے لئے فتح مکہ کے واقعات اسوہ حسنہ ہیں  
ضرورت سے زیادہ مسلمان بننے والے آج اپنے  
پیغمبر کی سنت راشدہ اور وہ کتاب الہی جس کی تعلیمات  
سے اُس نے اُن کی ادب آموزی کی تھی دُور ہو کر  
ہیں اے اللہ تو مسلمانوں کو ہدایت قرآنی کی طرف  
رہبری فرما تاکہ نیک عمل اُن کے لئے حجتہ ہو نہ کہ  
بُرسے اعمال اُن پر حجتہ ہو جائیں۔

اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ آیات سورہ ممتحنہ کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہا  
جاسکتا ہے جس کے دل میں کچھ بھی نور ایمان ہو اور قوتِ مدرکہ اُس کی باطل نہیں چھٹی  
ہو وہ ان تمام منقولات کے مطالعہ سے فارغ ہو کر ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ موالات  
کسی کافر سے کسی حال میں درست نہیں اور وہ امور جو موالات حقیقی سے ماسوا ہیں اُن کا  
تفاعل ہر حال میں جائز و صحیح۔

لیکن اب ہم ایک ایسی صاف اور بین حدیث بخاری شریف سے پیش کرتے ہیں  
کہ اگر ایمان کا شعبہ حیا کچھ بھی سرسبز ہے تو تمھارے لیڈر خود ہی کہہ اٹھیں گے کہ نان کو چھین  
کوڑک موالات کہنا سراسر کذب اور افتراء ہے جس کے ترک پر ہم مصر ہیں نہ یہ دین کی  
مذمت ہے نہ اتباع سنت رسول ہے نہ کہیں اس مقابلہ کا سرخ حیات مقدس رسول اکرم  
میں پایا جاتا ہے نہ یہ جہاد ہے نہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے بلکہ محض حکم گاندھی کی تمسک

اور سرکار کفر و شرک کی غلامی۔

حدیث ثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنی  
اللیث قال حدثنی سعید ابن سعید سمع  
ابا مریۃ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم خیلاً قبل نجد فجاءت برجل من  
بنی حنیفۃ یقال لہ ثامۃ ابن اثال  
فریطو لا بأسیۃ من سوارسی المسجد  
فخرج الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال  
ما عندک یا ثامۃ فقال عندی خیر  
یا محمد ان تقتلنی تقتل خادم وان تنعم  
تنعم علی شاکر وان کنت تريد المال  
فل منہ ما شئت فترکہ حتی کان الغد  
ثم قال لہ ما عندک یا ثامۃ قال  
عندی ما قلت لک ان تنعم تنعم علی  
شاکر فترکہ حتی کان بعد الغد

فقال ما عندک یا ثامۃ

فقال عندی ما قلت  
لک فقال اطلقوا ثامۃ فانطلق  
الی نخل قریب من المسجد فقتل

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
دستہ سواروں کا نجد کی طرف روانہ  
فرمایا اُس فوج نے بنو حنیفہ میں سے  
ایک شخص کو گرفتار کر لیا مدینہ  
پہنچ کر ستون مسجد سے اُسے بازو  
دیا اس شخص کا نام ثامہ بن اثال تھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رخصت  
فرما ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ ثامہ کیا  
ارادہ ہے انہوں نے کہا نیک ارادہ  
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر  
آپ مجھے قتل فرمائیں گے تو میرا خون  
ماٹھنگاں نہ جائے گا میں جتنا  
دے سکے والا ہوں۔

اور اگر آپ انعام فرمائیں تو ایسے شخص پر انعام ہوگا  
جو شکر گزار ہوگا اور اگر مال کا ارادہ ہے تو جس قدر  
چاہئے مانگے دیا جائے گا یہ جواب سن کر آپ نے

ثم دخل المسجد فقال اشهد  
ان لا اله الا الله وان محمدا  
رسول الله يا محمد والله ما  
كان على الارض وجه البغض  
الى من وجهك فقد اصبحت وجهك  
احب الوجوه الى الله ما كان  
من دين البغض الى من دينك  
فاصبحت دينك احب الدين الى  
والله ما كان من بلد البغض  
من بلدك فاصبح بلدك احب  
البلاد الى وان خيلك اخذتني  
وانا اريد العمرة فماذا اتر في شبره  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
وامره ان يعتمر فلما قدم مكة  
قال له قائل صبت قال لا  
ولكن اسلمت مع محمد رسول الله  
عليه وسلم ولا والله لا قاتيك  
من اليمامة حبة خبز يابن  
فيما النبي صلى الله عليه وسلم

انہیں ستروں سے کھول دیا اور ستروں کو صبح کو ہر  
ملاقات ہوتی تو آپ نے پھر وہی سوال کیا کیا کرنا  
ارادہ ہے جواب میں تمامہ کے انہیں کلمات گزشتہ کا  
اعادہ تھا پھر تیسری صبح کو سوال ہوا اور جواب میں  
وہی الفاظ سنانے تھے اب حکم ہوا کہ تمامہ آزاد کر دے  
جائیں وہ آزاد ہو کر چلے اور مسجد نبوی کے قریب  
جو نخلستان تھا وہاں پہنچ کر اچھی طرح غسل کیا اور  
ہلٹ کر پھر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا  
اشھد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله صلی علیہ وسلم  
پڑھنے کے بعد عرض پر داڑھی باندھ کر (صلی اللہ علیہ وسلم)  
قسم ہوا اللہ کی قسم زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ منور  
چہرہ میری نزدیک کوئی دوسرا نہ تھا لیکن آج رومی زمین میں  
کوئی صورت آپ کے چہرہ انور سے زیادہ محبوب میری نزدیک  
نہیں قسم اللہ کی آپ کے دین سے زیادہ منور کوئی دین نہ  
تھا لیکن اب آپ کے دین سے زیادہ محبوب کوئی دین نہیں  
قسم اللہ کی آپ کے شہر سے زیادہ منور کوئی شہر نہ تھا لیکن  
آپ کے شہر سے اب زیادہ کوئی شہر محبوب نہیں اس کے بعد  
یہ انہیں پیش کی کہ آپ کے سوا اور نے مجھے امن و نجات گنوار  
کیا ہے جب کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی تھی اب کیا  
ارشاد ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صدق ایمان پر بشارت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اب مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرح عمرہ ادا کرو۔

جب تمام مکہ پہنچے اور بیک کا نعرہ بلند کیا کفار نے ان سے کہا کہ تمہارا کیا تم بے دین ہو گئے فرمایا نہیں میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا قسم ہے اللہ کی اب یمامہ سے ایک دانہ زیتون کا ہمارے پاس نہ آئے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پروا لگی نہ مطاف میں (بخاری شریف)

بخاری شریف کی روایت ختم ہوئی قطع نظر اس الطاف کے جو حضرت ثمامہ پر بجا کفر مبذول رہا قابل لحاظ آخر کا واقعہ ہے کفار مکہ کا آذوقہ یمامہ کے غلہ پر تھا ثمامہ وہاں کے رئیس تھے مکہ سے واپس آکر جب یمامہ پہنچے تو اس کی بندش کر دی کہ ایک دانہ انج کے مکہ نہ جانے پائے غلہ کا بند ہونا تھا کہ کافروں کو تارے نظر آنے لگے بدحواس ہو کر بارگاہ نبوت میں مستغیث ہوئے ثمامہ کو حکم دیا گیا کہ غلہ کی بندش نہ کر جس طرح معاملہ ہوتا تھا جاری رکھو۔

بخاری شریف میں ثمامہ کا یہ کہنا مذکور ہے کہ بغیر اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دانہ بھی لیموں کا مکہ نہ آنے پائے گا لیکن بقیہ حصہ روایت کا ابن ہشام اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

صحیح بخاری کے تمام شراح ابن ہشام کی روایت قبول کرتے ہیں فتح الباری اور عینی شرح بخاری ملا خطہ ہوا بن ہشام کے الفاظ ان دونوں محدثین نے نقل فرمائے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ فتح الباری اور عینی کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ قسطلانی فکر کرنے سے بھی نقل کیا ہو۔

ابن ہشام نے اُن چند پیام کی مہمانی جو حالت کفر میں کی گئی اُس کی تفصیل میں لکھی ہے مہمانی کے متعلق ابن ہشام کے یہ الفاظ ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احسنوا لسايركم وارجعوا الى اهلكم فقال اجمعوا ما كان عنكم من طعام فابعثوا به اليه فامر بلقيش ان يعدي عليه بها ويراها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے قیدی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ پھر آپ ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے کہ تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہو اسے جمع کرو اور تمہارے کو بھی بڑھادو اس کھانے کے ایک شیر دراندیشی مقرر کر دی گئی جو صبح و شام دونوں وقت تمہارے پاس دودھ کی غرض سے جاتی تھی۔

غلہ کی بندش اور اس کی پرواگی کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

ثم خرج الى اليمامة فمعهما زيدا  
الى مكة شيئا فكتبوا الى رسول الله  
صلى الله عليه وسلم انك قاصدة  
الرحم وانك قد قطعت ارحاما  
وقد قتلت الاباء بالسيوف و  
الابناء بالجوع فكتب رسول الله  
صلى الله عليه وسلم اليه ان  
يغلي بينهم وبين الحمل (ابن هشام)  
یہ واقعہ اوپر گزر چکا کہ ایک وقت میں کفار مکہ نے ہی معاملہ پیغمبر خدا کے ساتھ

کیا تھا اور دوبرس تک خاندان ہاشم مصیبت و تکلیف برداشت کر چکے تھے اب ایک موقع ایسا آیا تھا کہ کفار مکہ سے پورا عوض اُس مقاطعہ کا لیا جاتا تو بے چند و جورہ خلاف عدل نہ تھا۔

(۱) اہل مکہ کافر تھے (۲) مسلمانوں سے بارہا قتال فی الدین کر چکے تھے۔  
(۳) مسلمانوں کو گھروں سے نکالا تھا (۴) مسلمانوں کے اخراج پر مدد کی تھی۔  
(۵) مسلمانوں سے بلکہ خود پیغمبر سے دوبرس تک مقاطعہ جاری رکھا تھا نہ خیر خریدتے تھے نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچتے تھے۔

(۶) پیامہ سے غلہ کا بند ہو جانا انھیں مضطر کر چکا تھا اگر اس پر فائدہ زیادہ زور دیا جاتا تو کفر کی کمر ٹوٹ جاتی۔

(۷) کفار نہ صرف مکہ بلکہ خانہ کعبہ پر متصرف تھے بیت اللہ کو کثرت اصنام سے صنم قائم بنا رکھا تھا۔

(۸) مسلمان حج اور عمرہ ادا نہیں کر سکتے تھے خود تمام کو لبیک کہنے پر کفار نے پکڑ لیا تھا لیکن اے لیڈر و باوجود ان تمام باتوں کے مقاومت جمہول جس کی ایجاد تمہیں ناپہنچہ خدا نے اس بندش و بائیکاٹ کے توڑنے کا حکم صادر فرمایا۔

بخاری و مسلم شریف کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمامہ نے حمایت دین کے خیال سے بطور خود غلہ کی بندش کی تھی شروح بخاری اور یسیر کی معتبر کتابیں مثل ابن ہشام و ابن سعد ہی بتاتی ہیں اصحابہ کی عبارت بھی یہی ظاہر کرتی ہے لیکن علامہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمامہ کو اسی حد پر رہا فرمایا تھا کہ کفار مکہ کو وہ غلہ نہ بھیجیں گے۔

ہر حال اس قدر مسلم ہو کہ غلہ کی آمدیامہ سے بند ہوگئی اور جب کفار کے پریشان کچر  
مستفیت بادگاہ رسالت ہوئے تو وہ بندش توڑ دی گئی۔

کفار نہ تو اپنے کفر سے باز آئے نہ انہوں نے خانہ کعبہ سے بتوں کو ہٹایا نہ حرم محرم سے  
اپنا قبضہ اٹھایا نہ یہ وعدہ کیا کہ آئندہ سے نہ تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں گے نہ کبھی دعوت  
اسلام کے سنگ راہ ہوں گے صرف قحط کی مصیبت لکچہ بھیجی وہ بھی تلخ الفاظ میں اس حدیث  
جلیل سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) بایکاٹ یا نان کو آپریشن کا عرب میں کس توڑ تھا (۲) بایکاٹ کے موجب کفار کون ہیں۔  
(۳) کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بایکاٹ کیا قاجر کا سلسلہ دو برس تک جاری رکھا تھا۔  
(۴) ثامہ نے کفار مکہ سے بایکاٹ کیا (۵) کفار مضطر و بقرار ہوئے (۶) رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ثامہ کے فعل کو اپنے حکم سے منسوخ فرما دیا اور بایکاٹ اٹھ گیا (۷) اقسام جہاد میں  
سے اگر بایکاٹ کوئی قسم جہاد ہوتا اور اس طرز عمل سے دشمن کو مغلوب بنالینا اگر  
دین کی خدمت ہوتی تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی منسوخ نہ فرماتے  
بلکہ اور ترغیب و تحریص فرما کر اسی مقاومت مجہول سے مکہ منظر کو کفار و مشرکین  
سے خالی کرا لیتے۔

(۸) بایکاٹ یا نان کو آپریشن ہرگز مراد ترک موالات نہیں۔

(۹) بایکاٹ یا نان کو آپریشن کو جو ترک موالات کہتا ہے وہ بڑا گتلخ و بے ادب، ک  
اُس کے نزدیک مشرکین مکہ سے پیغمبر خدا نے موالات کی جو غلہ کی بندش توڑنے کا حکم  
فرمایا۔

(۱۰) اس گفتافی کے خیال میں کفار کی منت و خوشامد یا گریہ و زاری پر مسلمانوں کو



اپنا مذہب چھوڑ دینا یا کفر قبول کر لینا یا مسل نوں کا اُن کے دین کا ضرر و نقصان کرنا سب جائز ہے سچ ہی جس نے زور دیا اور ہاتھ کھینوں تک جوڑ کر مذہب کا مذمی میں داخل ہونے کی سعادت پائی ہو اُس کے سامنے اگر کافر و کراشد ترین کفر کی تحریک کرے تو اُس وقت یہ گتلی نہ صرف کفر قبول کرے گا بلکہ اُسے شادی مرگ نصیب ہوگی۔  
استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۛ

مسئدہ نان کو آپریشن کی حقیقت اب بالکل ہی عیاں ہو گئی علماء کا یہ ادعا کہ یہ ہمارا اجتہاد اور قوت دماغی کا نتیجہ ہے واضح ہو چکا نان کو آپریشن کے متعلق مولانا عبدالباری صاحب کا خط پھر ملاحظہ فرمایا لیجئے اُن کا یہ فرمانا کہ اس کار کا وقت نکال نہیں ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں بالکل بجا و درست اور محض صدق و حق ہے۔ شریعت اسلام ایک شریعت معروف ہے اس کا قول معروف اس کا عمل معروف اس کی مقاومت معروف۔ لیکن مذہب کفر و بت پرستی مجہول اس کا قول مجہول اس کا عمل مجہول اُس کی مقاومت مجہول پھر پرستار ان ہنود مجہول ہی مجہول کی صدا نہ بلند کریں تو اور کیا کریں۔

الغلاب عالم کے ارکان ثلاثہ | حقیقت اسلام سے نا آشنا و بیگانہ ملک گیر و مسلط بادشاہ کو مبلغ توحید اور مری اخلاق کا شریک عمل جانتا ہے ملکوں کا فتح کرنا توہوں کا مغلوب بنالینا انسانوں کے تو اسے جہانینہ و دماغیہ پر چھا جانا اس نا آشنا کو نزدیک دین ہے مذہب ہے اسی لئے وہ طریقہ جسے کسی وقت کفار نے ایجاد کیا تھا اور اپنے اس مقاومت مجہول سے بدلے میں کو پست اور مبلغ اسلام کو شکست دینا چاہتے تھے کچھ اسی کو ہمہ گیر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

گناہی سے ایسا ہونا تو تعجب نہیں اگر کسی کافر کی مژدہ تحریک کوئی کافر زندہ کرے  
 تو اس میں تعجب کا کیا موقع ہی ہاں تعجب یہ ہے کہ علماء و جہیں و رشتہ الالبیاء ہونے کا جو  
 علوم دینیہ کے ضامن و کفیل ہونے کا ادعا اور اسی کے ساتھ بعض بڑے منازل سلوک  
 میں کامل و مکمل ہونے کی مدعی وہ بھی کافر کے ساتھ ہم نوا ہو کر یہ کہنے لگے کہ یہ خاصہ کمال  
 کا حکم ہے اور ایسے وقت میں یہی طریق کار اور نظام عمل ہے یہ کہا اور سارے ملک میں ایک  
 ہنگامہ بپا کر دیا گھر گھر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ایسی تحریک جس کی شریعت میں کوئی  
 اصل نہ ہو اسے عین شریعت کہہ کر خاندانوں میں جنگ و جدل پیدا کر دی حدیث مشریف  
 میں وارد ہے ۔

من احدث فی امرنا هذا  
 جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرتا ہے جو دین سے نہیں تو ہیں  
 ما لیس منه فهو رد  
 یہ ایجاد دین کے نزدیک مردود ہے ۔

اسلام کا درد ہوتا مسلمانوں کی محبت ہوتی زوال خلافت کا اگر صدمہ ہوتا تو قوت  
 پیدا کرنے کے صحیح ذرائع اختیار کرتے اسوۂ حسنہ جسے حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اس کی پیروی  
 نہایت سرگرمی سے کرتے لیکن جب کہ حکومت ہند فرمان لے کا سرور پیدا کر رہی ہو تو پھر  
 اس کے سوا اور کیا چارہ کا رہتا کہ سواراج چاہنے والوں کی کفش برداری کی جائے ۔  
 یہ خا کہ ان ہستی عالم کون و فساد ہے تغیر و انقلاب کی گونا گوں ہستیاں یہاں اپنی  
 اپنی فزیت آئیں اور سطح خاکی کے بسے ذالوں کو تہ و بالا کر ڈالاجزئی انقلاب با سقے قطع نظر  
 کرتے ہوئے اگر ان تغیرات کو شمار کر لیا جائے جو بمنزلہ اصول کلیتہ ہیں اور جن کے تحت  
 میں سارے جزئیات داخل ہو جاتے ہیں تو وہ تین قسموں میں منحصر ہو جاتے ہیں ۔

(۱) سلطنت (۲) تہور (۳) علم و فن

سلطنت کا اثر جب کبھی سلطنت ایک قوم کے ہاتھ سے غل کر دوسری قوم کے ہاتھ میں پہنچی یا خود اپنی ہی قوم نے نظام سلطنت کے تغیر میں کامیابی حاصل کی ہو تو اس انقلاب و تغیر نے ملک کی تاریخ کا نیا باب شروع کر دیا ہے مفتوح نظام یا مفتوح قوم کے نقشِ مٹے جاتے ہیں اور فاتح نظام یا فاتح قوم کے نقش و نگار ہر شعبہ میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں لیکن محکومتوں کا قیام کرنا یا قوت کو مرتبہ سلطنت تک پہنچانا کوئی انسانی کمال نہیں دنیا کا دکھ اور اہل دنیا کا درد سلطنت و حکومت سے نہ کبھی زائل ہوا نہ آئندہ زائل ہو یہ واقعہ ہے کہ سلطنت کسی قسم کی بھی کیوں نہ ہو اس کا خلاصہ ہمیشہ یہی ہو گا کہ تمام محکوم آبادیوں کے جذبات اور قوائے دماغیہ شخص و العبدی بنی بادشاہ یا ایک محدود افراد کی جماعت جنہیں جمہور پارٹیا یا اراکین مجلس سے خطاب کر لیجئے ان میں جذب ہو کر فنا ہو جائے۔

انسان کے جذبات جس سے فنا ہوتے ہوں انسان کے قوائے عقلیہ اور احساسات دماغیہ جس سے برباد و تباہ ہوتے ہوں کیا اسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے دکھ کی دوا یہ ہے یہ خدا کا عتاب ہے کہ انسان بھیر بکری کی طرح چند آدمیوں کے ہاتھوں میں گرفتار رہ کر اپنے حیات کے دن پورے کرے سلطنت و حکومت کا وجود دنیا کا سخت مہلک مرض ہے نہ کہ دوا و علاج۔

تہوں کا اثر اسی طرح تو ہے کہ ملک گیری و جہاں داری کے لئے اس کی نمائش کی گئی ہو تو زمین کے بسے والوں پر یہ قہر آسانی ہے کوئی جماعت یا قوم یا شخص واحد جب کہ نشہ تو سے مست ہو کر کسی آبادی کا رنج کرے تو راحت و سکون درسِ تدریس صنعت و حرفت شبہات و معاشرت و تمدن اور آئین مذہب و ملت کا بیشتر انعاموں کے ساتھ ساتھ خون ہو جاتا ہے جس قدر نفوسِ شمشیر و سناں سے محفوظ رہے وہ جوشِ تہور سے ایسے پامال ہوئے کہ اب

ان کا سکون و حرکت فاتح و منصور کے چشم و ابرو کا مظاہر بن گئیانی الحقیقت جوش تہو بھی  
انسانوں کے غلام بنانے کا ایک دوسرا نام ہی اس لئے یہ دوسری قسم مریض کی ہے نہ کہ  
دوا و علاج -

علم کا اثر اب علم و فن کو سمجھ کر چھوڑ کر اس کا لباس بیدردی و بی رحمی کے نقش و نگار سے صاف  
معلوم ہو رہا ہے اس کی شکل و صورت سلطنت و تہذیب کی طرح خوشنوا رہی نہیں اس کی بنیاد کی وفاق  
میں دلکشی بھی پائی جاتی ہے لیکن باعتبار واقعہ یہ اپنے دونوں شرکیوں سے کچھ کم  
جفا کار نہیں اعضا و جوارح پر جس بی رحمی سے ایک مستولی سلطان حکومت کرتا ہی تو اسے  
ذہینہ اور دماغیہ پر علم و فن اسی شدت اپنی فرماں روائی کرتے ہیں بلکہ اگر امعان نظر سے  
کام لیا جائے تو علم کی ہمہ گیری سلطنت تو اسے کیوں زیادہ موثر ثابت ہوگی ہاں ذہینہ  
و مناسب امن و امان و ازیں قبل دیگر امور کا تعلق سلطنت و حکومت ہو کر رہا ہے بادشاہ  
انہیں چیزوں میں نرمی یا گرمی کرنے کا اختیار و قدرت رکھتا ہے لیکن وہ امور جن سے  
فی الحقیقت قوم قوم بنتی ہے وہاں حکومت و قوت دونوں پابریہ و دست شکست  
ہیں قوم کی اخلاقی زندگی جو ہر طرح کی ترقیوں کا راز ہے قوم کا علمی شغف جس پر دار  
فضیلت انسانی ہے قوم کے مراسم و دستور جس پر اقتصاد و تمدن کی بنیاد ہے اور جس  
بڑھکر قوم کی دماغی زندگی جس سے حوصلہ میں وسعت خیالات میں بلندی ضمیر میں روشن  
پیدا ہوتی ہے ان سب کا سرچشمہ اہل علم کا گردہ ہوتا ہے۔

مالکان قلم نے بارہا نبرد آزماؤں کے نیروں کو شکست دی ہر ان کی سیف لسانی  
نے بارہا شمشیر زنوں کے منہ پھیر دیئے ہیں دور نہ جائیے ملک غیر اور عہد ماضی کی مثال  
نہ ڈھونڈتے حالات حاضرہ پر ایک نظر ڈالئے آج ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ نتیجہ ہے



صرف چند تعلیم یافتگان ملکی کا۔

واقعات گزر رہے تھے لیکن ملک بے خبر تھا گلے پر چھری چل رہی تھی لیکن  
اساس مٹ چکا تھا جو کلو رو فارم انھیں سنگھایا گیا تھا اُس کی بیہوشی میں یہ مد ہوش تھے  
چند تعلیم یافتہ اشخاص اُسے واقعات کی اصلی خون آلود شکل دکھائی ناظرین دیکھ کر  
متاسف ہوئے اور دو آنسو غم کے بہائے لیکن تصویر دکھانے والوں نے انھیں دم لینے  
نہ دیا بلکہ کچھ اس طرح ان کے پیچھے پڑ گئے کہ اپنی بزم ماتم میں انھیں نوحہ خوان بنا کر چھوڑ  
اب وہ باتیں جن کا خیال اگر وہم میں بھی گزر جاتا تو کئی کئی روز تک خوف و مہمیت  
فینداؤ جاتی بھوک سا قحط ہو جاتی لیکن آج کل دن ہر کہ ہر کوچہ و برزن میں وہی ہونا تک  
خیالات ایک ایک کے مُنہ پر آرہے ہیں کئے والا کتا ہے اور سنسنے والے کو مرہ نہیں آتا  
سن کر منہ بناتا ہی کہ پھیکا ہے بے مرہ، کچھ تلخی نہیں آخر یہ باجر کیا ہے ہندوستانیوں کے  
جذبات اکبارگی کیوں متغیر ہو گئے یہ علمی گردہ کی وہی زیر دست حکومت، جس کی قوت  
نے اب ظہور کیا ہے۔

اگر سبک کی آوازیان کا اتفاق خیال چاہیے تو تعلیم یافتہ گردہ کی ایک کافی  
مقدار کو اپنا ہم آہنگ بنالیجے پھر سبک آپ کے ساتھ ہے۔

یہ واقعہ اور حقیقت ہے کہ عوام نہ اپنی رائے رکھتے ہیں نہ ان کی کوئی آواز ہو ملک  
میں تعلیم یافتہ گردہ جب کسی خیال کی ترمیم یا ہمہ گیری چاہتا ہے تو وہ اپنی تقریر و تحریر  
عوام میں اُسی خیال کو پیدا کر دیتا ہے وہ اپنے خیال کے صورت کو اس بلند آہنگی سے پھونکتا  
ہے کہ عوام کے خیال اُسی کے خیال کا عکس اور عوام کی آواز اُسی کی صدا ہے باز گشت ہوتی  
اس وقت ہندوستان کا ہنگامہ بالکل اپنی مثال میں صحیح ہے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی

آواز اور ان کا بخوش تو ہو ہو چہ تعلیم یافتوں کے خیال اور آواز کا فلو ہے وفاق  
 تہذیب اور مذہب اس سید روی سے پارہ پارہ کئے جا رہے ہیں کہ شاید آئندہ کے لئے  
 ایک تاریخ بھی باقی نہ رہے گا۔

خلافت جنگ انگریزوں کی ممالات | اس اجمال کی ہم ایک مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں مٹی کی سلطنت  
 ملو اور ہوئی اور جنگ طرابلس شروع ہو گئی اس وقت چند تعلیم یافتوں نے تحریک چندہ کی بنیاد ڈالی مگر  
 سلسلہ جنگ بلقان تک جاری رہا اسی اثناء میں ان کی کامال بائیکاٹ کیا گیا ترک ٹوپیاں  
 وہاں کی بنی ہوئی جن کے سردوں پر تھیں انھیں آگ کے سپرد کیا گیا۔

قسطنطنیہ وفد طبیہ کے جانے کی تجویز پیش ہوئی اور کامیابی کے ساتھ یہ کام انجام تک  
 پہنچا اس کے بعد خلافت اور اس کی ہمدردی کی تحریکیں نیا مینیا کر دی گئیں اب تعلیم یافتہ  
 گروہ کی توجہ قسطنطنیہ سے منقطع ہو کر سیاست ہند کی طرف پٹی پلک کی توجہ بھی ادھر ہی  
 مڑ گئی اٹلی دیگر ملاد یورپ کا مال فروخت ہوتا رہا اور مسلمان بلا جھجک اسے خریدتے رہے  
 علماء کے فتاوے بائیکاٹ سے جو متعلق تھے جب تعلیم یافتوں کے آفس سے خارج کر دیئے  
 گئے تو عوام نے بھی انھیں ردی میں ڈال دیا ہاں جو فتنہ تعلیم یافتوں نے چھیڑا تھا اس کا گہ  
 پلک برابر لا پتی رہی اس عرصہ میں ترکی یا خلافت مٹی رہی فنا ہوئی رہی لیکن کسی کی آنکھ  
 نم بھی نہیں ہوئی طرفی یہ کہ جب ہندوستانی فوجیں میدان جنگ میں بھیجے جانے لگیں تو ہندو  
 اور مسلمان دونوں نے مل کر رنگروٹوں کی بھرتی میں پوری کوشش کی اب فرسہ جنگ کا چندہ  
 ہوا دل کھول کر ہندو اور مسلمانوں نے روپیہ دیا تحریک ہوئی کہ دعائیں ہوں ہندو مندروں  
 میں اور مسلمان مساجد میں جمع ہوئے اور یہ رسم سی ادا کی گئی پھر تحریک ہوئی کہ آوروں کو منایا  
 جائے ملک کی دونوں بڑی آبادیوں نے مل کر جیشن بھی منایا۔

سے بڑی روسیاء ہی یہ ہوئی کہ وفدِ بلیہ جب قسطنطنیہ جا رہا تھا تو سامانِ جراثیمی و لوازمِ شہانہ جس کی خریداری خالص اُس مدد پر سے ہوئی تھی جو محض بحرِ مدین ترک ہی کے لئے جمع کیا گیا تھا آج اُسے وفدِ بلیہ کا صدر اُن دشمنوں کو بخشش کے دیا ہے جو خلافت اور علم بردارانِ خلافت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے نہ تو عطا کرنے والے کو خوفِ الٰہی دامن گیر ہوتا ہے نہ اس وقت کے بیشتر مفتی و مجتہدوں میں سے کسی کو مسئلہ شرعی یاد آتا ہے نہ عوام ہی اسے کچھ مصیبت سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ بحث علما میں ضرور آئی کہ سلطنت کے اس قرضہ جنگ کا سود لینا مسلمانوں کو حلال ہے یا نہیں بعض علماء نے فتویٰ طاعت کا دیا اور مثال اس جرنے سے لائے کہ ذی شہادت میں سے اگر کوئی پھل ٹپک پڑے اُسے کوئی راہ روا اٹھالے تو وہ پھل اُس کے لئے حلال ہے پس یہود و ربوہ نہیں سلطنت خود بخود بغیر مطالبہ دیتی ہے تو کیا وجہ جو مسلمان اُس کے لینے سے پرہیز کریں۔

فوجوں کی بھرتی کا یہ جیلہ پیدا کیا گیا کہ سلطنت انگلستان حملہ آور نہیں ہوئی ہے بلکہ خود ترکوں کی جانب سے حملہ آور ہی ہوئی ہے ایسی صورت میں فوجی مدد ممنوع نہیں۔

غرض سخت سے سخت رویہ کن امور وقوع پذیر ہوتے رہے اور مسلمان نہایت اطمینان و سکون سے بیٹھے ہوئے تباہی کا نہ صرف تماشہ دیکھا کہ بلکہ اپنے ہاتھ اور مال سے اُس میں شریک ہوئے اس عرصہ میں ہندوستان کی پالیسی میں ایک تغیرِ فطیم اتفاقی طور پر پیدا ہو گیا اور یہ رولٹ بل کے ثمرات تھے۔

اب تعلیم یافتہوں نے غیر طلبی ہند کے لئے جو اپنی آواز اسلامی لہجہ میں بدل کر مسلمانوں



لکارا تو سب کے سب خلافت خلافت پکارنے لگے۔

واقعہ کربلا سوشال [کتب تاریخ میں واقعہ کربلا کے متعلق ایک روایت ہے کہ بعد شہادت شہزادہ مظلوم

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت و فدائیان اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جب قافلہ اسیران اہل بیت کا اٹھنا پڑا تو انہوں پر روانہ ہوا تو جوق در جوق اہل کوفہ کا مکانوں کی

چھتوں پر ہجوم تھا اس مقدس گروہ و دہان نبوت کو حالت اسیری اور بے سرو سامانی میں دیکھ کر

مرد و زن روتے جاتے تھے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خواہر امام علیہ السلام اُن

کوفیوں کی طرف ایک نظر ملامت و نفرت انگیز ڈال کر مستفسر ہوئیں کہ اسے اہل کوفہ تم ہماری

مظلومیت و یکسوی پر آنسو بہاتے ہو تو آخر میرے بھائی کو شہید کس نے کیا گلزار نبوت کو تاراج

کرنے کی شقاوت و رویا ہی کس نے حاصل کی افسوس جو رقم پر اوہ تمہاری ہمدردی پر۔

یہی الفاظ آج خلافت کی زبان ہندوستانیوں کو کہہ رہی ہے مگر گاندھی جی جنہوں نے

نگر و ٹٹوں کی بھرتی و دیگر امانت جنگ میں ایسی سرگرمی دکھلائی کہ بقول اُن گئے اُن کی صحت

خطرناک مرض میں مبتلا ہو گئی۔ خیر انہیں تو جانے دیجئے اس لئے کہ اسلام کا انضام اگر

کفر و شرک کا مقصد و مرغوب نہیں تو وہ کفر ہی کیا ہوا نہیں ان نوحہ خواں مسلمانوں سے

پوچھئے اور علی الخصوص اُن علماء سے جن کا تقریباً آج کل روزنامہ اخباروں میں چھپا کرتا ہے

جن کی تعداد جمعیت اس وقت پانچ سو کہی جاتی ہے ان سے سوال کیجئے کہ جس وقت ہندوستان

کا خزانہ جارہا تھا اور مسلمان چند سکے چاندی کے لئے خلافت ملنے کو جا رہے تھے تمہارے

علم کو کیا ہو گیا تھا تمہاری جرأت کہاں سو رہی تھی تمہاری حق گوئی کس گوشہ میں چھپی ہوئی

تھی تمہارا ایمان کس تہ خانے میں بند تھا تمہاری حریت اور تمہاری بیخونی کہاں مہوش فتن

کھائے پڑی تھی کیا تمہیں اُس وقت یہ حدیث یاد نہ آئی۔



(۱) من اجل (۱) جس نے ہم پر ہتیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔  
 (۲) جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے اشارہ کرے اُس پر خدا کی لعنت۔  
 (۳) خبردار کوئی تم میں سے اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔  
 علیہ السلام علیہ منہ  
 (۲) من اشار الی اخیہ  
 بعدیدۃ لعنہ اللہ  
 (۳) لا یشیر احدکم علی  
 اخیہ بالسلحہ

اس معنی میں بحضرت حدیث وارد ہیں اگر حدیث تم نے پڑھی نہیں یا موقع پر تمہیں یاد نہ آئی تو کیا تم تلاوت قرآن بھی نہ کرتے تھے کیا یہ آیہ تمہاری تلاوت میں نہیں آتی تھی۔  
 ومن یقتل مومنًا متعمداً  
 فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا  
 وغضب اللہ علیہ ولعنتہ  
 واعد لہ عذاباً عظیماً  
 جو مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو اُس کی سزا ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے خدا کا غضب اور اُس کی لعنت قاتل پر ہے اور ایوں کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اسے بھی چھوڑ دو ہی آیتیں جنہیں ترک موالات کے لئے پیش کر رہے ہو کیا کل تک وہ بھی تمہیں یاد نہ تھیں لیکن

علم و حکمت کی ہر چیز پر اگر وہ نافرمانی کرے جماعت علماء و سوریوں کو کہ یہ احادیث اور یہ حکم الہی تو اب تک تمہیں یاد نہ آیا ہو اس لئے کہ تمہارا رہبر اور تمہارا مذکر و گاندھی ہے آج تک اُس نے تمہیں یاد نہ دلایا تو پھر تمہیں یاد کیوں کر آئے اگر قرآن شریف یا کتب احادیث و سیر تمہارے رہبر و مذکر ہوں تو تمہیں سب کچھ یاد آجاتا فی الحقیقت تم معذور ہو تمہارا مرتبہ عوام کا ہے تمہارا دماغ علوم سے غالی تمہارے سینے جذبات سے کورے تمہارے قلوب دولت ایمان سے مفلس تمہاری زبانیں گنگ اور تمہارے اقلام خشک تم تو ایک قالب بیجان ہو جو تمہارے

لیڈر کہتے ہیں تم اُسی کی محاکات کر دیتے ہو اور اُن لیڈروں کا بیع فیض سرکار گاندھی اور  
 اُن کی ہند پارٹی ہے سلسلیوں پر کہ ایک تحریک مسٹر گاندھی پیش کرتے ہیں تعلیمیت  
 سلمان اُسے لیک کہتے ہیں علماء سیاسی کا جذبہ و عمارت سے شرمی جا رہے ہیں تاہم اُن پر  
 کی یہ مجال نہیں کہ وہ بطور خود کوئی تحریک پیش کر سکیں یا کسی تحریک کے سامنے اُمتا جھٹلا  
 کے سو کوئی آواز بلند کرنے کی جرأت بھی کریں۔

ان علماء کا کیا ذکر خود اُس عالم کو لیجئے جسے لیڈروں نے شیخ المند کا لقب دے کر  
 ایک عجیب و غریب ہستی ثابت کیا ہے اُس کے قلم میں بھی یہ قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو  
 اُن افعال خبیثہ کی شاعت و معصیت بتا سکے جسے مولات کفار میں علی التوالی والتواتر  
 لیڈران مع گروہ ملیں بار بار عمل میں لارہے تھے مسئلہ قربانی کا دُکے متعلق دینی زبان سے  
 اتنا کہنے پائے تھے کہ مسلمانوں نے جو طریقہ انہماق قربانی کا ایجاد کیا ہے وہ مذہب پر  
 انہیں ایسا کرنا نہ چاہیے تو لیڈروں نے وہیں زبان پکڑ لی اس آواز کو مردہ کر دیا گیا اور  
 باد صحر سے زیادہ حیثیت اس ہدایت کو نہ دی گئی نہ تو صحائف و جرائد ہی میں اس کی اُمت  
 عامہ ہوئی نہ لیڈروں کے رزولوشن میں تلخ آواز نہ اپنی خطا و غلطی کا کسی نے اعتراف کیا۔  
 اگر کسی نے اُن کے شیخ المند کا قول متعلق قربانی کا دُکے یا دُکے دلا یا تو ہنس کر ٹال گئے کہ یہ  
 ناآشنائے حقیقت کہتا کیا ہے اس چودھویں صدی میں شریعت جب کہ تلقینات گاندھی  
 کا نام ہی تو پھر شریعت اسلام کا ذکر ہی بحث ہی۔

تشنہ لگایا گیا علماء سیاسی خاموش ہو کر فریٹنگی اٹھائی گئی علماء سیاسی خاموش  
 ہو کر کافر کا ماتم سر دیا برہنہ ہو کر کیا گیا علماء سیاسی خاموش رہے رام لچمن پھولوں کا تاج  
 رکھا گیا علماء سیاسی خاموش رہے گاندھی کی بے پکاری گئی گوتاما کی بے بلند کی گئی علماء

سیاسی خاموشی ہے حدیہ کہ گاندھی کو کہا گیا کہ اگر نبوۃ ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہو جاتا۔  
سیاسی اب بھی خاموش رہے اس خاموشی سے شیخ الہند بھی مستثنیٰ نہ ہو سکے اگرچہ خادمان  
اسلام تقریر اور تحریر انہیں اعمال کفریہ پر بیدار بھی کرتے رہے لیکن پھر بھی کسی عالم سیاسی  
میں اتنی جرأت نہ تھی جو وہ چالیس اعمال و اقوال کفریہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی  
اپنے قلم کو جنبش دیتا تا آنکہ بہار نومبر ۱۹۴۷ء دہلی میں جلسہ جمعیتہ العلماء منعقد ہوا وہاں یہ  
مسئلہ کسی نے پیش بھی کئے لیکن یہ ککر کہ مصلحت وقت اس کی مقتضی نہیں بات لادی  
گئی حالانکہ اس اجلاس کی کرسی صدارت ایک عالم ہی کی نشست کا فخر رکھتی تھی ہاں  
مشر شوکت علی نے ایک مذاق ضرور کیا کہ بحسب عادت قدیم مزاح میں ایک تقریر فرمائی  
جس میں ملک کی ٹکسی اٹھانے پر نظریانہ جملوں میں توبہ کی گئی تھی شاید یہ کہنے کی حاجت  
نہیں کہ ان کا فعل مسلمانان ہند کا فعل اور ان کی توبہ مسلمانان ہند کی توبہ لیکن ستم ظریفی  
یہ ہوئی کہ بعض نا آشنا متعصب ہندو مذاق کو حقیقت سمجھے اور اپنے اخبارات میں خوب  
غیظ و غضب کے مضامین شائع کئے لیکن یہاں سے سکوت رہا اس لئے کہ جو مقصد تھا  
وہ حاصل ہو چکا تھا بات رفع دفع ہو گئی لیکن علماء سیاسی کے سکوت میں اب بھی فرقہ  
آباد جمیعت کے پانچو علماء میں سے کسی ایک میں بھی اس کی ہمت نہ ہوئی کہ مشر شوکت علی کے  
پر مذاق توبہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو کر ان اعمال و اقوال کفریہ کے متعلق جن کی تعداد  
تقریباً چالیس سے بھی متجاوز ہے کسی ایک قول یا ایک فعل کی بھی شاعت بیان کر دی  
یہ ہر اس سکوت علماء سیاسی کا ان مسائل کے متعلق ہے جن سے ہندوؤں کو کوئی  
شغف نہیں یہ تو محض لیڈروں کا جوش کفر پرستی ہے رہا وہ مسئلہ جس کا استیصال مسٹر گاندھی  
چاہتے ہیں یعنی گائے کی قربانی اس کے متعلق اگر علماء سیاسی خاموش رہتے تو یہ ناقابل



خونگاہ نہ معلوم انہیں کیا سے کیا بنا دیتا لہذا اس پر فتوے ہوئے مضامین لکھی گئے  
 رسائل تصنیف کئے گئے اور یہ عجیب تماشا دکھایا گیا کہ گزشتہ سال تک گائے کی قربانی  
 ہندوؤں کے وید اور شاستر سے ثابت کی جاتی تھی لیکن جب ایک فرقہ کے امام مسٹر گاندھی  
 ہوئے تو ان کے گروہ کو اب عدم جواز قربانی کا قرآن و حدیث سے معلوم ہونے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء اور ان کے متبعین جب غالب ہوتے ہیں تو عوام اگر دین کے  
 خلاف کوئی کلر نکالنا چاہتے ہیں تو غالب گروہ ان کا گلا دبا دیتا ہے لیکن جب عوام غالب  
 ہوتے ہیں اور علماء اور ان کے متبعین مغلوب تو عالم جب کوئی بات دین کی کہنا چاہتا ہے  
 تو غالب گروہ یعنی عوام علماء کا گلا دبا دیتی ہیں یہ وہی زمانہ ہی جس کی خبر حدیث شریف میں  
 دی گئی ہے۔

جمعیت اسلامی کی تخریب | دوستو یہ واقعات و حقائق ہیں دشنام دہی و دہ رویا ہی کیوں نہ ہو  
 جو موالات کفار کی وجہ سے تم انوکھے دینداروں کے چہرہ پر چڑھ رہی ہے علماء سیاسی جس  
 بے حس کے ساتھ لیڈروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں وہ ان کی ایک ایک حرکت سے  
 نمایاں ہر جمعیت کے جس عالم نے اپنے ایمان پر بہت بڑا احسان کیا اس نے یہ کہا کہ  
 ہر سیاست میں مسٹر گاندھی کی پیروی کرتے ہیں ان کا کہنا مانتے ہیں لیکن مذہبی امور میں ہم  
 ہرگز ان کی بات نہ مانیں گے نہ اپنا مذہب چھوڑیں گے نہ احکام مذہبی میں کوئی تغیر و تبدل  
 کریں گے یہ کہا اور اپنے قوت ایمان کا متعدد اخبارات میں خوب ڈنکا بجایا۔

حالاں کہ جمعیت میں جو عالم شریک ہو جائے اس کی خالص توحید صلابت ایمان و شہادت  
 اسلام اور اخلاص عمل کے متعلق جملہ ادہام و شکوک کا استیصال ہو جاتا ہے نہ معلوم اگر کہیں  
 جمعیت کو اس کہنے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی جن اعمال و اقوال کا اس نے دُور میں



ایجاد ہو رہا ہے وہ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یا قرن اولیٰ میں ایسے علماء ربانی پائے جاتے تھے یا پھر اس مجلس میں جسے جمعیت العلماء کا لقب دیا گیا ہے۔

علماء جمعیت ناقص اس کے باور کرنے کی کوشش فرماتے ہیں یہاں شبہ کسے ہوا تھا جو آپ نے دفع و دخل مقدر کی زحمت اٹھائی خود آپ کی تحریریں اور آپ کے متبعین کے افعال و حرکات آپ کے ایمان و اسلام کا آئینہ ہیں۔

اسلام نے اپنے متبعین کو کفار سے بیگانگی کا حکم اس تاکید و مبالغہ سے دیا تھا کہ شریعتی امور میں بھی یہ ہدایت کی گئی تھی کہ کفار کی تقلید اس میں بھی نہ ہونے پائے وضع لباس شکل و صورت باطل و مشارب سلام و تحیۃ تعزیریہ و تنبیہ غرض جملہ شعبہائے حیات مسلم تقلید کافر سے محضون و محفوظ رہے چنانچہ آج تک مسلمان یہی جانتے تھے اور بقدر توفیق اسی پر اُن کا عمل بھی تھا لیکن اس دُور میں مسلمانوں کی عصبیت اس طرح فدا کر دی گئی کہ معاشرتی و تمدنی امور کا کیا ذکر دینی امور میں کفار کی تقلید کمال ارادت و عقیدت سے ہونے لگی اور اسے ایمان و اسلام کا لقب عطا کیا گیا۔

کننے والا منہ بھر کر کفر کا کلمہ کہتا ہی سامع اُسے سنتا ہے اور جوش طرب میں آکر رقص کرتا ہی علماء سیاسی دیکھتے ہیں سنتے ہیں لیکن کیس اپنے سکوت کیس اپنی مدہانت اور کیس اپنے قنادے سے ایجاد و کفر و کفر پر ترغیب و تحریص دیتے ہیں یہ وہی زمانہ ہی جس کے متعلق مسلم شریف میں روایت موجود ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یكون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تو نکم من الاحادیث  
حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال ہوں گے  
ہاں ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ تم نے کبھی سنا ہوگا

بِإِلَٰهٍ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ كَلَّا بَآءُكُمْ  
فَإِيَّاكُمْ دَايَاكُمْ لَإِضْلُوكُمْ  
وَلَا يَفْقَهُونَكُمْ ۝

نہ تھا ہے باپ کے کان آشنا ہوئے ہوں گے اپنی  
اُن سے اور اُن کو اپنے سے بچانا خبردار وہ تمہیں گمراہ  
نہ کرنے پائیں اور نہ تمہیں فتنہ میں ڈالیں۔

جس مہمان میں ایک ذرہ ایمان کا باقی ہے وہ دیکھ لے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے یا  
نہیں دیکھ لو ہندوؤں کے متعلق جس قدر احادیث و آیات قرآنیہ آج پیش کی جا رہی ہیں اس  
مسلمانوں کے کان کبھی آشنا ہوئے تھے تاریخ کی کتابیں موجود ہیں ہیں بتاؤ کہ کس جہلیا  
ہندوؤں کو مسلمانوں نے اپنا رہبر بنایا تھا مسلمانوں نے ہندوستان پر سات سو برس تک  
فرماں روائی و جہاں بانی کی ہے ہزاروں علماء اس خاک ہند سے پیدا ہوئے لیکن اس کا  
پتہ بتاؤ کہ کس صدی کو علماء نے کتنا ہند کو اہل کتاب قرار دیا رام لچمن پر پھولوں کا تاج  
مسلمانوں نے کس زمانے میں رکھا آج سے پیشتر جس قدر علماء کرام گزرے اُن کی تصانیف  
یا اُن کے حالات زندگی میں کہیں اس کا سراغ ملتا ہے اس طرح ہند پرستی تو اسی صدی  
کے مدعیان علم کے لئے مخصوص تھی تاکہ مخبر صادق کا ایک ایک حرف صحیح ہو جائے۔

**نبوت و سلطنت کا فرق** ابرو مال اس بحث کو چھوڑنے کا مصلحتاً طوطی کے ایک مستول بادشاہ  
ایک نبرد آزما فاتح یا ایک صاحب علم و فن ان سب کی حکومت دنیا کے لئے موجب ہلاکت  
و بربادی ہی اس لئے کہ ان سب کا نصب العین انسان کے جذبات و قوائے دماغیہ کا  
اپنی تحقیقات و اختراعات یا اپنے اختیارات و قدرتوں میں جذب کر لینا ہی لیکن نبوت  
و رسالت کا نصب العین انسان کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کرنا قوانین انسانی کی بندش  
سے رہا کرنا اور تقرب الی اللہ کا راستہ بتانا ہوتا ہی اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کی حکومت  
ہوتی ہی اُس کے خلق کئے ہوئے اعضاء و قوا اُسی کے فرمان کے بموجب حرکت کرتے ہیں

نشوونما پاتے ہیں خلاصہ یہ کہ انسان پر اس کے خالق کی حکومت ہوتی ہے نہ کہ خود انسان  
 ہی کی۔ قانون الہی یعنی کتاب آسمانی جو پیغمبر اپنے رب العالمین کی طرف سے لاتا ہے  
 اس کا نشر و تبلیغ اور اسی کے ماتحت انسان کے سارے شعبہائے زندگی کی تعلیم اس کا  
 مقصد ہوتا ہے قوانین الہیہ کی حکومت اور اس کے ماتحت زندگی بسر کرنے میں کوئی فرق  
 نہیں ہوتا شخص خواہ مفسد ہو یا سلطان ذی جاہ بدوی ہو یا مسکین جاہل ہو یا عطا دار ملکہ الہی  
 کی حکومت سب پر یکساں ہوتی ہے ہر ایک مسلمان اس واقعہ سے آگاہ ہو کہ فاروق اعظم  
 جیسا جلیل الشان خلیفہ جب کہ ایک مجمع عام میں مجمعہ کے روز خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور  
 مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے اسمعوا واطیعوا مسلمانوں سنو اور کما مانوں تو ایک  
 شخص کھڑا ہو کر بید مھرک کہدیتا ہے لا اسمع ولا اطیع نہ میں سنوں گا نہ کما مانوں گا  
 سوال ہوتا ہے کہ اس اعراض کی علت کیا جواب ملتا ہے کہ تقسیم کے وقت جو حد تہا ہے  
 حصہ میں آیا تھا وہ عبا کے لئے کافی تھا تم نے اپنی عبا کہاں سے پوری کی فاروق اعظم  
 کے بیٹے کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ میں نے اپنا حصہ باپ کی نذر کر دیا تھا اس  
 شہادت کے بعد معاملہ طے ہو جاتا ہے اور معترض مطمئن ہو کر یہ کہتا ہوا بیٹھ جاتا ہے کہ لاں  
 واطیع اب سنوں گا اور کما مانوں گا اسی روایت سے قانون الہی اور قانون شاہی کا فرق  
 تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایک اور واقعہ یاد کرو فاروق اعظم کے ایک  
 بیٹے پر ایسی خطا ثابت ہوتی ہے جس سے تعزیر شرعی اُن پر لازم آتی تھی فاروق اعظم پر  
 استماع جرم مکان تشریف لے جاتے ہیں بیٹے کو دسترخوان پر سے اٹھا کر کشاں کشاں مجمع  
 عام میں لاتے ہیں حد شرعی جاری ہوتی ہے ہنوز ضرب تازیانہ کی تعداد پوری نہیں  
 ہوئی ہے جو بیٹا پائیس سے بیتاب ہو کر پانی مانگتا ہے باپ اور بیٹے کی گفتگو حدیش کے

الفاظ میں سنئے۔

حتیٰ بلغ سبعین فقال یا ابت  
استقی شربة من ماء فقال یا بتی  
ان کان ربک یطهرک یتقیک  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربة  
لا نظماً بعدھا ابدآ یا خلاص  
اضربہ ۛ

جب سر کوڑے مارے جا چکے تو بیٹے نے کہا  
اے باپ تمہوڑا پانی پلا دیجے فاروق اعظم نے فرمایا  
اے بیٹا اگر خدا نے تجھے گناہ سے پاک فرما دیا تو  
جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے تجھے اپنا  
جام پلاؤں گے کہ جس کے بعد تو کسی پیاسا نہ ہو گا یہ جواب  
دے کر غلام کو حکم دیا کہ ہاں کوڑے کی ضرب بردہ کی کرو۔

جب بیٹے کی حالت بہت ہی زار ہو گئی تو اس وقت باپ بیٹے میں جو دوامی  
گفتگو ہوئی ہو اسے بھی سنئے۔

حتیٰ بلغ ثمانین فقال یا ابت  
السلام علیک

جب انہی کوڑے پڑ چکے تو بیٹے نے کہا کہ اے  
باپ السلام علیک رخصت ہوتا ہوں۔

فقال وعلیک السلام ان رایت  
محمد افاقر لا منی السلام وقل لہ  
خلفت عمر یقیر القرآن و یقیم الحدو  
یا خلاص اضربہ ۛ

فاروق اعظم نے فرمایا وعلیک السلام اے بیٹے اگر  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم سی نصیب تیرے من کرنا کہ  
اپنے عمر کو چھوڑا وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور حد  
شرعیہ کو قائم کرتا ہے اس کے بعد غلام کو حکم دیا کہ  
ہاں عدد پورا کیا جائے۔

پہلے واقعہ میں خود ذات امیر المومنین پر امتاب بھرے مجمع میں کیا گیا ہے اور آخر میں  
ایسا خفیف ہے کہ امیر المومنین کی ذات اور شان کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ ایسی  
ضعیف جرح کی حاجت ہی کیا تھی رعب شاہی اور داب جہاں داری لیے محض رض کو



گردن زدنی بتائے گا لیکن درگاہ نبوت کا تعلیم یافتہ ہیں بہ جہیں بھی نہیں ہوتا سنا  
خطبہ موقوف کر دیتا ہے اور مدعا علیہ کی حیثیت سے صفائی کا گواہ جب پیش کر لیتا ہے  
اور محضر ملین بھی ہو جاتا ہے تب خطبہ شروع کرتا ہی پھر یہ بھی دیکھو کہ آئندہ زندگی  
میں بھی کیوں اس کا گلہ اور شکوہ نہیں آتا۔

دوسرا واقعہ علم الہی کی ہمہ گیری کی ایک عجیب مثال ہے امیر المومنین ہیں اگر چاہتا  
بیٹے کے لئے کوئی سبب پیدا کر دیتا لیکن نہیں جذبہ احتساب کی یہ شدت ہے کہ مجرم کو  
پانی دینے کی بھی رعایت گوارہ نہیں ذرہ نظر بلند کیجئے اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم کے واقعات زندگی کو دیکھئے بیشمار مثالیں اس کی تمجید ملیں گی جس سے فرق ملک  
اور نبی کا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا محض تبرکاً و تینائیں دو واقعوں پر اکتفا  
کرنا ہوں جنگ بدر کا موقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثاروں کی صف ہما  
فی سبیل اللہ کے لئے آراستہ فرما رہے ہیں سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں  
ان کے پیٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر کی لکڑی سے چو کا دے کر فرمایا کہ صف تیار  
داخل ہو سواد عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے آپ نے تکلیف پہنچائی اس کا عوض  
دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے شکم مبارک سے اٹھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں  
کہ ہاں عوض لے لو سواد شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہیں اور جسم اطہر سے لپٹ کر عرض کرتے  
ہیں کہ یا رسول اللہ بے ادبی معاف ہو معرکہ سخت ہے دشمن کی فوج بیکراں پیش نظر ہے  
ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے مرتبہ شہادت عطا فرمائے تو اس کے جناب میں ایسا جسم لے کر پہنچا  
جو اس کے جیب کے جسم سے مس ہو ہی اسی کی برکت سے رحمت و مغفرت کی امید ہے  
کیا ایک سپاہی اپنے بادشاہ سے محض عام میں ایسا کرنے کی مجال رکھتا ہے کیا ایک

بادشاہ اس طرح حق البباد ادا کرنے پر اس خندہ پیشانی کے ساتھ آمادہ ہو سکتا ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔

دو سرا واقعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ آخری وعظ ہے جو آپ نے مرض وفات میں ارشاد فرمایا ضعف کا استیلا مسہے سر میں درد اس شدت کا ہے کہ پٹی سے سر مبارک باندھ دیا گیا ہے اسی حالت میں مسجد نبوی میں تشریف لا کر نمبر کو زینت و سعادت دی جاتی اُمت اپنے پیغمبر کی آخری وصیت سننے کے لئے بوقت درجہ جمع ہو رہی ہے جب مسلمان جمع ہو کر ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اُس وقت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر میں کسی کو مارا ہوں تو آج وہ شخص اپنا عوض لے لے اگر کسی کو گالی دی ہو تو وہ بھی اپنا عوض پورا کرے اگر کسی کا قرض ہو تو وہ اپنا مطالبہ پیش کرے حاضرین میں سے ایک شخص قین درہم کا مدعی ہوتا ہے جو علی الفور ادا کیا جاتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کا حقوق العباد کے متعلق اس طرح کتنا محض زبانی نہ تھا بلکہ عملاً اُسے کر کے دکھادینا تھا کہ جن احکام الہی کو اُمت تک پہنچایا گیا ہے خود پیغمبر کی زندگی انہیں احکام کی کس قدر تابع و مطیع ہے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحابہ و بارک وسلم دل چاہتا تھا کہ اس بحث کو اور کھول کر بیان کرتا اپنے آقا اپنے مولیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کھنے کی سعادت حاصل کرتا لیکن اس وقت چوں کہ کفار و مشرکین سے موالات کرنے والوں کی ہدایت منظور ہو اس لئے اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور لیڈران قوم سے نہایت عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ ایک سیاست اسلامی ہو اور ایک سیاست یورپ دونوں میں فرق آسمان و زمین کا ہے سیاست اسلامی عین دین و مذہب ہے اور سیاست یورپ سرتاسر کید و جمل۔

عود الی المقصود ہو سکتا ہو کہ ہماری تحریک نان کو آپریشن اصول یورپ کے موافق نہیں کامیابی کا یقین دلاتی ہو لیکن یہ کیا ستم ہے کہ تم اسے تعلیم دینی و مذہبی قرار دے کر سیاست اسلامی کو داغدار بنا رہے ہو ملک گیر اور داعی الی اللہ کا فرق مٹا رہے ہو وہ اصول جسے ایک ملک گیر اپنے دشمن و مقابل کے حق میں ردوار کتا ہے تم اسے تعلیم قرآن قرار دیتے ہو۔  
 فقیر کی یہی عاجزانہ التماس ہے کہ مسائل کی صورت مسخ نہ کیجئے شریعت کو یورپ کی پالیسی کا مرادف قرار دے کر اپنے ہاتھوں کا کھلونا نہ بنائیے جو کچھ تمہیں کرنا ہو اس کو شوق سے کرو روکنے والا کون ہے لیکن خدا کے لئے دین اسلام کو ذبح نہ کرو اپنے عروج اور چند روزہ عزت و وجاہت کے لئے قرآن و حدیث میں تحریف نہ کرو اسلامی مسائل کو اپنے حرص و آرزو کا شکار نہ بناؤ۔

جنگ بدر اور فتح مکہ کے واقعات گزر چکے خلافت فاروقی اور عبد بنوت کے بعض حالات بھی پیش کئے جا چکے اس پر بھی اگر تمہیں بادشاہت و نبوت میں فرق نہ معلوم ہو اور نان کو آپریشن و ترک موالات میں تم تمیز نہ کر سکو تو پھر تمہارے ایمان پر انا للہ وانا الیہ راجعون تلامذت کرنا چاہیئے۔

دوستو خدا کے واسطے اپنی جانوں پر رحم کرو اپنے اعمال قبیحہ احوال کفریہ اور تحریف مسائل شرعیہ سے توبہ کرو ایمان کی حقیقت سمجھو اور اس کی قدر پہچانو خدمت اسلام کا خدام اسلام سے طریقہ یکھو مشرک گاندھی اور ان کے ہنود پارٹی کا جام و لاکب تک پیتے رہو گے دنیا چند دست آخر کار با خداوند دست۔

ایک اور شبہ کا ازالہ اس جگہ ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ تحریکات جب کہ تحت احکام شرعیہ نہیں اور وہ امور جنہیں ترک موالات کہا جاتا ہے وہ ہرگز داخل موالات نہیں تو پھر آخر اس کی

کیا وجہ جو یہ تحریک عالم گیر ہو رہی ہے۔

اس شبہ کو دو جواب ہیں ایک کو محمل اور دوسرے کو کسی قدر مفصل بیان کرنا ہوں پہلا محمل جواب تو یہ ہے کہ اس تحریک میں حکومت و بادشاہت کی پاشنی دی گئی ہے مسلمانوں کی دینی زندگی اور اسلامی افلاق سے بیگانہ و شنی اور دنیا بلی میں غلو و انتہاک تو تھا ہی اُس پر جو حکومت کا سبز باغ لیڈروں نے دیکھا یا تو سب کے سب اس طرف ٹوٹ پڑے چھوٹوں کو بڑوں پر جاہلوں کو عالموں پر فراق کو پرہیزگاروں پر مُنہ آنے اور گالیاں دینے کا ایسا موقع کب ملا تھا خود دینی و خود رائی اور راج کی دکھائی ہے جس نے اس تحریک کو عالم گیر بنا رکھا ہے اس وقت اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خود حکومت ہند نے اپنے انداز مکرانی سے ہندوستانیوں میں ایسا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ ایک ادنیٰ اشارہ انہیں برا بیچ کر دینے کے لئے کفایت کرتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے۔

حکومتِ عام گلا [حکومت کے لئے] یہاں سیاست کا جزیت ضروری ہے وہاں عدالت کا عنصر اس میں زیادہ اہم و ضروری ہے ششہ کے بعد سے جس طرح کہ کام ہندوستان میں آتے رہ کر ان کی طرز عملداری میں سیاست کا جز اس قدر غالب ہوتا گیا کہ رفتہ رفتہ عدالت کا عنصر معدوم ہو گیا ہندوستانی آخر انسان تھے جب ضبط کھلا رہا تو ان سے فریاد کی آوازیں بلند ہونے لگیں اسی بزمِ فغاں کا نام کانگریس پنڈال ہے۔

فقدانِ عدالت کی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ ہندوستان کی آبادی اگر تقسیم کی جائے تو بہتستثناء بعض پانچ قسموں پر منقسم ہوگی تعلیم یافتہ ملازم پیشہ مزدور پیشہ زمیندار اور کاشتکار تعلیم پانے والوں کو یہ شکایت رہی کہ طریقہ تعلیم نصاب تعلیم اور معیار امتحان ایسا تباہ کن ہے



کہ یونیورسٹی سند فراغ جب ایک ہاتھ میں دیتی ہے تو اسی کے ساتھ صحت جسمانی و دماغی بھی  
 اوداعی مصافحہ کرتے ہوئے رخصت ہو جاتی ہے دولت کا ایک کثیر حصہ عمر کا بیش بہا زمانہ  
 تعلیم کی نذر ہو جاتا ہے اور پھر بھی قابلیت و استعداد سے ذہن نا آشنا و بیگانہ ہی رہتا ہے  
 طر فلی یہ کہ ان نقائص و شدائد کے ساتھ عمر کی پابندی ایک بلا انگیز بند و قید ہی سولہ برس  
 سے کم عمر والا ٹیک میں شریک نہو اور جس کی عمر پچیس برس سے متجاوز ہو جائے وہ صفیہ  
 ملازمت کی امید نہ رکے تعلیم کا ایسا طریقہ رکھا گیا کہ بجز دفاتر کی محوری اور پیشی کے کسی اور  
 کام کا سلسلہ ہی نہ آیا۔

امتحانات کی سختی کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ سینٹ ہال الہ آباد میں طالب علم  
 داخل ہوتا ہے پرچہ سوال کا ہاتھ میں لیتا ہے محنت سے خستہ دماغ پر ایسا زور پڑتا ہے کہ دفعۃً  
 پاگل ہو جاتا ہے اسی دیوانگی میں دو تین روز زندہ رکھ کر مر جاتا ہے اس طرح کا واقعہ مکرر  
 ہوتا ہے لیکن یونیورسٹی کا ظالم و خوشخوار دیوتا رحم کی طرف مائل ہوتا نہیں جانتا وہ طلبہ  
 جو اپنی آنکھوں کو روٹیٹھے یا وہ انگریزی خواں جن کا پھیپھڑا زخمی ہو گیا یا جنہیں صنفِ مرد  
 نے گوشہ گنہامی و ناکامی میں بٹھا دیا ان کا وجود شہر کے ہر محلہ میں موجود ہے تعلیم کو چسپی  
 رکھنے والے چلا تے ہیں لیکن ان کی آواز کی شنوائی نہیں ہوتی۔

نہ نصابِ تعلیم ایسا رکھا جاتا ہے جس کا پڑھنا اور یاد کرنا سہل ہو نہ طریقہ تعلیم میں وہ شان  
 پیدا کی جاتی ہے جس سے طالب العلم میں صحیح استعداد و قابلیت پیدا ہو نہ نوعیت امتحان میں  
 تغیر آتا ہے جس سے ہندوستانیوں کی صحت کو امان غیب ہو یونیورسٹیوں کا جب یہ بیدا  
 ہو تو پھر تعلیم یا ذہنی بھارت کا یہ کیوں لبریز نہو پچیس برس کے اندر جس خوش نصیب نے  
 یونیورسٹی کے دستِ قحط و سوز سے فراغت پائی تو اس نے ملازمت کی سلسلہ معینانی شروع

کی رہی تھی خفاک میں مارتے ہوئے جب کسی عہدہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو اس حالت میں گزرنے لگے کہ نہ پیٹ بھر کھانا نہ راحت رساں لباس تنخواہ ماہ بہ ماہ ملتی ہے لیکن باوجود انتظام میں روز سے زیادہ کفایت نہیں کرتی اس پر کام کا یہ عالم کہ باوجود اس کے کہ سارا دن کچری میں صرف ہوا پھر بھی شام کے وقت بتہ دبا کر گھر پہنچے نہایت راحت کے عوض چراغ کے سامنے دیدہ ریزہ و دماغ سوزی ہو رہی ہے یہ وقت ہے کہ دو آدمیوں کا کام ایک کو انجام دینا پڑتا ہے اور ایک کی تنخواہ دو آدمیوں کو ملتی ہے رشوت ستانی اور خامی اخلاق کی یہی تنگدستی بنیاد ہے اسی کے ساتھ اس قدر اور شامل کر لیجئے کہ اعلیٰ عہدہ و منصب اور ایسے امتحانات کی سندیں جن سے اعلیٰ عہدہ کا استحقاق ہو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لئے ممنوع رہا انصاف شرط ہے کہ ایسی صورت میں ملازم پیشہ اپنے سینہ میں وسعت کہاں سے لائے۔

(۵۴) زمینداروں کا یہ حال ہے کہ قانون کی بندش میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ کاشتکاروں سے کچھ بول نہیں سکتے رعایا ہر کہ سر پر چڑھی آتی ہے اس پر تحصیلدار اور نائب تحصیلدار کا دورہ اور بھی زمینداروں کو پیٹھے ڈالتا ہے جہاں تفصیل کا دستور نہیں ملے بندوبست دوام ہے وہاں سرے بھیج کر زمینداروں کوخت و شکستہ کر دیا گیا۔

قانون ایسے پر پیچ بنائے کہ کاشتکار زمیندار سے اور زمیندار کاشتکار سے برابر گنتا رہے کھریوں کی ساری رونق زمینداروں اور کاشتکاروں کے تنازعات کی بدولت ہر اسی تنازع کا نتیجہ ہے کہ کاشتکار راحت ورفاہیت کی زندگی بسر کرتا ہے نہ زمیندارین سکھ سے بیٹھنے پاتا ہے اس بے چینی اور بد مزہ زندگی نے زمیندار اور کاشتکار دونوں کو بد دل بنا رکھا ہے۔

علاوہ ازیں روزمرہ کے معاملات میں ہندوستانیوں سے ایسا ذلیل و خوار بنا دیا جاتا ہے کہ جذبہ غیرت ہل کر خاک سیاہ ہو جاتا وہ اجتماع جس کی غایت ہم نوالہ ہم پالہ ہوتا ہے اس میں بھی تلخی و خشکی ایسی ہوتی کہ لقمہ گلو گیر ہو جاتا ریل کا سفر جس میں ہر ایک مسافر کی حیثیت مساویا نہ ہوتی ہے وہاں بھی تفضیح و توہین کا عمل بکثرت پیش آیا کیا غرض رب ذواب قائم رکھنے کے لئے اس افراط سے کام لیا گیا کیسویلیں کی ہر ادا اس کا مبلغ درس دیتی تھی کہ تم جب ہندوستانی ہو تو پھر تمہیں قالب بیجان ہو کر میری غلامی کر لئے زندہ رہنا چاہیے یہ تسلیم کہ تم نے یونیورسٹی کی سند حاصل کر لی انکلینڈ بھی ہو آئی بیروٹری کی سائنٹلک و دیگر ملی سندیں بھی یورپ کی یونیورسٹیوں سے حاصل کر لیں لیکن آخر ہو تو ہندوستانی لہذا اپنے احساسات و حیات کا ہمارے سامنے نام لینا جرم عظیم سمجھو دالیان ملک کے ساتھ قطع نظر دیگر حالات صرف ریزیڈنٹ صاحبوں کے غیرت سوز و تھا ہی ہر خوشگواہی کے منقطع کر دینے کے لئے کافی تھے یہ حالات و واقعات ایسے نہ تھے جو عام بے چینی پیدا کے بغیر رہ سکتے۔ جب ضبط کا یا رانہ رہا تو کانگریس میں رزولوشن پاس ہونے لگے اور ہندو اخبارات اس کی تائید و نشر میں معین و مددگار ہوئے اگرچہ چشم نمائی کا سلسلہ مسلسل جاری رہا لیکن کانگریس کی الاپ بڑھتی ہی گئی واقعہ پنجاب سے ذہت یہاں تک پہنچی کہ سرنیں یا سرو ہی نہیں۔

مسلمانوں کا مخصوص گمہ [مذکورہ بالا نکاتیں یہی تھیں کہ جن میں ہندو اور مسلم دونوں قومیں بحیثیت مساوی فریاد دی و ماحمی تھیں لیکن مسلمانوں کی افسردگی کے وجہ وہ کچھ ان سے ماوراء بھی ہیں۔ (۱) ہندوؤں نے کانگریس قائم کی گورنمنٹ کا منشا اس کے خلاف تھا مسلمانوں نے گورنمنٹ کا ساتھ دیا اور نہایت زور و قوت سے کانگریس کی مخالفت کی جس کا یہ اثر تھا کہ

کاٹگریس کا پنڈال ہمیشہ مسلمانوں سے خالی دکھائی دیا۔

(۲) گورنمنٹ نے تحفظ ہندو غیرہ کے نام سے جس قدر قانون وضع کئے ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے گورنمنٹ کی تائید میں اپنی آوازیں بلند کیں عام مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ قانون کی سختی سے وہ ڈرے جس کے دل میں چور ہو تم خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہو آں را کہ حساب پاک ست از محاسبہ بہ پاک۔

(۳) گورنمنٹ نے قانون مطیع پاس کیا ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے یہاں بھی تائید ہی کی لیکن ان سارے موافقات و تائیدات کا صلہ یہ تھا کہ اخبارات ان کو بندھے دیر ان کے قید ہوئے ضمانتیں ان کی ضبط کی گئیں حقوق ملکی میں یہ پس پشت ڈالے گئے (۴) ان سب بڑھکر مسجد کا پنور کا واقعہ ہے جس میں مسلمانوں کی مذہبی توہین کی گئی مسٹن صاحب اپنے نام سے ایک سڑک بنانا چاہتے ہیں اُس کے دوست و استوار کے لئے مسلمانوں کی مسجد شہید کر دی جاتی ہے۔

مسلمانان ہند نے اپنی فریاد لندن تک پہنچائی لیکن مسٹن صاحب کی ضد کچھ ایسی ذہنی جو مسلمانوں کی فریاد کی شنوائی ہوتی یہ معاملہ کس قوم کے ساتھ ہوا اور اس نے کیا اثر پیدا کیا اس کے لئے صفحات تاریخ میں سے اس واقعہ کو پڑھ لیجئے۔

جامع مسجد دمشق سے متصل ایک گرجا تھا جس کا نام یوحنا کا گرجا تھا امیر معاویہ کے زمانہ میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ گرجا مسجد میں شامل کر لیا جائے ورنہ مخالفت نے نصیب لے کر طلب کیا وہ دینی پر راضی نہ ہوئے ضرورت ملتی رہ گئی۔

عبدالملک بن مروان نے اُس ضرورت کو اپنے عہد میں پورا کرنا چاہا اور خواست کے ساتھ رقم کثیر بھی اُن کے سامنے پیش کی لیکن عیسائی پھر بھی راضی نہ ہوئے ضرورت



لمتوی کر دی گئی۔

اب زمانہ ولیدہ کا آیا اس نے بھی زرخیر پیش کیا اور گرجا عیسائیوں سے طلب کیا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے ولید نے غصہ میں جھلا کر کہا کہ اگر بزور لے لوں تو کیا کرو عیسائی بولے کہ جو شخص گرجا توڑتا ہے وہ پاگل یا کوڑھی ہو جاتا ہے اب ولید کا غصہ بھڑکا خیال گزرا کہ کیسے لوگوں میں یہ دہم عقیدہ کا مرتبہ نہ حاصل کر لے خود ہی ولید نے کڈال لے کر گرجا کی دیوار دھانی شروع کر دی عیسائی اپنا سامنے کر رہ گئے اور گرجا شامل مسجد ہو گیا۔ جب زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا آیا عیسائیوں نے استغاثہ دائر کیا کہ ہمارا اگر گرجا زبردستی چھین کر شامل مسجد کر دیا گیا ہے تحقیقات ہوئی واقعہ صحیح ثابت ہوا حکم ہوا کہ اس حصہ مسجد کا توڑ کر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔

مسلمان بیتاب ہوئے کہ جس زمین پر برسوں اذان پکاری نمازیں پڑھیں اب وہ پھر گرجا ہوئی جاتی ہے لیکن بیتاب ہو کر کیا کر سکتے تھے جب کہ امیر المومنین کا حکم نافذ ہو چکا تھا آخر انھیں عیسائیوں کی خوشامدیں کیں اور غوطہ کے کُل گرجے جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے وہ سب عیسائیوں کو دیدیئے تب عیسائی راضی ہوئے اور مسجد قائم رہی۔ مسلمانوں نے گرجاے کراچی مسجد وسیع و مستوی بنائی تھی عیسائی معبد کو اسلامی مسجد کر لیا تھا اس سے زمین کی صفائی اور پاکی میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں آتا تھا مگر صرف اس خیال سے کہ عیسائیوں پر زبردستی نہ ہونے پائے دو بادشاہوں نے اپنی خواہشگاری طلب کا رائیگاں ہونا پسند کیا لیکن عیسائیوں کی دل آزاری روانہ رکھی ولید نے بیشک قبضہ کر لیا لیکن یہ نتیجہ اُن کے سوا کلام کا تھا جس سے اعتقاد کا خطرہ تھا لیکن جب زمانہ عمر بن عبدالعزیز کا آیا تو نہایت فیاضی سے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ صادر کیا گیا مثنیٰ اور اُن کے حامی

اس واقعہ کی طرف نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ قوم جس کی مسجد شہید کی جاتی ہے اُس نے اپنے  
ایام سلطنت میں عیسائیوں کے ساتھ کیا کیا تھا اور آج اُس کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟ کئی قوت  
مسلمانوں کی قوم بھی طاقت و قوت رکھتی تھی ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ سارا یورپ اُس کے  
چشم دابرو کے اشارہ پر چلنے کے لئے کمر بستہ و آمادہ تھا بہت بڑی عیسائیوں کی آبادی  
مسلمانوں کی رعایا بن کر صدیوں تک زندگی بسر کرتی رہی ہے آج اُس قوم کے بے شمار  
احزانوں کا اگر عرض آپ ادا نہیں کر سکتے تو کم از کم اُسے تختہ مشق ستم تہہ بنائیے۔  
بیشک مسٹن روڈ بن کر تیار ہو گئی اور مسٹن صاحب کو اس کی خوشی بھی ہوئی کہ ان کے  
نام کی ایک سڑک یادگار رہی لیکن یہ یاد رہے کہ اس سڑک کا نام جب تک باقی ہے  
شہید مسجد ہر اُس سڑک کے گزرنے والے کو آپ کی بیداد اور اپنی مظلومیت و شہادت  
یاد دلاتی رہے گی۔

حیف صدیف سڑک کی وسعت دیکھی گئی لیکن مسلمانوں کی تنگ دلی کا لحاظ نہ کیا  
گیا سو سڑکیں تنگ ہوں لیکن رعایا کا دل جب کشادہ ہے تو کیا مضائقہ۔

سڑک پیچ در پیچ خم در خم ہو مگر رعایا کے قلوب در و باطن راست و متقیم ہوں لطف  
حکومت و فرماں روائی ہے آپ نے سڑک بید می بنائی لیکن قلوب منحرف ہو گئے آپ نے  
سڑک میں وسعت پیدا کی لیکن قلوب تنگ ہو گئے۔

اس واقعہ نے مسلمانوں کو بت ہی بایوس کر دیا تھا لیکن پھر بھی ضبط و تحمل سے کام  
لیئے رہے فتنہ و فساد مسلمانوں کی سرشت نہیں اس لئے خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے اگرچہ  
مسلمانوں کے لیڈر جو معاملہ مسجد کان پور میں سرگرم کار تھے کسی مخفی دلتوازا اثر سے متاثر ہو کر  
اسٹن ایک مخالطہ آئینہ صورت بنام مجلس ایسی پیش کر دی کہ عوام یہ سمجھے کہ مسجد کا حصہ محفوظ

رہ گیا اور سٹن صاحب کی ضد پوری ہو گئی۔

قیدی رہا کر دیئے گئے اور اس مسرت میں بڑی شاندار گارڈن پارٹی مسلمانوں کی طرف سے آراستہ کی گئی عالم صاحب فتوے دے کر انگریزوں کے منظور نظر ہوئے اور جنٹلمن صاحب اسی ہزار کی تصیلی لے کر کامیاب واپس ہو گئے افسوس اس کا ہے کہ عالم صاحب کو بجز ایک نگاہ شاہباش سٹن صاحب کی جناب سے اور کچھ نصیب نہوا لیکن اصل حقیقت کب تک چھپی رہتی آخر سچے مسلمانوں پر کھل کر رہی۔

(۵) افسردہ و پشیمردہ کر دینے والے واقعات ہندوستان میں ہو ہی رہے تھے جو خلافت کے متعلق لائڈ جارج وزیر انگلستان نے اپنا فیصلہ شائع کیا اس فیصلے نے کھلے لفظوں میں یہ بتا دیا کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ پوری قوم مسلم خواہ وہ کسی سرزمین یا بستی ہو وزیر انگلستان کے خیال میں ایک سرد لاٹش ہے جسے پیوند خاک کر دینا چاہئے یہ مسئلہ خلافت مسلمانوں کی قیامی کی سب سے زیادہ قوی ملت اُن کی یہی مذہبی ذمہ داری ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ اس کی کچھ تفصیل کر دی جائے تاکہ عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے اضطراب کی حقیقی علت معلوم ہو جائے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو حق سبحانہ نے خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند فرما دیا اب محال قطعی ہے کہ کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو ہی طرح شریعت محمدی کو خاتم الشرائع اور ہر پہلو سے کامل و تمام فرما کر اس سے آگاہ کر دیا کہ قیامت تک یہی شریعت قائم رہے گی کسی نئی شریعت کا نزول نہ ہوگا۔

پس ایک ایسی شریعت جسے قیامت تک دنیا میں قائم رکھنا تھا اُس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس خاکدان عالم میں جہاں فرزند آدم بستے ہیں نہ کہ ملک و فرستہ

اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ مذہب کا بازو سیاست سے قوی کر دیا جائے۔  
 یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ جو مذہب اپنی حفاظت میں کر سکتا یا اپنی مامون زندگی  
 کے لئے طاقت روا نہیں رکھتا اس کا وجود محالات عادیہ میں سے ہو ایسا مذہب غلط  
 خیال سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ہاتھ جس میں اخلاق حسنہ کی کتاب ہو محفوظ و قائم  
 اسی وقت ہوگا جب کہ دوسرے ہاتھ میں خوشچکان شمشیر بھی نظر آرہی ہو مذہب اسلام  
 پاکیزہ سے پاکیزہ تر اخلاق کی ہمیں تعلیم بھی دیتا ہے اور پھر ارتکاب جرائم پر مدد و تیز  
 سے سد باب عصیاں بھی کرتا ہے اس کی تبلیغ کیسے دیا رسیف و سنان مہینہ دوسرہ  
 بن کر حمایت و حفاظت میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں قلب سلیم کے لئے تذکیر و موعظہ ہے  
 اور مفیدین و اعدا کے لئے تیغ جوہر دارہ

آں کہ میگویند آں بہت زر حسن

یا رما این دارد و آں نینزہم

اسلام کے محفوظ و مامون رہنے کے لئے تین اصول قرار دیئے گئے پہلا اصل  
 یہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہونا چاہیے دوسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام کا ایک امیر  
 ہونا چاہیے تیسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام پر ایسی قوت مجتمع رہے کہ کوئی بداندیش  
 نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرے۔

حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً مرکز اسلام قرار  
 پائے جزیرۃ العرب کے شمول سے مرکزی مقام کا استحفاظاً تصرف اغیار سے پورا کر دیا  
 لیا ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مرکزی کے امیر اور مسلمانوں کے ہر طرح  
 کی حاجتوں کا مادا و ملجاء سارے کلمہ گو مسلمان مرکزی مقام اور امیر مرکز کے خادم و مطیع



قرار پائے۔

کتب احادیث و سیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ شریعت کی روشنی  
اُسی ذات پاک سے تھی تزکیہ نفس اُسی رُوح پرورد کے انفاس قدسیہ سے تھا میدانِ جنگ  
میں وہ سپہ سالار تھا انتظامات ملکی میں ایک بڑا مدبر سلطان تھا نزاعات باہمی و مناقشات  
کے فیصلہ میں ایک بے نظیر حاکم عادل تھا۔

غرض کہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت و حاجت ایسی نہ تھی جس میں بجز اپنے پیغمبر کے  
کسی اور طرف وہ متوجہ ہوتے جب یہ مجمع الانوار عہد ختم ہو گیا اور پیغمبر نے اپنی امت سے  
پردہ کیا تو تعلیم گاہ نبوت کے ارشد تلامذہ یعنی خلفاء اربعہ کا زمانہ نوبت بہ نوبت اسی  
جامعیت کے ساتھ اُفت محمدی کی نگہبانی کرتا رہا۔

ہاں جب بنو امیہ کا عہد آیا تو اُس وقت بارگاہِ خلافت میں یہ جامعیت باقی نہ رہی  
معاشر غلیظ کی بارگاہ میں لے جاتا معا د ائمہ اہل بیت کے آستانوں پر حاضر کرتا تھا اور  
مسائل شرعیہ کے لئے محدثین و فقہاء کا حلقہ درس تھا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت و خدمت اُس وقت  
بھی ائمہ دین و عامہ مسلمین نے اپنے اوپر واجب ہی سمجھی جس وقت کہ بارگاہِ خلافت  
جامعیت مٹ چکی تھی اس کے وجوہ و دلائل جسے دیکھنے کا شوق ہو وہ فقیر کا رسالہ البلاغ  
مطالعہ کرے اس مقام پر محض سلسلہ سخن قائم کرنے کے لئے اس قدر کہہ دینا ضرور تھا کہ  
وہ شمیر اسلامی جس کے سایہ میں بیٹھ کر علماء رفیعہ و حدیث کا درس دیتے صوفیہ تزکیہ  
نفس و صفائے باطن کی تعلیم فرماتے اُس کا قائم و باقی رکھنا جملہ مسلمانانِ عالم پر  
فرض کفایہ ہے۔

سلطنت ترکی اس وقت تک مسلمانان عالم کی طرف سے ان کے سارے فرائض  
 و تحفظ دین سے متعلق تھے ادا کرتی تھی مرکزی مقام جس کی خدمت فرض کفایہ ہے سلطنت  
 ترکی ہی نے اسے اپنے ذمہ لے لیا تھا ساری دنیا اپنے قصر و ایوان باغ و ریح کی تمیر  
 و زین میں مصروف تھی لیکن سلطنت عثمانیہ کا تاجدار بیت اللہ و مدینۃ الرسول کی خدمت  
 میں مشغول تھا۔

حریم شریفین کا انتظام ان مقامات کی تحسین و تزئین قنادیل کا روشن کرنا ائمہ  
 و موزنین و مفتیان دین متین کی خدمت حکام سیاسی انتظامی کا تقرر و تنخواہ سب خزانہ  
 سلطانی سے ادا ہوتا رہا غلاف خانہ کعبہ کی تیاری اور اس سنت رسول کے قائم رکھنے کی  
 سعادت اُنسی کنصیب ہوتی رہی خلیفۃ المسلیین نے اس میں کبھی کوتاہی کی نہ کبھی مسلمانوں کی طرف  
 استمداد کا ہاتھ بڑھایا ان کے مال و دولت کو اُس نے انھیں کے لئے چھوڑ دیا تھا جس طرح  
 خدمت حریم شریفین فرض کفایہ ہر اسی طرح اُس کی محافظت بھی فرض کفایہ ہے  
 اس وقت کہ خلافت عثمانیہ کو چھ صدیاں گزر چکی ہیں کوئی بتائے کہ بجز خلیفۃ المسلیین کے  
 کس نے مرکزی مقام کی حفاظت میں اپنا خون بیدریغ بہایا ہے خلیفۃ المسلیین نے حفاظت  
 کی خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مسلمانان عالم کو اس فرض سے ایسا شکر و شکر و یادگار ان کے  
 لئے راحت رساں مکاؤں میں عیش کی فرصت تھی لیکن اُس کے لئے میدان جنگ تھا اور  
 دشمنوں کا مقابلہ خویش اقربا یا رواجاب زن و فرزند کے اجتماعی معاشرت سے ہم لطف  
 لیتے رہے لیکن وہ خدا کی راہ میں اپنا گلا کٹا کٹا کر اپنے بچوں کو یتیم بیویوں کو یوہ بناتے  
 نوجوان والدین کو داغ مفارقت دے جاتے ہم راتوں کو ٹنگہ کی نیند سوتے تھے لیکن  
 انھیں توپوں کی گرج اور بندوقوں کی سہناک آوازوں کے ساتھ اعزہ و احبا کے گھٹنے

اور دم توڑنے کی حد تک سے مُلت نہ تھی، ہم نرم بستر اور گرم لحاف میں لیٹ کر راحت کے مزے لوٹتے لیکن وہ تھے کہ خاک و خون میں برابر ترپتے رہے چھ سو برس سے خلافت عثمانیہ مسلمانوں کے گوناگوں خدمات اسلامیہ کی ضامن و کفیل تھی۔

بیادہ بنی فوج کی پسالاری لوہار جہاد کی علم برداری رفاہ حجاج کے کھانے کا انتظام ستایہ حجاج کے پانی کی بیل یہ جملہ امور بارگاہ خلافت ہی سے سرانجام پاتے تھے آج اُس کی ہستی فنا کر دی گئی مسلمانوں کا ایسا محن مثلاً دیا گیا آستانہ نبوت کے خادم کا گلا گھونٹ دیا گیا پھر مسلمان بے بین بنوں تو کیا ہوں۔

کسی کا بگڑ گھڑے کر دیا جائے قلب پاش پاش کر دیا جائے جسم ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور پھر اُس سے یہ پوچھا جائے کہ تو ترپتا کیوں ہے یہ عجیب بیرحمانہ اور حیرت انگیز طرز کلام ہے۔ فرض کر لیجئے کہ اس وقت مسلمان بے حیائی اور بیدردی کے مجسمہ بن جائیں اور سب کے سب خاموش و ساکت ہو جائیں تو اس سے صورت واقعہ اور نفسِ مسئلہ کیوں کر بدل جائے گا اگر خمدرد و دواشل کو کین و غیرہ گلے پر مل دی جائے اور پھر دادرے بیہوشی لگھا کر کوئی مہربوش کر دیا جائے اس کے بعد اُس کا گلا کاٹ دیا جائے سر تن سے جدا کر دیا جائے تو بیشک مقتول نہ وادیا کرے گا نہ ترپے گا لیکن اُس کے سر بُدھ ہونے سے انکار کیوں کر کیا جائے گا۔

یہ مسئلہ ابھی کہ چکا ہوں کہ مقامات مقدسہ کی خدمت اور حفاظت دونوں مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب اُس کا خادم و محافظ نہ رہا تو یہ فرض اب سارے مسلمانانِ عالم کی گردن پر ہے جب تک وہ اسے انجام نہ دیں گے اس فرض کا مطالبہ برابر ان سے متقاضی رہے گا یہ ہونیس سکتا کہ لیت و لعل اور تن آسانی و تن پردری کے اعذار بارہ

پیش کر کے اس فرض سے بیکدوش ہو جائیں۔

یہ مسئلہ بالکل قطعی ہے کہ نصب امام امت پر واجب ہر شرائط امام میں تو اہل تشیع کے روئے  
کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن نصب امام کے واجب ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں رہی  
تو دفاعی اُس کا ہمہ وقت موجود رکھنا فرض ہے اس سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اسی جگہ ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے خلافت بمعنی نیابت نبی جسے امامت کہہ سکتے  
ہیں بعد امام حسن علیہ السلام حضرت عمر بن عبدالعزیز میں پائی گئی ان نفوس قدسیہ کے سوا

جس قدر خلفا بنو امیہ یا بنو عباس میں گزرے ان میں سے کسی کی بھی خلافت امامت کہہ سکتی  
کے معنی میں نہ تھی یہ سب اسلام کے قوت دفاعی تھے انھیں خلیفہ جو کہا جاتا تھا اور ان کی امت

جو ضروری سمجھی جاتی تھی وہ محض اسی وجہ سے کہ شیعہ اسلامی کے یہ محافظ تھے اور عین شیعہ  
کے خادم مرکزی مقام کی سیادت اور خدمت و حفاظت ان سے متعلق تھی جب خلفائے

عباسیہ کا عہد تمام ہو گیا اور یہ نعمت باسعادت خاندان عثمان میں آئی تو اب مسلمانوں پر  
ان کی اطاعت واجب ہوئی یہ مسئلہ نہ تو اجتہادی ہے نہ اس میں ظن و احتمالات کی گنجائش

ہے بلکہ یہ قطعی و یقینی اور ضروریات دین میں سے ہے کہ مسلمانوں پر حرمین شریفین کی قوت  
فرضی اور ایسی قوت کا قیام رکھنا جو احداً اسلام کو ان مقامات مطہرہ سے دفع کھینکے

یہ بھی فرض ہے اس سے انکار کرنے والے کا وہی حکم جو فرضیت نماز کے منکر کا حکم ہے  
خلافت عثمانیہ بمعنی امامت کہہ سکتی ہے لیکن قوت دفاعیہ ہونے میں کے مجال دم زدن

جنگ یورپ نے جب کہ اسلام کی قوت دفاعی کو فنا کر دیا تو اب مسلمانوں پر یہ فرض  
ہو گیا کہ اُس قوت کو وہ پیدا کریں انگلستان کے وزیر اعظم اور اُس کے حواریوں کو یہ ہرگز

بولنا نہ چاہیے کہ یہ وہ فرض ہی جو ادا ہو کر رہے گا۔



یہ ایسا فرض نہیں جو کسی خاص خطہ پر بسنے والے مسلمانوں ہی کا فرض ہو اور پٹے خود ہی سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے یہ تحریک عام عالم اسلامی میں پیدا کر دی کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی رہتے اس فرض کے ادائیگی کے لئے آمادہ ہو جائے۔

رہا انجام سو خواہ موجودہ نسل مسلمانوں کی اسے انجام دے یا قیاد مطلق کسی اور قوم کو دائرہ اسلام میں لاکر اس خدمت کی سعادت بخشی یا آئندہ آنے والی نسل اس برکت کی حاصل کرنے والی ہو یہ ایسا فرض نہیں جسے مسلمان بھول جائیں یا ان کا رب انہیں بھولنے دے لائدہ خارج یہ دل کا خار ہے اس کی ٹیس اُس وقت تک بتیاب رکھے گی جب تک یہ کاٹا نکل نہ جائے۔

(۶) مسلمانوں کے مذہب نے انہیں یہ بتایا ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرے گا تو یہ ایک ایسا گناہ ہو گا کہ اس سے بڑا گناہ صرف کفر ہی ہے لیکن یہی قتل جب کہ اس وجہ سے عمل میں آئے کہ کسی قوم کا فر کا غلبہ مقصود ہو اور مسلمانوں کے مقبوضات کو محرمات کفار میں شامل کرنا منظور ہو تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ کفر ہی ہے ایک مسلمان جب کہ کسی مسلمان کی زمین لیلے یا اُس کے ملک پر فوج کشی کرے تو یہ جرم عظیم ہے لیکن مسلمان سے چھین کر کا فر کو متصرف کر دینا نہ صرف ایک مسلمان کی حق تلفی ہے بلکہ متقوق مذہب کا اٹلاف ہے اور اسلام کے تصرف سے نکالنا ہے یہ دین کا ایسا سچا اور کھرا مسئلہ ہے جس کا صریح دہین حکم کلام پاک میں موجود ہے لیکن سلطنت برطانیہ جب کہ خلافت سے برسرِ جنگ ہوئی تو مسلمانوں سے روپیہ قرض کے نام سے لیا انہیں فوج میں بھرتی کیا اور مقامات مظہرہ میں لے جا کر اُس پاک سر زمین کو واجب التخلک باشندوں کو جو خلافت کے جاں نثار تھے ان کے ہاتھوں سے قتل کرایا گیا۔

مسلمانان ہند جو سرتاسر افلاس کے شکار ہو رہے ہیں اگر ان سے روپیہ نہ لیا جاتا اور ان کی جماعت مقامات مقدسہ پر جنگ کے لئے نہ بھیجی جاتی تو برطانیہ کے فوج و فوجیوں میں کیا کمی آ جاتی لیکن انھیں مردہ قوم سمجھ کر ان سے صریح مذہب کے خلاف تعمیل کرائی گئی یہ اندوہناک غم ہر ذی فہم کے دل پر رہا۔

(۷) سلطنت برطانیہ کے فتح کی خبر سنا آئیں جشن منانے پر مسلمان بھی مجبور ہوئے بعض عمال سرکاری نے اپنی اظہار کارگزاری کے لئے مسلمانوں کو ایسا مجبور کیا کہ گلی کے چرائے جلوائے درگاہوں پر چادریں پڑھائیں اور روپیہ انھیں مصیبت زدوں سے لیا اخبارات میں یہ واقعات آتے رہے لیکن کسی افسر اعلیٰ نے یہ نہ پوچھا کہ تم نے کیا کیا اور کیوں کیا۔

رعایا بادشاہ کی خوشی سے خوش ضرور ہوگی بشرطیکہ مذہب تصادم نہ ہو یہ خوشی ایسی تھی کہ مسلمانوں کے لئے انتہائی بزم ماتم کا دن تھا رعایا ہونے کی حیثیت سے اگر انھوں نے نالہ و شیون نہیں کیا تو ثبوت وفاداری کے لئے یہی بہت کافی تھا لیکن انھیں پیش و طرب پر مجبور کرنا شاعروں سے قصائد لکھوانا زخمی دلوں پر چوک چھڑکانا تھا اہل درد و تڑپ کر رہ گئے۔

(۸) یورپ نے اس جنگ کو حرب صلیبی قرار دیا فیصلہ جنگ کرتے ہوئے ترکوں پر ایسے اتہامات و الزامات عائد کئے جس سے سخت توہین مسلمانوں کے مذہبی گروہ کی ہوتی ہے اس سے مسلمانوں کے دلوں پر اور بھی چوٹ لگی۔

(۹) اگر دوران جنگ کے سارے واقعات ایک پلہ میں اور لائد جارج کا تلخ جواب بعد مواہید شیریں دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو بھی دوسرا پلہ بھاری رہے گا اس حقیقت کو

فراموش کیوں کر کیا جائے کہ ایک انسان اپنے قول و وعدہ کو سچا اور موثق ثابت کرنے کے لیے جو کچھ کہہ سکتا ہے ایام جنگ میں وزیر اعلیٰ نے مقامات مقدسہ کے متعلق وہ سب کچھ کہا پھر ان مواعید کی اس طرح تکرار کی گئی کہ اس سے زیادہ تکرار کسی سلطنت کے ذمہ دار نے کبھی نہیں کی ہے لیکن جنگ کے بعد جیگر خراش کلمات کے گئے اور جس طرح استبدادیوں نے خلافت کے مفروضے اپنی سلطنتوں میں پیوند کر لئے اس سے جو کچھ اضطراب اور لوازم اضطراب نہ پیدا ہو جائیں وہی تعجب ہے۔

ان مواعید کے علاوہ جو لندن سے پیام و زرد بن کر آئے خود ہندوستان کے سارے ذمہ دار افسروں نے ہر جگہ مسلمانوں کا مجمع کیا اور یقین دلایا کہ اس وقت لڑائی ہو پڑی ہے جب ختم ہو جائے گی تو فیصلہ کے وقت خلافت کا اقتدار اور اس کی قوت علیٰ حال برقرار رکھی جائے گی لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ ناقابل فراموش میرحی دے اعتمادی کی خود اپنی نظیر ہے۔

وزیر اعظم کا یہ گنا کہ مقبوضات خلافت جب کہ فاطمہ حنیثیت سے حاصل کرے گئے تو پھر ان کی واپسی کیوں کی جائے یہ عجیب طرز استدلال ہے۔

کیا مسلمانان ہند سے جو وعدہ ہوا تھا اس کا ایفا اس وقت ہوتا جب کہ ترک غالب و فتح ہوتے مغلوب و ہزیمت خوردہ قوم کا فاتح و منصور کو ملک واپس کر دینا ایسی عجیب منطق ہے جسے دماغ وزارت ہی سمجھ سکتا ہے۔

تخلف وعدے کی ایک وجہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں دیگر دول بڑے بی شریک و شامل تھے و ملت عثمانیہ کے حصے ہر ایک کی قسمت میں آئے ہیں شریک میں سے کوئی بھی جب کہ واپسی پر راضی نہیں تو پھر میں اپنا حصہ کیوں واپس کر دوں۔

اس کے جواب میں یہ بحث فضول ہو کہ واقعہ کیا ہے لیکن اس قدر گزارش کی اجازت دیجئے کہ وعدہ تو آپ کا اور آپ کے ہم قوم حکاموں کا تھا نہ کہ دوسرے فرانس و غیرہ کا اُن کے وعدہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہم تک پہنچے تھے آپ اپنا وعدہ وفا کریں دوسروں سے آپ کو کیا غرض۔

لائڈنجا براج اس سوال کی اجازت دیجئے کہ ہندوستانیوں نے روپیہ آبنما کی بند کیا تھا یا دیگر دول یورپ کے سامنے پیش کیا تھا ہندوستانی آپ کے محکوم ہو کر آپ کی طرف سے گلا کاٹنے لگے تھے یا فرانس و روس کے ہمدرد بن کر قربان گاہ میں پہنچے تھے اُس پر فتن زمانے میں مسلمانان ہند کی خاموش اطاعت نے آپ کے محروسہ و مقبوضہ ہند کو آپ کے قبضہ میں برقرار رکھا یا اس اطاعت گزاروں سے فرانس و روس کا کوئی ٹک محفوظ رکھا گیا۔

اگر ان سب فاشکاریوں کا یہی صلہ ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں کی مودبانہ اور مینا بہا التماس اس طرح قدموں سے ٹھکرا دی جائے تو پھر اس ہنگامہ کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ کہ کسی اور پر۔

آخر میں اس سوال کی اجازت اور چاہتا ہوں کہ اس وقت تو خلافت کے ابواب ہر جرم میں باہم تقسیم کر لئے گئے کہ سلطنت عثمانیہ نے میدان جنگ میں اپنے کو بحیثیت متقابل شامل و شریک کیا لیکن اہل مصر کب آپ کے برسرِ پیکار ہوئے تھے جو اُن پر برسوں آپ کی نوازش رہی اور آج بھی گرم کا بادل اُن سے نہیں ہٹتا۔

جزیرہ قبرص پر قبضہ کس جرم میں کیا گیا اُس وقت کس نے آپے جنگ کی تھی جو اس جزیرہ کو آپ نے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔



یونان نے سرکشی و شوخ چٹھی کی غازی ادھم پاشا نے تسلی پر جا کر اسلام کا ہلال  
جھنڈا نصب کر دیا اس وقت کون تھا جو یونان کا دست و بازو بنا جس نے ترکوں کو فتح  
کے ہوئے ملک سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔

علم بردارانِ تلیث بتنازع البقا کا مسئلہ ہی حکم دیتا ہے کہ قوی کی ہستی ضعیف کو  
منہ سے قائم رہیگی مسلمانوں کو تو مید و خدا پرستی کی طاقت و قوت کی قدر نہ جانی آخر کمزور  
و ناتواں ہو کر نمونہ عبرت و بصارت ہو گئے یہ اپنی شامت اعمال اور سوء اعتقاد کا نتیجہ  
ہے جو سامنے ہی لیکن تم یہ زحمت کیوں اٹھاتے ہو جو اپنے فیصلہ کو اخلاق و انصاف  
کا مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہو۔

اضطراب و بے چینی کے ایسے واقعات جو بہت ہی اہل و روشن ہیں انہیں میں نے  
اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے اب گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ رعایا کی بے چینی جس طرح  
چاہے دفع کرے مسلمانوں کے مذہب کا یہ نہایت سچا اور مستحکم مسئلہ ہو کہ مسلمان ہر اس حصہ  
زمین پر آباد ہو سکتا ہے جہاں ارکانِ دینی میں فراحت نہ کی جائے لیکن مرکزی مقام کا  
کسی کے نظر تو تم پر چھوڑ دینا مسلمانوں کے لئے ایک ایسا گناہِ عظیم ہے کہ جس کا کچھ کفارہ نہیں  
اس جگہ کے لئے صرف اسی قدر کافی نہیں کہ ہم وہاں ارکانِ مذہبی آزادی ادا  
کرتے ہیں بلکہ اس کو اس حیثیت میں ہونا چاہیے کہ اگر بالفرض کوئی طاقت اس مقام پر  
مانع و مزاحم بھی ہونا چاہے تو فراحت اس کے حیطہ و وسعت و امکان سے خارج ہو  
مرکزی مقام پر مسلمانوں کی ایسی قوت ہر وقت مجتمع و متیار رہنا چاہیے کہ دینی و مذہبی  
ارکان کی تعمیل ضرور و قوت ہوئی ہو نہ کہ کسی کی عنایت و رعایت کے طفیل میں گورنمنٹ  
کے سامنے اضطراب کی تہی اور صحیح تصور پیش کرنے کے بعد مسلمانان ہند سے گزارش ہو

کہ لفظ موالات کی تحقیق و تنقیح جو کچھ بیان کی گئی اُس سے ہر شخص بجائے خود فیصلہ کرے کہ وہ کون سے تعلقات در و رابط ہیں جنہیں گورنمنٹ سے جو ملاوہ کافر ہونے کے فریق محارب بھی ہے) پیدا کرنا یا باقی رکھنا جائز ہے اور کون سے تعلقات کا قطع کرنا واجب۔

مقاطعہ کی تحقیق بھی گزر چکی بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا گیا کہ مقاطعہ ہرگز داخل موالات نہیں ایسے فریق محارب کے ساتھ جو خانہ کعبہ پر تصرف تھے مسلمانوں کی عمرہ و حج ادا کرنے سے مانع آتے تھے بیت اللہ کو صنم خانہ بنائے ہوئے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقاطعہ جاری نہ رکھا اور عمل مقاطعہ سے اُن پر غلبہ پائے کو شش نہ فرمائی تو اب کسی کا یہ کہنا کہ یہ قرآن کا حکم ہے اور مقاطعہ فرض ہو چکی ہے یہی ہے۔

مباح کا فرض ہو جانا لکھا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ جہاد بایں کی طاقت مسلمانوں میں رہیں تو وہ چیز جو مسلمانوں کو دشمن اسلام پر غلبہ عطا کرے وہ قائم مقام جہاد کے ہوگی اور وہ نہیں ہے مگر خاموش مقابلہ دشمن سے مقابلہ کے وقت بہت سے مسائل کی صورت متغیر ہو جاتی ہے مثلاً جاسوسی اخلاقاً و شرعاً مذموم ہے لیکن فریق محارب کے مقابلہ میں جاسوس مقرر کرنا ان کے سراؤ و مخفیات کا پتہ لگانا مستحسن و ضروریات جنگ میں سے ہے۔

فریق محارب پر بحالت محاصرہ یا مقابلہ غلہ اور پانی تک بند کر دینا جب کہ جائز ہے تو اس وقت انگریزوں سے مسلمانان ہند کا جو مقابلہ ہو گیا ہے اگر وہ چیزیں جو بحالت امن جائز تھیں اس مقاومت و جہول کی حالت میں جو قائم مقام جہاد ہیں جائز سمجھی جائیں تو کیا محذور شرعی لازم آتا ہے علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ ہم حکومت و دست و گریبان نہیں ہوتے بلکہ نہایت خاموشی و سکون سے اپنے ہر طرح کے تعلقات اُن سے منقطع کر لیتے ہیں

اس انقطاع کا لازم نتیجہ یہ ہو گا کہ حکومت اپنے وطن کا رخ کرے اور گھر پہنچ کر خانہ نشین ہو جائے اس وقت دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو حکومت ہند خود مختار ہو کر سوانح حاصل کر لے گی دوسرے مسلمانوں کا بڑا عریف دنیا سے اگر رخ نہوگا تو کمزور ضرور ہو جائے گا لہذا مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ انقطاع کلی کر لیں۔

اس کے جواب میں فقیر نہایت ادب سے گزارش کرتا ہے کہ سوال جواز و عدم جواز کا نہیں مسئلہ تو آپ کے اس ادا میں ہے کہ آنجناب کی تحریکات کی تعمیل مسلمانان ہند پر فرض ہے اور جو شخص تامل و فکر کرے یا اصلاح و ترمیم پیش کرے وہ مرتکب حرام دائرۃ اسلام سے خارج اور پختہ منافق ہو گیا۔

یہ دیکھ کر قوم بیشک یہ دین کا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ سزاوار نہیں جو وہ اپنی ہستی کو مضلل و ناتواں بنا کر رکھیں بیشک اصول زندگی مسلمانوں کو ایسا قرار دینا چاہیے کہ دیگر اقوام ان کی طرف محتاج ہوں نہ کہ یہ دوسروں کے دست نگر ہوں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں جن سے کسی کو کسی وقت انکار نہیں لیکن تقویٰ و حصول غلبہ کی جو صورتیں آپ پیش فرما رہے ہیں وہ مسئلہ شرعی نہیں بلکہ وہ آپ کی رائے ہے۔

غایتہ مافی الباب یہ کہ لیجئے کہ آپ کی رائے ایک مسئلہ شرعی کی تائید میں ہے لیکن اپنی رائے کو شریعت کا فتویٰ اور قرآن کا حکم قرار نہ دیجئے اگر کوئی آپ کی تجویز سے اختلاف کرتا ہے تو اسے فرض کا منکر نہ کیے فرائض تو وہی ہیں جنہیں حق سبحانہ نے فرض کر دیا کیا آپ کی رائے اور حق سبحانہ کا ارشاد ایک مرتبہ رکھتا ہے ایسا دھجی کرتے ہوئے کچھ تو چاہیے کہجئے۔

جنگ بدر کا موقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر منزل قرار دیتے ہیں



حضرت حباب ابن المنذر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ اس مقام کو نازل کیا ہے آپ نے  
 بوجہ حکم الہی قرار دیا ہے یا موقع و تدبیر جنگ کا لحاظ ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ رائے  
 اور جنگ ہی حضرت حباب عرض کرتے ہیں تو پھر یہ مقام مناسب نہیں بلکہ غلام مقام  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حباب ابن المنذر کی رائے کو شرف قبول فرماتے ہیں۔  
 اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالے کہ ایک امر نہ ہی اور فرض دینی کے انصرام و انجام  
 کی جب کہ شریعت نے صورت متعین و مشخص نہ کر دی ہو تو اختلاف رائے کی گنجائش  
 ہے اپنی رائے کو عین فرض اور امر دینی قرار دینا خلاف شرع ہے صحابہ رضی اللہ عنہم  
 بارہا اپنی رائیں رسول خدا کو حضور میں پیش کیں جو قبول سرکار رسالت ہوئیں لیکن آپ کا  
 آستانہ اسیار فح و بلند پایہ ہے جہاں اصلاح و ترمیم تو کجا عرض و معروض کی بھی مجال نہیں  
 جنبش لب پر تکفیر کا فتویٰ موجود ہے نہایت ادب سے چند امور گزارش خدمت ہیں خواہ آپ  
 قبول فرمائیں یا کافر و منافق کہیں اس کی پروا نہیں۔

ترمیم کے پانچ وجوہ | اولاً یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ مقاطعہ اُس وقت فرض ہے دوسرا فرق عرض کرتا ہے  
 کہ اس طریق مقابلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا دلیل میں حضرت ثناء  
 بن اثال کا واقعہ پیش کرتا ہے لیکن آنجناب کے پاس بجز فرمان گاندھی اور کیا دلیل فرضیت کے  
 مسلمانوں کو وہ طریقہ بتائیے کہ جس کے عل کا نتیجہ مطلقاً کفار سے بے نیازی ہو۔  
 ثانیاً یہ گزارش ہے کہ مقاطعہ کا دائرہ جب تک اُس حد کے اندر ہے جس کو گنٹ  
 کا کوئی نقصان پہن نہیں اُس وقت تک تو آپ خاموش رہ سکتے ہیں لیکن جب اُس کے  
 حدود وسیع ہوں گے اور گورنمنٹ کے منافع سے آپ کی خاموشی کا تصادم ہوگا تو اس وقت  
 آپ ہنرا چپ رہنا چاہیں لیکن یہ مکر تو مہر سکوت تو ذکر ہی رہی اگر اُس موقع کی بھی تو



سبیل بتائیے

اے حضرت مومن یہ مسلم ہے جو ارشاد بھولے سے بھی اب ذکر بتوں کا نہ کریں گے  
لیکن جو بتوں ہی نے ہمیں آپ کی بات پھر آپ ہی فرمائیں کہ کیا کیا نہ کریں گے  
نمائش یہ عرض ہے کہ خاموش رہنا بھی ایک زبردست قوت کا خواہاں ہر مہند و مشک  
اس قدر طاقت رکھتے ہیں کہ وہ اپنی خاموشی کو نباہ لے جائیں گے بلکہ اگر چاہیں گے تو  
اپنے مقابل کو خاموش بھی کر دیں گے لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں کسی طرح کی قوت  
کا نام و نشان بھی نہیں ہوا ان میں نہ مالی طاقت ہے نہ اخلاقی نہ دینی قوت ہر نہ روحانی  
لیڈری کا سرور اگر آپ گرامی قدر حضرات کو ایک لمحہ کی فرصت عطا کرے تو اس حقیقت سے  
انکار نہ کیجئے پہلے اس امر کی کوشش فرمائیے کہ مسلمانوں میں قوت پیدا ہو پھر چاہے خاموش  
مقابلہ کیسے یا ناطق و گویندہ مقابلہ سے پہلے استطاعت مقابلہ فرض ہے جس طرح نماز و  
پہلے وضو۔

رابعاً یہ اتنا ہے کہ اصلاح کا موقع ہنوز باقی ہے اگر خدمت اسلام واقعی آپ کا  
مقصد ہو تو وہ کام شروع کیجئے جس سے مسلمانوں میں طاقت و استقامت پیدا ہو اجتماع  
و جہاد کے آثار ان میں پائے جائیں دیکھئے ابوہ و ابوہیڑ پر نازاں نہ ہو جسے ان سے خاموش  
مقابلہ کی بھی توقع نہ رکھئے ان کے لئے حکومت کی تھوڑی سی سستی بھی کفایت کرتی ہے  
خدا خواستہ اگر آپ اب بھی نہ سمجھے اور اس بھیر کو اسی حالت سے مقاومت جھول اور  
خاموش مقابلہ کے سامنے پیش کر دیا تو پھر یاد رکھئے کہ ہر خاموشی اس طرح ٹوٹے گی کہ  
گلے پھاڑ پھاڑ کر اس طرح چٹخیں ماریں گے کہ برسوں تک اس کی گونج فضا میں سے  
عزت و بصارت کا سبق دیتی ہوگی۔

خامسایہ گزارش ہے کہ اگر آپ حضرات کو اپنے تجاویز پر یوں ہی اصرار ہے تو بلا کہ کتاب دست سے بھی بتا دیجئے کہ مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب تم میں شہد و ناتوانی ہو تو اُس وقت تم خاموش مقابلہ کرو اور فریقِ مقابل تمیں قید کرے مارے بے حرمت کرے قتل کر ڈالے تو یہ سب برداشت کر لو اس لئے کہ جب تم فنا ہو جاؤ گے اور تمہاری ہستی ایک وجودِ مہموم کا مرتبہ پالے گی تو اُس وقت دشمن مغلوب و مفتوح ہو جائے گا اور تم غالب فاتح۔

اگر شریعت سے آپ اس کا جواب نہ لے سکیں تو پھر کسی قوم کی تاریخ سے ہی اس کا ثبوت دیجئے کہ مقاومتِ مجہول بغیر قوت و استطاعتِ عمل میں لائی گئی اور کامیاب ہوئی۔ اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس درخواست کو قبول فرمائیے کہ یتلم الحجامۃ علی رؤس التیغ یعنی عتیوں کے سر پر حجامت کی مشاقی نہ کیجئے۔

اس وقت آپ کی جملہ تحریکات پر تنقید مقصود نہیں بعض اُن میں کوثرِ ماضی وصال ملک کے لئے بہت ہی مفید ہیں مثلاً سدیشی یا ترک قومِ فروشی و انگریز پرستی وغیرہ لیکن آپ کی وہ تحریک جس سے مسلمانوں کی سخت تباہی ہے اور انگریزوں کا ذرہ برابر نقصان نہیں یعنی مسئلہ تعلیم اُس کے متعلق کچھ گزارش ہی شاید آپ حضرات میں سے کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مسئلہ تعلیم | علومِ اسلامیہ کی حفاظت کے لئے جب اپنی سلطنت نہ رہی اور ہندوستان میں ایک اجنبی و بیگانہ قوم کی حکومت فرماں روائی و حکمرانی کرنے لگی تو علومِ اسلامیہ کی تحصیل مسلمانوں کی سرگرمی سر دہری سے بدلنے لگی۔

اگرچہ زبانِ اجنبی محض تھی سیکھنے میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی تھی لیکن مجبور

یہ سچی کہ اجنبی زبان معاش کا ذریعہ تھی اولین ضرورت جس نے مسلمانوں کو انگریزی کی طرف مائل کیا وہی فکر معاش تھی۔

یہ مسئلہ محتاج بیان نہیں کہ مقاصد علوم تین ہیں تہذیب، اخلاق، و تزکیہ نفس اور تربیت و باغ بلا خوف و تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم کے ہر سد مقاصد کا بدرجہ تمام و کمال تکملہ علوم اسلامیہ سے ہوتا تھا۔

صدیوں تک مسلمانوں نے دنیا پر ایسی حکومت کی ہے جس کی نظیر نہ صفحات تاریخ میں ملتی ہو نہ آئندہ کسی دوسری قوم کی ایسی تاریخ لکھی جائیگی جہاں بانی و فرماں والی کے ساتھ ہی ساتھ علم و فن کی بھی ایسی خدمت کی کہ بہت سے علوم انھیں کے اقلام سے ترقی پذیر ہوئے بہت سے علوم مسلمانوں نے خود ایجاد کئے کتنے مژدہ فنون میں جان ڈالی علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کے علاوہ خود ان کی مذہبی تعلیم کا ایسا بیکراں سرمایہ موجود ہے کہ ایک وہ شخص جو اپنے مذہب کو سمجھتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے اصول کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیتا ہے وہ اس سے بے نیاز ہے کہ اپنے دماغ کی تربیت اپنے اخلاق کی تہذیب اپنے نفس کا تزکیہ کسی غیر زبان یا غیر قوم کے علم و فن سے کرے لیکن جب اپنی سلطنت علوم اسلامیہ کی حمایت و حفاظت کے لئے نہ رہی تو ترقی کے سارے زینے ٹوٹ گئے اور علوم و فنون کی عمارت منہدم ہو گئی دوسری قومیں جو دنیا میں سر پر آرائے سلطنت تھیں انھوں نے علم و فن کی بھی حکومت حاصل کر لی کسی قوم میں جب سلطنت آتی ہے تو اُسی کے ساتھ بہت سے محاسن و کمال بھی آجاتے ہیں لیکن جب سلطنت جاتی ہے تو محاسن و کمال صرف اُس قوم سے رخصت ہی نہیں ہو جاتے بلکہ ایک کافی مدت کے لئے اُسے دام حیرت میں ایسا گرفتار کر جاتے ہیں کہ

وہ قوم اس انقلاب کلی سے متاثر ہو کر عالم سراسر آگ میں ششدر و حیران ہوتی ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہندوستان سے مسلمانوں کی سلطنت جب زائل ہوئی اور شہرہ کے واقعہ نے ان کی آنکھیں کھولیں تو انھیں معلوم ہوا کہ سلطنت کے ساتھ کمالات و محاسن بھی ان کی نصیب ہو گئے یہ دوسری وجہ تھی جو علوم مغربہ کی طرف انھیں مائل کرنے والی ہوئی اس وقت مغربی علم و فن کی ضرورت ثابت کرنے کی حاجت نہیں تھی اس پر دلیل لانا ضروری کہ آج متبادل محاربہ اور مخالفت اگر جو سامان سلاطین عالم کے پاس ہیں اگر ہندوستان انھیں اپنے لئے غیر ضروری سمجھتا ہے تو آزاد ہو کر دوبارہ گرفتاری و غلامی کی کسی غیر سلطنت کو دعوت دیتا ہے اس وقت مجھے صرف اس قدر گزارش کرنا ہے کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی ہے اُس وقت تک وہ ضرورتیں بھی باقی ہیں جن کے زبردست مطالبات نے ہمیں انگریزی کی طرف مائل کیا۔

ایسی تعلیم گاہیں جن کی سند تصدیق مصدقہ و مسئلہ گورنمنٹ ہوں اور ایسے اساتذہ جن سے ملازمت کا استحقاق ہو اُس وقت تک ضروری ہیں جب تک حکومت باقی ہے۔

ہندوستانیوں کا حکومت کے سارے شعبوں پر اس طرح حاوی ہو جانا کہ ہر رشتہ پر اُن کا ہاتھ پہنچ سکے فی الحقیقت سواراج کی تاسیس ہر آج پولیس اور فوج میں ہندوستانی چھوٹے عہدوں پر بکثرت ملازم ہیں اگرچہ عہدہ بہت ہی حقیر اور تنخواہ بہت ہی کم ہو رہی ہے لیکن اس وقت موجودہ تحریک نے جو فوج و پولیس میں بھی ایک تاثیر پیدا کر دی ہے اُس سے ہندوستانی ایک قوت محسوس کر رہے ہیں۔

ہمسایہ قوم ہندو کو دیکھئے ایک ادنیٰ ملازمت گورنری کے عہدہ تک یہ قوم پہنچی ہوئی



ہر سارے دفاتر و آفس میں ہندو بھرے ہوئے ہیں پھر آج انہیں یہ زور بھی حاصل ہے  
لیڈران قوم اب بھی سمجھے پہلے اس کی قوت پیدا کیجئے کہ آپ کی خاموشی و یکسوئی سے  
دشمن چنچ اٹھے اور اس کی جمیٹ کا شیرازہ بکھر جائے پھر خاموش ہو جائے۔

فرض کیا کہ آپ میں طاقت خاموشی نہیں لیکن ہندوؤں میں ہے پھر آپ دونوں  
مل کر وہ دل یک شہد بشکند کہ وہ راکھونہ پیش کر دیں گے برس روز میں سواراج حاصل  
ہو جائے گا۔ لیکن اُس وقت جب کہ سواراج کا عمل ہو گا عہدہ و مناصب کے مستحق اور حکومت  
کے وہی شریک ہوں گے جن کے ہاتھوں میں علوم مغربیہ کی سندیں ہوں گی۔ انقلاب  
حکومت کے بعد جب تک جدید حکومت اپنے قوانین وضع نہ کرے علوم و فنون کا تعین  
و تشخیص نہ کرے اُس وقت تک سواراج کا قانون یہی موجودہ قانون سلطنت ہو گا اور اسی  
مغربی علم کے جاسنے والے اساتذہ ہوں گے اور اسی علم کی تعلیم در سگاہ سواراج میں دی جائے گی  
ہو گی۔ مغرب سواراج مل کر بھی اس نسل کے لئے موجودہ تعلیم مفید ہی رہے گی۔

رہا یہ اعتراض کہ موجودہ تعلیم میں نقائص ہیں ضروریات قومی کے لئے یہ تعلیم  
محض ناکافی ہے یہ بالکل بجا و درست لیکن یہ کوئی نیا خیال نہیں اس کی چارہ جوئی میں ہر دن  
قوم ایک مدت سے سرگرم ہیں اُن کے جد و جہد کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

تعلیم انگریزی کا ہندوستان میں جب آفاذ ہوا تو نصاب تعلیم اور اوقات تعلیم میں کچھ  
اس کا انتظام نہ تھا جس سے قومی و مذہبی معلومات پیدا ہوں ایسے اشخاص جن کا مطلع نظر قوم کو  
ایک زندہ قوم بنانا تھا انہوں نے اس نقص کو دیکھا اور قومی کالج کی بنیاد رکھی اس مشن میں  
میں مسلمانوں نے سبقت کی تعلیم یونیورسٹی کے ساتھ جس قدر قومی و مذہبی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا  
تھا اپنی درس گاہوں میں اُس کی قائم کیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود مسلمانوں نے

اس سے مستفید و مستفیض ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے ابتدائی انتظام جو کچھ ہو گیا تھا اُن  
 نہ تو کسی طرح کی افزائش ہو سکی نہ اُس میں التزام و انضباط کی شان پیدا ہوئی۔

مثلاً علی گڑھ کالج میں تعلیم دینیات کا جو انتظام رہا ہے مسلمانوں کی اولاد اگر اُس سے  
 نفع حاصل کرنا چاہتی تو آج مذہب کے لئے اُن کا وجود واجب نہ ہوتا۔ مفتین کالج میں بعض  
 ایسے حضرات بھی برابر شریک رہتے ہیں جن کی دلی تمنا یہ تھی کہ طلبہ میں ذوق مذہبی کم از کم  
 اتنا ضرور پیدا ہو جائے جس کی چاشنی انھیں جہاں کیس بھی رکھتے اور جس ماحول میں رکھے  
 خدمت اسلام سے غافل نہ رہے۔ یہ پروانہ ہونے دے یہ کوشش اُن کی برابر مسلسل جاری رہی  
 لیکن ملک و قوم میں مذہب سے بے پروائی کی جو آندھی چل رہی تھی اُس میں یہ مسمیٰ پرگشتہ  
 و مضطر ہو کر رہی۔

مفتین کی فرض شناسی | اس جگہ بغیر اس انداز کے رہنمائی جانا کہ ٹرینیان کالج میں سرکاری جس کے نام پر  
 سب قسم اور لحن و لہجہ کا بھیجنا قوم مسلم ثواب و عبادت سمجھ رہی ہے احاطہ کالج میں دین کی  
 خدمت اس وقت تک اُسی کی قسمت میں رہی وہ ٹرینی صاحبان جنھیں دعوت حق نے آج  
 غور کر رکھا ہے ان کی تشریف آوری جب کبھی احاطہ کالج میں ہوئی تو کرکیٹ کے میدان کی  
 رونق ہو گئی یونین کلب میں گرمی سخن کی دھوم دھام رہی لیکن اسباق دینیات پر ہمیشہ  
 اُس ہی پڑی رہی۔ جنوری ۱۹۱۰ء میں بھی تین دن تک کالج میں قیام رہا مدت قیام میں  
 کرکیٹ فیلڈ اور یونین کی رونق خوب ہوئی لیکن درس تفسیر دس تو بدین دن تک سونا اور  
 خاموش رہی رہا کبھی ان میں سے ایک صاحب نے بھی نہ تو تجوید کلاس میں شرکت فرمائی نہ درس  
 تفسیر میں بیٹھے نہ دینیات کے لکچر کو کالج کلاسوں میں جا کر معائنہ کیا نہ کبھی مدرسین دینیات  
 سے کوئی مشورہ کیا نہ طلبہ میں ذوق مذہبی کسی وقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہاں جب

سٹر گاندھی کا کلہ پڑتے ہوئے اُس کی اُمت میں داخل ہوئے تو اس تلمیذ کی تبلیغ شروع کی کہ نیشنل کالج بناؤ کتابیں طاق لسیان کے حوالہ کرو بارہ گھنٹے یومیہ پڑھا چلاؤ سیاست سلطنت علم مذہب اور خلافت سب اس پرنے کی گردش و چکر سے تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

اس وقت تک قومی اسکولوں اور قومی کالجوں نے جو کچھ خدمت ملک و قوم کی کی ہے وہ آج سامنے موجود ہے لیکن بلند ہمت فراخ حوصلہ بھردان قوم نے اسے بھی اپنے اغراض و مقاصد کے لئے محض ناکافی سمجھا اس لئے یونیورسٹی کے خواہاں ہوئے۔ قومی یونیورسٹی کا خیال بھی آج سے ۴۵ برس قبل جس کے دماغ میں آیا وہ اسی مصیبت زدہ قوم مسلم کا ایک فرد تھا اب کہ یونیورسٹیاں مل گئی ہیں اُن کی آزادی کا سوال درپیش ہے مگر تعلیم کے متعلق اس وقت جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ وہی صد ہے جس کی منادی تیس برس سے مسلمانوں میں پٹاری جا رہی ہے افلاس بے پروائی اور برکاتِ علمیہ سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے جواب اگر مسلمانوں کی ایک یونیورسٹی ہوئی ہے جس کے انجام کا علم عالم الغیب کو ہے۔

اُن جس آزادی یونیورسٹی کی آواز بلند گان گاندھی نے اس وقت بلند کی ہے اس کا خصوصی امتیاز سب و شتم اور لعن و طعن البتہ ہے اس فتنہ انگیز اور دل آزار جز کو اگر ان کی تقریر و تحریر سے الگ کر لیا جائے تو یہ وہی دیرینہ سی سالہ تناہی بلکہ اگر بنظر انصاف دیکھئے تو حامیان قوم نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔

ملک نے کال فور کے بعد یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں کو اگر کسی وقت آزادی یونیورسٹی مل بھی گئی تو علوم و فنون کا غیر زبان میں پڑھنا عموماً کو برباد کرنا ہے کسی قوم کے لئے

یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ علوم کو اجنبی زبان میں حاصل کرے اس دشواری کو اس ذات نے حل کیا جس کے جو دو کرم کا شفیق و مہر پرور ہاتھ ہمیشہ مسلمانوں کی طرف دستگیری و تکلیف کے لئے بڑھتا رہا ہے یعنی خسرو دکن شہنشاہ حیدرآباد نے ایک دارالترجمہ قائم کیا علوم و فنون کے تراجم اُردو زبان میں ہوئے اور ہو رہے ہیں ایک اُردو یونیورسٹی کی بنیاد قائم کر دی گئی جو ابھی اپنے عہد رضاعت میں ہے لیکن اپنی رونق و عظمت سے اپنے شباب کا خوش آئند نظارہ پیش کر رہی ہے بیشک اگر ہندوستان کو آزاد یونیورسٹی کی اجازت ہو گئی یا موقع مل گیا تو اس وقت یہی اُردو یونیورسٹی آزاد تعلیم کی مربی ہوگی دوستو ناقص کو کامل بنانا کامل کو کامل تر کی حیثیت تک پہنچانا ترقی و کمال کی ہے مولات و عدم مولات اس کا کیا تعلق اس وقت گفتگو مسئلہ مولات میں ہے نقص اور اس کے دفاع کا مسئلہ درپیش نہیں نقص تعلیم ایک مسئلہ ہے اور دفاع کی تجاویز بعض زیر عمل اور بعض زیر بحث۔

آپ نے یہ کہا کہ ترک مولات اور نان کو آپریشن باہم مرادف ہیں مگر گاندھی ٹرانسپیرنسی کے حدود جو کچھ متین فرمائیں اور جس طرح اس میں توسیع کرتے جائیں وہ سب ترک مولات میں داخل ہوتے جائیں گے۔

اسی بنا پر سب سے پہلے آپ نے اسلامی تعلیم گاہوں کی طرف توجہ فرمائی مسئلہ الحاق اور امداد مالی ان دونوں کو آپ نے فریق محارب کے امداد و استمداد قرار دیتے ہوئے ان پر خالص مولات کا حکم صادر فرمایا ایسی درسگاہیں جو گورنمنٹ امدادی روپیہ لیتی ہیں ان کو بڑھانا پڑھانا یا کسی اور صیغہ میں اس کے ملازم رہنا آپ نے حرام اور کفر قرار دیا حالانکہ بحیثیت ٹرسٹی آپ خود اس سے تعلق رکھتے تھے اور اس وقت تک بھی یہ ملاذ آپ کا



باقی ہر شایہ اس کی یہ وجہ ہو کہ آپ اس تعلق سے اصلاح چاہتے ہیں پس آپ کا تعلق  
نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے لیکن مصلحت کا مقصود افسانہ مسلمین و تائید عیسائیت کے سوا کچھ  
اور ہو ہی نہیں سکتا اس لئے حرام و کفر عیا کہ سین ماضیہ میں دونوں کے آثار خدمت کا  
تجربہ ہو چکا ہے۔

ہر حال اس بحث کو چھوڑیے اس لئے کہ اس وقت دین مہمب ایمان اور اسلام  
صرف آپ کے اعمال و اقوال کا نام ہے مثلاً: اسلام و ایمان کی تعریف کچھ اور ہی  
ہو گئی ہے۔

تعلیمی امداد کا مسئلہ | لیکن ادب کے یہ گزارش ہیں کہ وہ اشخاص جو انبی آپ کا وہ مرتبہ تسلیم نہیں  
کرتے جن منصب کا آپ کو ادعا ہے بلکہ وہ اسی واحد قہار کے ماننے والے ہیں جو آپ کا  
اور جملہ عالم کا خالق و رب ہے اور اسی بنی کو پیغمبر یقین کرتے ہیں جسے حق سبحانہ نے خاتم  
فرمایا جو ایسے اشخاص کے لئے مجرد آپ کا فرمان اس وقت تک لا سود ہو گا جب تک  
آپ ان کے مہبود اعلم الحاکمین کا حکم یا ان کے پیغمبر صادق و مصدق کا ارشاد پیش نہ فرمائیں  
لہذا نہایت عاجزانہ آپ حضرات گرامی قدر سے فقیر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہے کہ  
از روئے شریعت اسلام مالی امداد اور الحاق مدارس و مولات کیوں کر ہے مالی معاونت  
کی حقیقت یہ ہے کہ گورنمنٹ ہم سے تعلیمی ٹیکس وصول کرتی ہے اس کا مالگنداری ارضی کر کوئی  
تعلق نہیں یہ تو وہ رقم ہے جسے علاوہ لگان ہم ہندوستانیوں سے وصول کیا جاتا ہے  
ہندوستانی اپنے نکمے ہوئے اور حاصل کئے ہوئے روپے میں سے ادا کرتے ہیں  
ٹیکس کے نام سے گورنمنٹ ہم سے لیتی ہے اور مدد کے نام سے ہمیں واپس دیتی ہے اس  
لین دین اور انٹ پیمر میں نہ عیسائیت کی مدد نہ نصرانیت کی معاونت اپنا لیا دیا ہوا

مال جو تسلیم ہی کے لئے ادا کیا گیا تھا جب اُس کی واپسی ہوئی تو یہ موالات کیوں کر ہو گیا۔  
(۱) کیا کافر کے ہاتھ میں جب اپنا مال پہنچ جائے تو اُس کی واپسی موالات ہو جائے گی۔

(۲) کیا زبردست کافر جب کسی ناقواں سے کچھ چھین لے پھر اُسے واپس کرے اور واپس کرتے ہوئے اپنے احسان و امتنان کا اظہار کرے تو کیا وہ ضعیف جو اپنے مال کی طرف محتاج بھی ہے بایں خیال اُس کے لینے سے انکار کرے گا کہ اس طمع مال کی واپسی موالات ہے۔

(۳) خلافت کے متعلق سلطنت برطانیہ سے آج جو کچھ طلب کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ یہ کہہ کر واپس کرنا چاہے کہ یہ میرا احسان و کرم ہے جو فتح کے ہوئے ملک کو واپس کر رہا ہوں ساتھ ہی ایک معاہدہ جس میں آئندہ کے لئے اپنے ساتھ عمل معروف کا خلافت سے مطالبہ ہو پیش کرے تو کیا مسلمان اپنے ملک کو واپس لینے سے اس بنا پر انکار کر دیں گے کہ یہ موالات ہے براہ کرم قرآن حدیث یا فقہ سے اس کا جواب دیجئے اور اسے ثابت کیجئے کہ اپنے مال کی واپسی کا فریاد فریق محارب سے موالات ہے کفر ہے حرام ہے نفاق ہے۔

تغیر عالم کو دیکھتے ہوئے علماء کرام نے اپنے دل و دماغ کو سیاسیات کی فکر سے ایسا بے نیاز کر لیا تھا کہ علامہ ابن خلدون کو اس مقدس گروہ کے حق میں یہ فیصلہ دینا پڑا کہ ابعداً للناس عن المسیاسیۃ هم العلماء یعنی علماء کا دماغ سیاست کے سمجھنے سے بہت ہی دُور ہے یہ فیصلہ کیوں جائز رکھا گیا اور اس کے اسباب و حل کیا ہیں اس وقت اس سے بحث نہ کیجئے صرف اس قدر ملاحظہ فرمائیے کہ آج یہ فیصلہ صدق و حق کے معیار

کیا کھرا ثابت ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں ریفارم ایکم کا ملنا لفظ سواراج کا شاہی خاندان کے رکن رکیں کے زبان پر آنا کس کا نتیجہ ہے آیا مدارس عربیہ کے علما اور طلبہ کے فکر و عمل کا نتیجہ ہے یا تعلیم یافتگان علوم مغربیہ کے افہام و تفہیم اور جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

علوم عربیہ کے جاننے والے اس وقت جس حال میں ہیں امور دنیاوی اور پولٹیکس عالیہ میں ان کے دماغ کی بلندی حوصلہ و ہمت کا علو قوت فکریہ کی صحت جس درجہ پر ہے وہ محتاج بیان نہیں ہندوستان کے ہر باشندے کو اس دینی گروہ سے روزانہ سابقہ رہتا ہے۔ عیاں راجہ بیاں۔

علوم عربیہ جو جملہ مقاصد تعلیم کو علی وجہ اکمال عادی و محیط آج اُس کے جاننے والوں کی یہ حالت کیوں، اس کی تحقیق و تنقیح چھوڑی حالات و واقعات ہند کو دیکھئے کہ کیوں کر ہوئے اور کس کے ہاتھوں سے ہوئے۔

علوم مغربیہ اور مسلمان | انگریزی سلطنت جب اپنی ساتھ علوم مغربیہ ہندوستان میں لائی تو ہندوستانیوں نے دیکھا کہ اب بقا اور نمود کی زندگی بغیر علوم مغربیہ حاصل کئے ناممکن ہے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور ہندوؤں نے بڑھ کر تعلیم انگریزی کا استقبال کیا خوش آمدید کا نعرہ بلند کیا جب اس قوم کے ایک خاص حلقہ میں یہ تعلیم پھیل گئی اور انگریزی کے واقف کار کچھ ہندوؤں میں تیار ہو گئے تو ان میں احساس پیدا ہوا اور حکومت کے انداز فرماں روائی پر ٹکرت چینی شروع کی اپنے حقوق کے باب میں صدائے احتجاج بلند کی ہوم رول سلف گورنمنٹ یا سواراج کا تخیل سب سے پہلے علم مغربی سے آشنا دماغ میں آیا حکومت خود مختاری کی صدائیں اپنے منہ سے نکالی اور ہندوستان کے رہنے والوں کو یہ سامعہ نواز نغمہ جس نے سنایا وہ

انگریزی دان ہندوستانی تھا۔ کانگریس جو سواراج کا سنگ بنیاد ہے اس کی تاسیس اور  
پھر اس عمارت کی تعمیر و تکمیل جن ہاتھوں نے کی ہے وہ سب انگریزی خواں اور انگریزی  
داں ہیں۔

مسلمانوں میں جب علوم مغربیہ کا آغاز ہوا اور پھر ان میں بھی ایک تعداد تعلیم یافتہ  
کی تیار ہو گئی تو احساس و تاثر یہاں بھی ظاہر ہونے لگے لیکن افسوس  
ہم ابھرتے ہوئے جھوٹے میں خزاں کے آئے

یہ واقعہ ہے حقیقت یہ اس سے انکار کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے کہ  
ہندوستانیوں کا حکومت کے سامنے آنا اپنے مطالبات کو موثر پیرایہ میں پیش کرنا ثابت و  
قرار سے اپنے حقوق کے طلب میں مسلسل سرگرم کار رہنا اور پھر اپنی کامیابی کے لئے ایشان و  
قربانی سے دریغ نہ کرنا یہ سب تعلیم انگریزی کا ثمرہ ہے۔

آئین سلطنت پر جنھوں نے نکتہ چینی کی ہے وہ انگریزی خواں ہیں حکومت و اختیار  
کا جنھوں نے نعرہ بلند کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں غلامی کی ذلتوں کا جس نے اساس  
پیدا کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں قید خانوں میں سب سے پہلا قدم جن کا پہنچا ہے وہ انگریزی  
خواں ہیں دار و رس سے جن کے گلے پہلے آٹا ہوئے وہ انگریزی خواں ہیں۔ ایک  
گوشہ ملک سے دوسرے گوشہ تک جنھوں نے پھیل مچا رکھی ہے وہ انگریزی خواں ہیں  
طرفگی یہ کہ سارے انگریزی خواں انھیں کالجوں کے تعلیم یافتہ اور سند یافتہ ہیں  
جن کا الحاق گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں سے ہو سرکاری کالج یا امدادی کالج میں تعلیم پانے  
سے ان کے جذبات قومی نہ فنا ہوئے نہ مٹے الحاق نے ادا دے اگر ایسی غلامی ایسی  
محبت قلبی اور ایسی مزدوری کی تعلیم دی ہے جس کا نتیجہ ملک کے پیش نظر ہے تو کیا اچھا ہوتا



کہ سارے مدارس عربیہ کو ادا دلتی اور ان کا انحاق بھی گورنمنٹ کی ریونیو سیشن سے ہوتا  
تاکہ آج مسلمانوں کے پاس بھی گروہ عربی خواں میں ایسی ہی آئین سلطنت کے ناشیہ بردار  
ملن و محبت انگریزیں سرشار اور خدمت سلطنت کے لئے سرزد و موجود ہوتے۔

اس وقت علماء سیاسی میں جو خوش و خوش ہے وہ بھی نتیجہ انھیں انگریزی خواںوں کا  
ہے انھیں کے ہاتھوں نے انھیں بھٹیڑا جب ان کی آنکھیں کھلیں انھیں کے ہاتھوں نے  
سہارا دیا جب ان کے قدم اٹھے انھیں کی آوازوں نے ان کی زبانیں کھولیں جب یہ  
بولنے لگے رہا گروہ علماء ربانین کا وہ پہلے بھی عقلا و دنیاسے بے نیاز تھا اور آج  
بھی مستغنی ہے۔

ملک کا جناح اُن کے زیرِ قدم ہے  
عزیزوں کا قد سامنے اُن کے خم ہے

اس وقت بھی اگر انگریزی خواں جماعت ان تحریکات سے الگ ہو جائے تو سارے  
جمیعت العلماء کے فضلاؤں کی گمانہ اپنی درگاہوں میں ہوں گے یا ممبر و محراب میں کسی  
یتیم خانہ یا مدرسہ یا مسجد یا انجمن اسلامیہ کا و فطرا کر آخر میں تحریک چندہ فرماتے ہوئے  
وزرائے انگلستان کے آرا پر تنقید اور سیاست ہند پر مباحثہ کسی کے وہم میں بھی نہ آئے گا  
”خ گدا سے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش“ فرماتے ہوئے سیاست کے سارے ابواب  
ظہر فرمادیں گے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ تعلیم انگریزی ہندوستانیوں کے  
اجناس تاثر اور تقویٰ کا واسطہ ہے یا فرق محارب کے لئے اجیر اور غلام وغیرہ بننے کا  
ذریعہ و واسطہ مسلمان اپنی ہستی قائم و باقی رکھنے کی غرض سے پڑھتے ہیں یا انگریزوں کی

معاونت و امداد کے لئے تعلیم پاتے ہیں مسئلہ ۱۸ میں مسلمانوں نے ایک میموریل گورنمنٹ میں بھیجی تھی جس پر آٹھ ہزار مسلمانوں کے دستخط تھے درخواست یہ تھی کہ انگریزی تعلیم پر کوئی رقم صرف نہ کی جائے۔ اسی رقم کو گورنمنٹ علوم مشرقیہ پر صرف کرے اگرچہ اسی سال راجہ رام موہن رائے کی بسرکردگی جو وفد ہندوؤں کے طرف سے پیش ہوا تھا اُس میں یہ استدعا تھی کہ گورنمنٹ بجائے علوم مشرقیہ کل رقم علوم مغربیہ پر صرف کرے۔ آج گورنمنٹ اُس وقت کو اور مسلمانوں کی میموریل کو یاد کرتی ہوگی کہ کاش مسلمانوں کی درخواست قبول کر لی جاتی تو گورنمنٹ کے سامنے ایسے ہی تعلیم یافتہ ہوتے مگر درگاہ مشرقی نے تیار کئے ہیں۔ تاہم ڈاکٹر ریل وغیرہ اگر موالات کے قسم میں اس نے داخل نہیں کہ اس سے مسلمانوں کا فائدہ ہو تو تعلیم انگریزی اور اسکول و کالج کا الحاق دمالی مدد بدرجہ اولیٰ داخل موالات نہیں۔

مسئلہ موالات کے تحت میں یہ بحث اچھی طرح صاف و واضح کر دی گئی کہ کفر کی حمایت یا کفر کی طرف رجحان کا نام موالات ہو مالی امداد جب کہ اپنے ہی مال کی واپسی ہو تو اس میں کفر کی طرف یا کافر کی طرف رجحان کا کیا احتمال پھر جیسا رجحان ہوا وہ اس ہنگامہ سے عیاں ہو اس پر بھی الحاق یا امداد مالی کو اگر موالات کہا جائے تو یہ شرعی مسئلہ کا بیان اور احکام دین کی تبلیغ نہیں ہے یہ تو کھلی ہرزہ سرائی اور فحش گوئی کا ایک جملہ سپا اکرنا ہی۔

تعلیمی تناسب کا اثر | یہ مسئلہ بالکل بدیہی ہے کہ ملک موجودہ اصلاح پر کام کرے یا انقلاب کے بعد کوئی اور پہلو اختیار کرے پرسش جب کبھی اور جہاں کہیں بھی ہوگی جماعت تعلیم یافتوں ہی کی ہوگی جس گروہ میں تعلیم یافتہ زیادہ اسی گروہ کا حکومت میں حصہ اور اقتدار زیادہ عہد

موجود ہیں ہندو تعلیم میں بہت آگے ہیں اسی سبب حکومت میں ان کا حصہ بھی بہت ہی غالب ہے۔ علماء آدمی حکومت اگر اس وقت بھی ہندوؤں کی تسلیم کی جائے تو یہ حقیقت اتنی ثابت ہوگی۔ ہندوؤں نے اس قدر تعلیم حاصل کر لی ہے کہ اگر دس برس تک محکمہ تعلیم سے دست کش ہو جائیں اور مسلمان اس اثنا میں بڑی سرگرمی سے تعلیم حاصل کریں جب بھی ہندو تعلیم یافتہوں کا شمار مسلمانوں سے المضاعف ہوگا۔

ہندوستان میں جس قدر کالج یا اسکول سرکاری ہیں اگرچہ نام و تنخواہ کا ان کے تعلق سرکار سے ہو لیکن دراصل ان کا فیض ہندوؤں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اختیارات وغیرہ کیسے بلا واسطہ اور کیسے بواسطہ چوں کہ ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے امتیحات بھی اسی قوم کے حصے میں ہیں سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے صرف تین کالج ہیں علی گڑھ، لاہور اور پشاور۔

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس ہے تین مسلمانوں اور ایک سو بائیس ہندوؤں کے ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل تین ہے الگ کر لیجئے جب بھی اٹھاسی کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں ان میں بائیس کالج ایسے ہیں جن میں گورنمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں اور چھیانوہ ایسے کالج ہیں جن میں گورنمنٹ کی امداد جاری ہے تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے پھر تعلیم کے مایسٹ کر دینے کا فیصلہ کیجئے سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو تیس (۴۶۴۳۵) ہے جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۵۵) ہیں ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو بائیس (۴۱۵۶۲) ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس کروڑ اور مسلمان سات کروڑ ہیں اس تناسب سے جب کہ

مسلمانوں کے تین کالج تھے ہندوؤں کے بارہ ہوتے۔

مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی تو ہندو سولہ ہزار ہوتے لیکن جب واقعہ منوہ جبریت پیش کر رہا ہو تو سلسلہ تعلیم کو تذبذب بالاکر کرنے میں کس کا نقصان ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑوں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں اُس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر خط و سودا نہیں تو اور کیا ہے سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”راے بے طاقت مکر و فسون مست و طاقت بے راے جہل و جنون۔“

مشرقی تعلیم کی کس مہم سہی | انگریزی تعلیم جس سے معاش و وابستہ تھی اُس کا جب یہ حال ہے تو عربی تعلیم کا کیا انجام ہوا اُسے شہد اہل علوم مشرقیہ سے پوچھے علم کی مندیں پُران ہو گئیں مدارس دینیہ سُونے پڑ گئے نہ پڑھنے والا ملتا ہے نہ پڑھانے والا۔

مدرس اول کی تلاش میں اعلیٰ مدارس سرگرداں تھیں جستجوئیں کرتے ہیں بیش قرار تنخواہیں دیتے ہیں لیکن مدرس ہو کہ نہیں ملتا سارے ہندوستان میں پھر آئے پانچ چھ عالموں کو سوا کوئی سا توں اور آٹھواں نہ ملے گا۔ یہ تو آپ کے جمعیت العلماء کے اولین بڑے ہیں سے ہر جہاں ایک اعلان پر پانچ سو عالم جمع ہو کر فتویٰ مرتب کر دیتے ہیں لیکن انہیں کہ وہ عالم انہیں سے نہیں ہوتے جو ان کا فیض ہم خاکیں تک متعدی ہوتا۔ علوم عربیہ و دینیہ سے مسلمانوں کی لا پرواہی و توہین کلاس سے اندازہ کیجئے کہ نہ وہ علما کی اس وقت کیا حالت ہے۔

نہ وہ العلماء کی بنیاد جس اصول پر رکھی گئی تھی اُس سے مقاصد تعلیم زمانہ حال کے مطابق علیٰ وجہ الکمال پورے ہوتے تھے علماء اہل سنت کا اختلاف نظام تعلیم سے نہ تھا



پرسنلہ تو متفق علیہ تھا۔

ندوہ نے محمد علوم عربیہ و دینیہ کے ساتھ تعلیم انگریزی بھی داخل نصاب کی تاکہ اس مدرسہ کا فلاح تحصیل طالب العلم اگر انگریزی تعلیم حاصل کیا چاہے تو ہر گز برسر میں گریجوٹ ہو جائے اور اگر مطالعہ و محنت کام لے تو اس قدر استعداد اُس میں موجود ہے کہ بغیر دماغ کا لچ قوت مطالعہ سے ہر طرح کا فائدہ کتب انگریزی سے حاصل کر سکے۔

ندوۃ العلماء کے سد یافتہ اس وقت ملک میں موجود ہیں اُن کی لیاقت و فضل کا ثبوت اُن کی مصنفہ کتابوں سے ملتا ہے قوم میں اگر علم کی تشنگی ہوتی تو اس وقت ندوۃ العلماء میں کم از کم دو ہزار طلبہ مشغول درس و تدریس ہوتے مافی الحال اُس کی ایسی ہوتی کہ دربارہ کاسہ گدائی کے کرائے سے پھرنا نہ پڑتا لیکن اس وقت جو خستہ و شکستہ حالت اُس کی ہو رہی ہے وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔ سب سے مدارس اہل سنت اُن سے چشم پوشی کا یہ حال ہے کہ کچھ اس کی بھی خبر و تیز نہیں کہ اہل سنت کیا معنی ہیں اور اس کی صحیح تعلیم کہاں مل سکتی ہے؟ دوستو بجا بمائش کلج اور اسکول قائم کرنے سے تو یہ کہیں بہتر ہوتا کہ اولاً تم اپنی مجموعی قوت سے ندوۃ العلماء کی تائید و تقویت کرتے جو باکمال ہستیاں کہ اس وقت علوم عربیہ کی امین و خازن ہیں انھیں ندوۃ العلماء میں ملا کر جمع کرتے اور اس اجتماع سے لائق ترین فضلا ایک کافی تعداد میں ملک و قوم کے لئے تم تیار کر لیتے۔

الحاق کا سوال تو ندوہ میں تھا ہی نہیں امداد لیتا تھا سو اُس نے بند کر دی انگریزی تعلیم پہلے سے موجود ہے عربی و دینی علوم تو اُس کا اصل جوہر ہے اس سے بہتر اور کیا نیشنل کاغذ ہمارے ذہن میں ہے ہاں چرچہ چلا تا مسلمانوں کو کافر کہنا دین کسی کافر سے بچنا راہین کی پوجا میں شریک ہونا بیشک وہاں کے نصاب کے خارج ہے۔

عزیزانِ وطن لیے وقت میں جب کہ اسلام اپنے مقبوعین کو آخری پیغام بیداری کا  
دے رہا ہو کیا یہ اسی کا موقع تھا کہ مسلمانوں کی جماعت اس طع پر گندہ کر دی جائے  
ان میں ایسا افتراق ڈالا جائے کہ گھر گھر نزاع قائم ہو جائے۔

کیا یہ اسی کا وقت تھا کہ مسلمانوں کے رہنے سے اخلاق بھی تباہ و برباد کر دیے  
جائیں کیا یہ اسی کا محل تھا کہ ان کی بچی بچائی ہستی یوں کفار میں مدغم کر دی جائے۔

اسلامی تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ بعد شہادت شہزادہ کونین حضرت سیدنا امام حسین  
رضی اللہ عنہ مختار بن ابی عبید ثقفی نے دعویٰ تو یہ بلند کیا کہ مظالم اہل بیت کا حوض لینا  
چاہتا ہوں لیکن جو خیال کہ اُس کے دل میں مکنون تھا بعد کا میا بی اُس کا ظہور ہوا  
پھر جو نتیجہ مختار کا ہوا صفحات تاریخ میں وہ عبرت و بصارت کا سبق آج بھی موجود ہے۔  
نوحہ خوانانِ خلافت اسلامیہ کی سوگواری مختار ثقفی کی خستہ اندازی اور ذاتی  
جلوہ آرائی کی ہو ہو تصویر ہے ان کی جبروتی و خود نمائی ان کے مضمرات کا پردہ فاش  
کر رہی ہے لیکن اس وقت ان کے شرکِ تقویٰ نام کو تو حوالہ بخدا کرتا ہوں مسکودا  
و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین ؕ

لیکن مسئلہ تسلیم جس پر ساری قومی ترقیوں کی بنیاد ہے اس کے متعلق ان بلند نگ  
حضرات کے تباہ کن فرمانوں کی حقیقت کا اظہار منظور ہے۔

عزیزانِ وطن اگر ان حضرات کو خلافت کی ہمدردی ہوتی اور دل میں اسلام کا در  
ہوتا تو خدا متکذری دین کی وہ روش اختیار کرتے جو صلحائے اُمت کی سنتِ ستیہ ہے  
اقوام و امم کی تاریخ موجود ہے اُسے دیکھ لو۔

مصلحین اُمت نے اصول تدریج و آہستگی کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا مصلح کی

تقریر شفت و ہمدردی سے برنیر ہوتی ہے وہ قوم کے ہاتھوں سے جھائیں اٹھاتا ہو جیتیں  
جیسا ہے لیکن نگاری و رافت کی روش سے متجاو زنیں ہوتا اُس کے جلال میں ایک  
شان جمال ہوتی ہے اور اُس کے قمر میں رحمت کا جاں نواز پیام ہوتا ہے۔

اُس کی زندگی میں مظلومیت کے واقعات بکثرت ملتے ہیں لیکن ظالمانہ حرکات کا  
اُس کے اعمال میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا قوم سے وہ فحش و دلخراش الفاظ سنتا ہے لیکن  
جواب میں قول معروف اُس کی زبان پر ہوتا ہے وہ اپنی ہمتی مٹاتا ہے اور قوم کی  
اخلاقی و مذہبی ہمتی قائم کرتا ہے اُس کی پاک و بے ریا زندگی منکرین و معاندین کے  
گروہ کو بھی آخر کار رستی کا گردیدہ اور حق کا جویندہ بنا دیتی ہے۔

سو ختم خود را و طرز ضیقت

شمع را پروانہ را آموختم

لیڈران قوم کی عجیب و غریب سحر یکات پر نظر ڈالئے اُن کے تشکلات کی بوقلمونی  
دیکھئے پھر باوجود اس کورانہ لیڈری کے اُن کی اُس شدت و سختی کا لحاظ فرماؤ جسے  
مسلل ہر کس و ناکس کے ساتھ عمل میں لایا جا رہا ہو اُس کے بعد یہ فیصلہ سہولت کی بجائے  
کہ یہ مصلح ہیں یا مفسد و اشتراک۔

قومی قوت کے ارکان | قومی طاقت کا انحصار تین چیزوں میں ہوتا ہے اخلاقی اور روحانی اس وقت  
نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم ہر طرح کی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھوپے  
ہیں مادی قوت کا فقدان تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے رہی قوت اخلاقی و  
روحانی اُس کے متعلق شاید بعضوں کو یہ دھوکا ہو کہ مسلمانوں کے پاس ابھی یہ سرمایہ  
باقی ہے لیکن اگر آپ بحیثیت انصاف ملاحظہ فرمائیں گے تو خود معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں کی

یہ متاع بے بہا بہت پہلے ٹوٹی جا چکی ہے ہاں کچھ دُمندلی سی نشانی رہ گئی تھی اس صدی میں مسلمانوں نے اُسے بھی اپنے ہی ہاتھوں مٹا دیا۔

میں اس کی تفصیل و تثبیت کرنا نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کے اخلاق میں اس درجہ تنزل آگیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ عیسائے اسلامی پر ان کے اخلاق کمرے ثابت نہیں ہوتے ہیں بلکہ دیگر غیر مسلم اقوام کے اخلاق سے بھی ان کا اخلاق کہیں فروتر ہو گیا ہے یہی رُوحِ خدا وہ عفا کا دوسرا نام ہے۔

اگر کوئی مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی کمزوری اس درجہ تسلیم نہیں کرتا تو اسے میرا خطاب بھی نہیں ہو لیکن حقیقت میں حضرات سے گزارش ہے کہ جس قوم کے پاس نہ دولت ہو نہ اخلاق نہ علم ہو نہ تہذیب ایسی گری ہوئی مُردہ قوم کے سامنے وہ پیش کرنا جو کسی زندہ قوم کے لئے سُتراوار تھا خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ایک طفل نو زائیدہ کو ایک وقت میں دو دودھ چھوڑنا پڑے گا اور غلہ کھانا ہو گا لیکن اگر کوئی بہ لحاظ آئندہ آج ہی اُسے روٹی کھلائی شروع کرے اور دو دودھ چھوڑا دے پھر دلیل یہ لائے کہ جو غذا دو برس بعد اس کی ہوگی اُسے آج ہی اختیار کیا جائے۔

اور جو چیز دو برس بعد ضرور چھوڑنی ہوگی اُسے آج ہی ترک کیا جائے تو فی الحقیقت ایسا عمل کرنے والا اُس طفل نو زائیدہ کا خیر خواہ نہیں بلکہ قاتل ہے اپنی بد فیتی کو اپنی سوظطائیت سے مخفی رکھنا چاہتا ہے۔

امعانِ نظر سے کام لیجئے تو لیڈرانِ موسمی کی تحریک کی سرِ تا سر سوظطائیت معلوم ہو جائیگی وہ باتیں جو بعد قوت و طاقت کے کہے جانے اور کہے جانے کے قابل تھیں



انہیں حالت ضعف میں اس شدہ دھڑکے میں کرنا ہی حقیقت ناقص قوم کو مشا دینا ہی  
 ہندوؤں کی تعمیر گاہوں کی خبر نہیں اس لئے ان کے مشعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا  
 جائیگا کہ ان میں کس قدر طاقت ہے لیکن مسلمانوں کی تعلیم گاہوں کا ضعف و اضمحلال  
 ہر سلسلے واضح ہے اور اس بدہجہ کے جس میں تیس برس سے درمندان تو مسلم  
 صرف ہیں مسلمانوں کے ہوتے ہندوستان میں تین کل بقا قائم ہو سکے یونیورسٹی کا غائب  
 جب اس زور شور کے ساتھ انہماک خواندہ و ناخواندہ اور محتاج و امیر دونوں یکساں  
 روش سے ہرگز معلوم ہو رہے تھے تو اس وقت جو سرمایہ جمع ہو سکا اس کی مقدار  
 نہیں لاکھ سے کچھ زیادہ ہی اسی کے مقابلہ میں ہندو یونیورسٹی کو دیکھئے اس کے لئے جو  
 سرمایہ فراہم ہوا ہے اس کا اندازہ ہندو یونیورسٹی کو دیکھنے سے کیا جاسکتا ہے لیکن  
 مثال کے لئے ایک واقعہ پر اکتفا کیجئے۔

انہیں ایام میں جب کہ کالجوں کے الحاق و ترک امداد مالی کا مسئلہ اٹھایا گیا پتہ  
 مالویا ہی ایک ہفتہ کے لئے ایسی کا سفر کرتے ہیں اور سات دن میں اس قدر روپیہ  
 لے آتے ہیں جس قدر مسلمانوں کا کل سرمایہ یونیورسٹی رہی۔

تعداد کل لچ اور تعداد طلباء مسلمین ابھی گزارش کر چکا ہوں مالی حالت کے لئے  
 ایک واقعی مثال پیش کر دی گئی اگر اس سے زیادہ واضح بیان کروں تو اس کا خوف ہے  
 کہ شاید ایسی کوئی اور مضر نتیجہ پیدا کرے لہذا ناظرین سے یہ گزارش کہ وہ اپنی توجہ مسئلہ  
 مدارس کی طرف مبذول فرمائیں۔

اسلامی درس گاہوں میں تعلیم کا لچ و اسکول نے ابتدا میں بعض ایسے امور امتیاز  
 کے کہ جن سے اپنی تعلیم گاہ کو فروغ دینا اور طلبہ میں بلند حوصلگی کا پیدا کرنا منظور تھا اسی

مکہ مکرمہ سرکاری کا آنا تقسیم انعام میں شریک ہونا چاہئے کی دعوت میں جیت کر دینا وغیرہ  
وغیرہ ان سب کی عاقبت یہ تھی کہ طلبہ سے جھجک اور ہوا اور استیجاب و انتظار سب برباد  
ہو کر آئندہ زندہ گی میں انھیں ہر طرح کی سہولت ہو سکے۔

لیکن انھوں نے اس نازیہ کتنا پڑتا ہے کہ ان امور نے جو مقاصد کے لئے محض دعوہ  
واسطہ تھے مسلمانوں کی اہمیت بہت اور حوصلہ کی شکستگی سے خود مقصود بالذات کا مرتقبہ  
حاصل کر لیا اس لئے بجائے منزل رساں ہونے کے پاؤں کی ترقیر ہو گئی۔ اس کی ایسی مثال  
ہوئی کہ ایک شخص کے دل میں یہ ذوق پیدا ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی صنعت خالق الہیات  
کا مطالعہ کرے اس مقصد کے لئے ایک دور بین کی تیاری شروع کی لیکن اس کے  
کل پرنس کے تزیین و تھیں میں ایسا مصروف و مشغول ہوا کہ علم اس کی تمام ہو گئی  
اور کبھی اُسے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا نصیب نہ ہوا و دست و پا کبھی واسطہ  
مقصود بالذات سمجھ لیا جائے گا تو اس سے یہی محرومی حاصل ہو گی۔

یہی درد مند مسلمان جنھیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کو من حیث قوم  
مسلم اسی وقت ترقی نصیب ہو گی جب کہ ان میں حقیقی معیار قومی پر تعلیم کا ابرار ہو گا  
انھیں حضرات فقیر دینا کی یہ التماس ہو کہ یہ موقع ایک لمحہ تغافل کا بھی تحمل نہیں ضرور  
ہے کہ جلد سے جلد ترقی باہمی مشورے سے تعلیم کا ہوں گا ایک صحیح نصب العین قرار  
دیا جائے۔

پہلے واقعات ماحول پر گہری نظر ڈالی جائے مسلمانوں کی موجودہ مادی اور معنوی  
استقامت کا صحیح اندازہ کیا جائے اس کے بعد ایک ایسی شاہ راہ کی طرف رہبری  
کی جائے جو فی الحقیقت منزل رساں ہو نیز اس پر کثیر تعداد کا چلنا سہل و آسان بھی ہو

اصول شریعت نہ وقت بیضا کہ نہ نظر کھنکریہ گزراش ہو کہ طلبہ میں احساس و  
ایثار پیدا کیا جائے بظاہر یہ دونوں امور محض ہی خفیت معلوم ہوتے ہیں لیکن فی حقیقت  
تمام ترقیوں کا راز انہیں دو باتوں میں مخفی ہے۔

موجودہ ہنگامہ آرائی کو دیکھتے ہوئے احساس کی تحریک اوہی نظروں سے  
گر جائی ہو لیکن اس وقت فقیر کا خطاب ایڈر حضرات سے نہیں ہو بلکہ اُس گروہ سے خطاب ہو  
جو صحیح فاضل کا در در کھتا ہو اور دین کی خدمت اپنی سعادت جانتا ہو ایسے نیک  
نیت غلصہ بندوں سے مود بانہ التماس ہو کہ اس دور شور و فتن میں زبان درازی اور  
فحش گوئی جو مسلمانوں کے درد زبان ہو رہی ہے اس تباہ کن حصہ کو علیحدہ کر دیے بغیر  
اُس سوز قلبی اور جوش دلی سے مقابلہ کیجئے جو موقع جنگ بھقان پر ہر قلب مسلم میں  
تھا تو چند ہی لمحات کے تفکر میں آپ کہہ اٹھیں گے ع  
اے بلبل بلند بانگ در باطن پہنچ

اس بحث کو نہ چھیڑیے کہ مسلمانوں کا موجودہ جوش مذہبی ہے یا سیاسی ملکی ہے یا  
جینی مصنوعی ہو یا فرضی واقعی ہے یا دائمی۔

اس وقت تو اس التماس کو قبول کیجئے کہ طلبہ میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت  
ہو رہا ہے سوال کہ احساس کیوں کر پیدا کیا جائے اور پھر اُس احساس سے کس طرح مفید  
شایع پیدا کئے جائیں اسے اُس وقت تک ملتوی رکھئے جب کہ آپ حضرات کی منتخب  
جماعت اس فیصلہ کے لئے مجتمع ہو۔

دوسرا امر معنی ایثار اُس کا در لگا ہوں میں یا نہ فقدان ہے کہ عربی مدارس بھی  
اس سے محروم ہو گئے مدارس میں اولاً کس طرح کے ایثار کی حاجت ہو مختصر الفاظ میں اُس کا

گزارش کئے دیتا ہوں عموماً درمگاہ کے تین ارکان ہوا کرتے ہیں پہلا رکن مصلحین کی  
جماعت ہے دوسرا رکن جماعت مصلحین و اساتذہ ہر تیسرا رکن جماعت طلبہ و معلمین ہے  
غالب العلوم کو یہ چاہیے کہ تحصیل علم میں ہر وہ چیز جو تنگ راہ ہو اُسے بالکل ترک  
کر دیں وقت کی بربادی مطالعہ سے محرومی اکتساب تحصیل سے بے نصیبی جس معاشرت  
و عادت کا اثر تلخ ہے اُسے یکتلم محو دھوکہ دینے کا عزم بالجزم کر لیں۔

اساتذہ کو بھی اس اشار میں طلبہ کا شریک حال ہونا چاہیے وہ وضع اور طرز زندگی  
جو منافی تعلیم ہے اُس سے دست بردار ہوں معلم صرف اُسی وقت استاد و سبق آموز  
نہیں ہے جب کہ وہ منہ درس اور کرسی تعلیم پر جا کر بیٹھے بلکہ اُس کی پوری زندگی ایک  
خاموش درس اپنے تلامذہ کو ہر وقت دیا کرتی ہے نقوش و حروف کا درس دینا  
بہت آسان ہے لیکن اپنی عملی زندگی سے علمی و اخلاقی اسباق کی تعلیم حقیقی تعلیم ہے۔  
مصلحین کی جماعت کو بھی اس قدر اشار سے ضرور کام لینا ہو گا کہ وہ اساتذہ کو  
اپنا شریک عمل سمجھ کر ساویانہ حیثیت سے تعلیم اور اُس کے متعلقات کی طرف مشغول  
رکھیں اُن کی انصری و حکمرانی میں بھی ایک شان برادر نوازی اور عزت افزائی کی  
وہ محبتیں اور ملاقاتیں جو ضابطہ و قانون سے ماوراء ہیں اُن میں اخلاق و تواضع کا  
اور بھی دلگیر و جاذب قلوب نمونہ پیش کریں۔

اس وقت اس سے زیادہ تفصیل اشار کی مقصود نہیں مصلحین قوم غور فرمائیں  
اور خود فیصلہ کر لیں کہ تعلیم گاہوں کے لئے کس طرح کے اشار کی حاجت ہے آج جو نمونہ  
لیڈران موسمی اشار کا پیش کر رہے ہیں اُس پر تو ہزار تن پروری و عشرت پرستی قربان  
موتا کپڑا پہن لینا بلا تنخواہ کسی کام کا ذمہ اپنے متعلق لے لینا نہایت سہل آسان



لیکن جس خدمت کا بار اپنے ذمہ لیا جائے اُسے خدمت سمجھ کر صحیح اور سچی محویت سے انجام دینا نہایت ہی اہم و محرکہ الٰہی ہے۔

مسلمانان ہند کو یہ موقع ضائع نہ کرنا چاہیے اگر اس وقت بھی انہوں نے اپنی تعلیم گاہوں کا صحیح نصب العین قرار نہ دیا تو پھر آئندہ کے لئے ذلت و خواری سے رستہ گاری کی کوئی سبیل نہیں بہت سی لایعنی و فضول باتیں بہ تعلیم یورپ مدارس میں اس طرح داخل ہو گئی ہیں جو خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہیں اس وقت بہت درد مندی اور اخلاص کی سخت ضرورت ہے قدیم طرز کی گرویدگی اور یورپ کے ہر ادا پرستیگی سے اب کچھ حاصل نہیں۔

قطع نظر اُس تہذیب و اعلام کے جو یورپ کے میدان جنگ سے ہولناک باز پرسٹ  
انہی کی اطلاع مسلمانوں کو دے چکے خود لیڈران موسمی نے علماء سیاسی سے مل کر  
مسلمانان ہند کو ایسے کفر و شرک کے بھنور میں پھنسا رکھا ہے کہ دو ہی تین برس بعد  
ہندوؤں کی ایسی متعصبانہ حکومت ان پر شروع ہو جائے گی کہ فرار کی راہ بھی نہ ملے گی  
اس لئے آخر میں پھر نہایت نیا زمانہ انہماک ہے کہ تعلیم گاہوں کی طرف سے  
خلعت نہ کیجئے۔ الحاق و امداد مالی نے نہ مسلمانوں کو تباہ کیا ہے نہ آئندہ کی تباہی کا  
ان سے خطرہ بلکہ مقصد تعلیم و تعلم سے بے پردائی کا یہ نتیجہ ہے جو پیش نظر ہے۔

لیڈران موسمی جو ترک الحاق و امداد مالی پر اپنا زور صرف کر رہے ہیں اُس کی  
یہ علت نہیں کہ ان دونوں امور کو وہ سنگ راہ مقاصد تعلیم یقین کرتے ہیں بلکہ انہیں  
نہ مسلمانوں کا گھر تباہ کر کے ہندوؤں سے خلعت تشریف پانا ہے۔

ان کی جاہ طلب نگاہوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ سلطنت برطانیہ کی روز افزوں

چشم نہایت ہندوؤں کو اس قابل بنا دیا کہ اب ہوم رول اور سواراج کا مطالبہ ان کی زبان سے ایک صحیح پوچھی تناکا اظہار ہے تو وہ اشخاص جن کی طبیعت میں حکومت کی غاشیہ برداری خیر متی انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ سماعت و اور نہیں جب کہ انگریز ہندوؤں کو ان کا منہ مانغا سواراج دے کر خود اپنے ملک و وطن کو چلے جائیں دست ہندوؤں کی اطاعت و فرماں برداری اضطراری و بے اختیاری ہوگی جس کی آتش سواراج پر نہ کوئی قیمت ہوگی نہ کسی طرح کی قدر دانی۔

لہذا یہی مناسب ہے کہ قبل اس کے کہ ہندوؤں کو حکومت مل جائے اور انگریز حکومت ہند سے دست کش ہوں نئی ہونے والی حکومت کے ساتھ ابھی سے ارادت مندی و عقیدت کیشی کی سلسلہ جنابی امید افزا ہے اسی ضمن میں انگریزوں کی بیزاری کا بھی اگراظہار کر دیا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔

اسی نقطہ خیال نے پرستاران حکومت کو غلامی ہنود پر مجبور کیا یہ خیال جس بہت وجہات کی تصویر پیش کر رہا ہے اور قوت ایمانی کی جیسی شکل دکھا رہا ہے اُسے چھوڑ صرف از روئے دیانت و انصاف یہ فیصلہ کیجئے کہ اسلام و مسلمین کی اس میں کیا فلاح و بہبود ہے آج انگریزوں کی حکومت ہر کل ہندوؤں کی ہوگی تبدیلی حکومت اور غیر خود مختاری میں کیا علاقہ ہے اسے حضرات لیڈر ہی ارشاد فرمائیں۔

ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اس وقت انگریزوں اور اٹھتاتان کی قوت ہندوستان کی بدولت ہے جب انگریزوں کی حکومت ہندوستان میں نہوگی تو اُس وقت مسلمانوں کا خلافت کا ترکوں کا سب سے بڑا دشمن کمزور ہو جائے گا یا عدالت کے قابل نہ رہے گا اس عجیب مغالطہ آمیز منطق کا جواب کیا دیا جائے۔

اس موقع پر ایک نقشہ پیش کرتا ہوں جو عالی جناب پروفیسر قاضی جلال الدین صاحب مراد آبادی کے قلم کا نتیجہ ہے اسے ملاحظہ فرمائیے شہد کا نقشہ پہلے ملاحظہ ہو اسی کے مقابلہ میں نقشہ ہی اسے دیکھئے جنگ طرابلس کا آغاز سنہ ۱۸۰۹ء میں جنگ یورپ کا خاتمہ ہے اسی آٹھ برس کی مدت میں ترکی سلطنت کیا سے کیا ہو گئی یورپین طاقتوں نے کس طرح اپنے حصے بخرے کر لئے اسے نقشہ میں پھر ملاحظہ کر لیجئے کہ وہ ارضی کے وہ مقدس حصہ جن پر صدیوں تک اہل قدوس کا نام لیا گیا تھا جہاں سے بحیرہ اہلیس کی صدا بلند ہو کر کفار کے دل کپکپا دیا کرتی تھی آج وہاں تثلیث کا علم بلند اور کفر کا بانہ زار گرم ہے اس خاکدان عالم میں اسلام کو سلطنت کرتے ہوئے چودہ صدیاں گزر گئیں اس اثنا میں متعدد خاندان اسلامی کے ہاتھوں میں شمشیر اسلامی کا قبضہ رہا بہت ملک فتح ہوئے بہت سی قومیں اسلام کی اطاعت میں آئیں لیکن قلب یورپ کو جس کی برہمن شمشیر نے عیلب پرستوں سے قطع کر کے خدا پرستوں کے مقبوضات حاصل کر دیا وہ ترک ہیں۔

یہی وجہ ہے جو یورپ کا ہر عیسائی ترکوں کو دیکھ کر اپنی انسانیت اپنی مذہبیت اپنی علمی اور اپنی تہذیب بھول جاتا ہے ترکوں کی تاریخ جنہوں نے مطالعہ کی ہے ان کو لے کر کوئی راز نہیں کہ یورپ میں جس سلطنت نے طاقت و قوت حاصل کی وہی سلطنت ترکوں کی سب سے بڑی دشمن رہی ہے ایک زمانہ روس کی عداوت و بیعت کا تھا اب انگریزوں کا وقت آیا ہے ابھی قیس برس کا بھی زمانہ نہیں گزرا جو اٹلی کا وجود محض حقیر و کس میں سمجھا جاتا تھا لیکن جول ہی کہ اس نے قوت حاصل کی اپنی حوصلہ آزمائی کے لئے اسے طرابلس کا میدان سب سے پہلے دکھائی دیا۔



(نقشہ اسلامی دنیا کے قیام کے بعد) (نقشہ اسلامی دنیا کے قیام کے بعد) (نقشہ اسلامی دنیا کے قیام کے بعد)

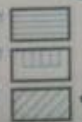
۱۔ ایشیاء و افریقہ کے ممالک  
۲۔ ایشیاء و افریقہ کے ممالک  
۳۔ ایشیاء و افریقہ کے ممالک





استان طبرستان  
۱. خرمین  
۲. ساری  
۳. گرگان  
۴. آمل  
۵. رامهرمز  
۶. ارومیه  
۷. تبریز  
۸. ارومیه  
۹. آمل  
۱۰. رامهرمز  
۱۱. گرگان  
۱۲. ساری  
۱۳. خرمین  
۱۴. خرمین  
۱۵. خرمین  
۱۶. خرمین  
۱۷. خرمین  
۱۸. خرمین  
۱۹. خرمین  
۲۰. خرمین  
۲۱. خرمین  
۲۲. خرمین  
۲۳. خرمین  
۲۴. خرمین  
۲۵. خرمین  
۲۶. خرمین  
۲۷. خرمین  
۲۸. خرمین  
۲۹. خرمین  
۳۰. خرمین  
۳۱. خرمین  
۳۲. خرمین  
۳۳. خرمین  
۳۴. خرمین  
۳۵. خرمین  
۳۶. خرمین  
۳۷. خرمین  
۳۸. خرمین  
۳۹. خرمین  
۴۰. خرمین  
۴۱. خرمین  
۴۲. خرمین  
۴۳. خرمین  
۴۴. خرمین  
۴۵. خرمین  
۴۶. خرمین  
۴۷. خرمین  
۴۸. خرمین  
۴۹. خرمین  
۵۰. خرمین  
۵۱. خرمین  
۵۲. خرمین  
۵۳. خرمین  
۵۴. خرمین  
۵۵. خرمین  
۵۶. خرمین  
۵۷. خرمین  
۵۸. خرمین  
۵۹. خرمین  
۶۰. خرمین  
۶۱. خرمین  
۶۲. خرمین  
۶۳. خرمین  
۶۴. خرمین  
۶۵. خرمین  
۶۶. خرمین  
۶۷. خرمین  
۶۸. خرمین  
۶۹. خرمین  
۷۰. خرمین  
۷۱. خرمین  
۷۲. خرمین  
۷۳. خرمین  
۷۴. خرمین  
۷۵. خرمین  
۷۶. خرمین  
۷۷. خرمین  
۷۸. خرمین  
۷۹. خرمین  
۸۰. خرمین  
۸۱. خرمین  
۸۲. خرمین  
۸۳. خرمین  
۸۴. خرمین  
۸۵. خرمین  
۸۶. خرمین  
۸۷. خرمین  
۸۸. خرمین  
۸۹. خرمین  
۹۰. خرمین  
۹۱. خرمین  
۹۲. خرمین  
۹۳. خرمین  
۹۴. خرمین  
۹۵. خرمین  
۹۶. خرمین  
۹۷. خرمین  
۹۸. خرمین  
۹۹. خرمین  
۱۰۰. خرمین

۱۰۰



دوستو انصاف شرط ہے اس وقت زار روس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا روسی سلطنت ایک عجیب اُمید و بیم کے عالم میں ہے لیکن روس کی تباہی سے ترک کہاں سلامتی کے برکات پاسکے اسی طرح اگر انگریز تباہ ہو گئے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ترکی و قیام ہو جائے گا روسیوں کے بعد انگریز نمودار ہوئے تو ان کے بعد کوئی اور دوسرا حریف پیدا ہو جائے گا۔

اس حقیقت سے انکار کی تمہیں کیوں کجرات ہوتی ہے کہ قوم ہو یا شخص اپنی تاب تو انائی سے قیام و باقی رہ سکتا ہے کہ دشمن کے ضعف و ہلاکت کیا ایک مریض و نحیف اُس وقت تندرست و قوی ہو جائے گا جب کہ اُسکے دشمنوں میں سے ایک قوی دشمن ہلاک ہو جائے اور اپنی نیابت اُس کے دوسرے دشمن کے سپرد کر جائے۔

عزیزان وطن! پاک مذہب اسلام جس کی ساری تعلیمات کا جوہر توحید و خدا پرستی ہے اُس کا دشمن تم صرف انگریزوں کو کیوں قرار دیتے ہو ہر وہ مذہب باطل جو دنیا میں موجود ہے یا کسی وقت انقلاع کیا جاسکتا ہے وہ اس دینِ قیوم اور صراطِ مستقیم کا دشمن جانی ہی کفر و اسلام میں جب کہ تضاد ذاتی ہے پس یہ محال عقلی ہے کہ کوئی مذہب کفرِ عظمیٰ آنکھوں سے اسلام کو دیکھنا گوارا کرے ہاں مجبوری محذوری کی اور بات ہے قرآن کریم نے سیکڑوں جگہ اسی کی خبر دی ہے پس مسلمانوں کو خود اپنے آپ میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ غیر قوم میں جذب و مدغم ہونا یہی شریعت کا فتویٰ ہے اور یہی عقل سلیم حکم ایک دشمن سے نجات پانے کی تدبیر میں ہستکاری سے قبل دوسرے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانا نہ عقل کا فتویٰ ہے نہ تعمیل حکم شریعت الہی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ (۱) اگر می قدر حضرت شورو غوغا اور جنگ و جدال کا موقع نہیں انصاف کے ساتھ

امریکہ القزاق کو ملے فرمایا ہے آپ نظام تعلیم میں تبدیلی چاہتے ہیں یہ کوئی نئی تمنا نہیں  
 مرنوں سے اس کی سہی جاری ہے کلکتہ یونیورسٹی باوجود ان تمام تعلقات کے جو گورنمنٹ سے  
 اسے حاصل ہیں باعتبار دیگر یونیورسٹیوں کی بہت زیادہ قوم اور ملک کے حق میں مفید ہوتی  
 جاتی ہے سر شوشن کربجی نے یہ فارم ایکٹمنٹ سے قبل اور اس سے پیشتر کہ صیغہ تعلیم کا منسٹر  
 ہندوستانی ہوا اپنے زبردست مدبرانہ تدابیر سے اس حد تک سہولت پیدا کر لی ہے  
 کہ بقیہ چار یونیورسٹیوں کا نتیجہ ایک پلہ میں اور کلکتہ یونیورسٹی کا نتیجہ دوسرے پلہ میں رکھا  
 جائے تو پھر بھی کلکتہ یونیورسٹی کا پلہ بھاری رہیگا۔

پس اگر آپ کا مقابل فریق یہ عرض کرتا ہو کہ موجودہ تعلیم گاہوں کو تباہ نہ کیجئے  
 بلکہ اپنے زبردست دلائل اور قوی براہین سے انھیں بھی فائدہ بخش بنائے چار ہزار  
 طلبہ جو اس وقت مصروف تعلیم ہیں انھیں ترک تعلیم کا وعظ نہ فرمائیے۔ ہاں چھ کروڑ ٹانڈرو  
 لاکھ چھانوے ہزار مسلمانوں کے لئے جیسی تعلیم گاہ آپ چاہیں قائم کریں پس یہ اتنا س  
 کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۱۲۱) انگریزی تعلیم یا انگریزی ملازمت یا ممبری کونسل مسلمانوں نے تائید و حمایت  
 و استحکام حکومت انگریزی کے خیال سے نہ اختیار کی تھی نہ اس وقت اس خیال سے  
 اس کی تائید کر رہے ہیں بلکہ مقصود اس سے اپنا اور اپنی قوم کا نفع اور قیام تھا ہندوؤں  
 کا بھی یہی مقصد تھا لیکن مسلمان اپنی سہل انگاری و تن آسانی کی بدولت مقصد سے غافل  
 ہو گئے اور ہندوؤں نے مطلب و غایت کو ایک آن بھی فراموش نہ ہونے دیا پس اس وقت  
 مسلمانوں کو صحیح مقصد و مطلب کی طرف متوجہ کرنا مفید ہے یا ہر ایک امر کے ترک کی  
 تلقین و نفیٹ رساں ہے یہ اتنا س کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔



(۳) آپ مسلمانان ہند کو ہر طرح کی قوت و طاقت سے بھرپور تسلیم کرتے ہیں دوسرا فرقہ ان کے ضعف و ناتوانی کا یقین رکھتا ہے اس لئے اُس کی درخواست یہ ہے کہ پہلے قوت پیدا کیجئے پھر اُسی مقدار کی مناسبت انھیں محل کا حکم دیجئے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۴) آپ اس پہلو کو بالکل نظر انداز فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال و تباہی کی حقیقی علت کیا ہے اسی لئے اُس جانب چشم پوشی ہے لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ عقیدگی توحید سے بے نصیبی عبادات سے بے تعلق معاملات میں شریعت کی خلاف ورزی کا یہ نتیجہ ہے جو سامنے آیا ہے پس اصلاح مسلمین میں اس پہلو کو نظر انداز نہ فرمائیے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۵) آپ دین و مذہب کی حقیقت صرف اس قدر قرار دیتے ہیں کہ دنیا کا نام لے کر بہت زیادہ موثر آگاہی ہے انسان کو مطلع فرماں بردار بنانا اور انھیں جوش میں لاننا۔ کا نام لے کر بہت حاصل ہوتا ہے اسی غرض سے دانشمندی نے مذہب کا ایجاد کیا لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے کہ مذہب کے متعلق ایسا عقیدہ سخت الحاد و زندقہ ہے دنیا محض بے حقیقت شے ہے اس جب کبھی اہل حق کے پاس یہ آئی ہے تو اس کے متعلق دین کی خدمت گزاری ہوتی ہے خادم کو مخدوم سمجھنا نہ صرف نادانی ہے بلکہ جنون و دیوانگی ہے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۶) آپ یہ کہتے ہیں کہ دین و مذہب باقی رہے یا مٹ جائے لیکن دنیا کی طرح ہاتھ لئے اسی خیال سے آپ ایک ہندو کو امام مہدی علیہ السلام کا رتبہ دیتے ہیں حدیث میں تحریف کرتے ہیں تفسیر کی ناتمام عبارت نقل فرماتے ہیں لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے



کوساری دنیا بھی اگر ایمانِ فردشی پر مل جائے تو وہ ملعون ہے ہاں دین کی شوکت و قوت کے لئے اگر دنیا مشرعی طور پر حاصل کی جائے تو وہ دنیا نہیں بلکہ محافظِ دین ہے جس طرح رُوح جب تک کسی جسم میں باقی ہے تو اُس کے لئے ناکل و منار بے مسکن و ملائیں و دیگر ضروریاتِ زندگی کا سامان درکار ہوتا ہے لیکن ایک قالبِ بیجان جس رُوح نے مفارقت کر لی ہو تو اُس کے لئے صرف لحد کا گوشہ کافی ہے پس اگر مسلمانوں نے اپنی قومی رُوح یعنی مذہب ہی کو ہوا تو پھر اس سرِ دلالت کے لئے پیوندِ خاک ہی ہونے کا فتویٰ ہے یہ اتنا کفر و حرام کس دلیلِ شرعی کی بنا پر ہو۔

چونکہ انہیں انہیں اس تمام شدت و استبداد کا یہ عذر فرض کر لیا جاتا کہ اس وقت الہتاب اندرونی نے گرمی قدر لیڈروں کو ایسا مضطرب کر دیا ہے کہ آنکھوں سے نیک و بد کی تمیز اٹھ گئی ہے مضطرب بے قرار پر الزام کیا لیکن جب اس حقیقت پر نظر پڑتی ہے کہ یہ سارا جوش و خروش طرف اس لئے ہے کہ کفر کی گرم بازاری اور کفار کی چیرہ دستی ہو تو پھر سارا الفاظ کھل جاتا ہے اور آپ کے خود ساختہ مذہب کی حقیقت بالکل ہی بے نقاب ہو جاتی ہے۔

اہل بصیرت و ادب بابِ خبرت سے یہ راز مخفی نہیں کہ بلند بانگ لیڈر کے قلوب آج بھی یورپ و انگریزیت کے محبت سے لبریز و مال مال ہیں لیکن باوجود اس کے جو انگریزوں کو اس پابندی و التزام سے ہر روز بڑا کسا جاتا ہے کہ نمازیں ادا ہوں یا قضا تلاوت کلام مجید سے آنکھیں سعادت انداز ہوں یا بے نصیب و محروم مگر یہ ورد قضا سنونے پائے اس کی علت نہ تو انگریزوں سے بیزاری نہ نفرت نہ نہ اسلام کی ورد مندی و غیر خواہی بلکہ یہ بھی تعلیلِ اہل ہنود و کفار میں ادا کی جا رہی ہے۔

ہندوؤں کو انگریزوں سے نفرت ہے بلکہ بانگ لیڈر بھی نفرت کا اظہار انگریزوں

کہتے ہیں ہندوؤں کو سواراج چاہیے بلند بانگ حضرات بھی سواراج کے لئے صد  
 احتجاج بلند کرتے ہیں ہندوؤں کو انگریزوں سے عداوت ہے اور وہ ان کے درپے  
 اخراج ہیں بلند بانگ لیڈر بھی اس کی نقل اتارتے ہیں خلاصہ یہ کہ انھیں تو ہندو کی  
 رضا و خوشنودی مطلوب ہے جو وہ کہیں گے یا کریں گے بلند بانگ لیڈر اسی کی محاکات  
 کر دیں گے۔

صلح نامہ ترکی میں اگر تبدیلی نہ ہوئی تو ایشیا میں برٹش گورنمنٹ کا اقتدار خیال  
 سواراج کو باطل کر دے گا اس لئے ہندو متیاب ہیں بلند بانگ لیڈر بھی باتباع ہندو  
 مصروف مرثیہ خوانی ہیں۔

ہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ محبوب کا ذکر ایسا با وسلباً ہر طرح لذت بخش ہوتا ہے  
 خاص کر شاعرانہ تخیل معشوق کو قاتل ظالم سفاک بیوفا اور بد عہد کے بغیر حق عاشقی سے  
 سبکدوش ہی نہیں ہوتا اسی مناسبت سے اسے قبل انگریزوں کے مناقب داد و صاف  
 زبان لطف لیتی رہی اب ان کی بھوج و ذم کی باری ہے۔ شاعرانہ مذاق پر انھیں کی یا  
 ہو رہی ہے اور انھیں کے نام کا درد ہے۔

لیڈر کے افسانے اس وقت سطح لیڈری پر جن کا وجود سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ دو قسم کے  
 اشخاص ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی ہستی اور نمونہ کا مدار اسی لیڈری پر ہے مسلمانوں کے  
 سامنے اشغال انگیز تحریریں یکے بعد دیگرے پیش کرتے رہنا ان کی لیڈری کی جان ہے  
 ایک امر تباہ کن کا سامنے لانا اور پھر قبل اس کے کہ مسلمان اس تباہی سے باخبر ہوں  
 دوسری تباہی ان کے سروں پر لاکر ہیجان میں ڈال دینا ان کی لیڈری کا جوہر ہے  
 اسی کے ساتھ جالب مال کا اصول کسی حال میں نہ بھولنا لیڈری کی روح رواں ہے۔

دوسری قسم کے وہ اشخاص ہیں جن کی گورنمنٹ میں جب زیادہ قدر دانی نہ ہو سکی دربار  
 دیگر کے مواقع پر معمولی اشخاص کے ذیل میں ڈال دیئے گئے تو پھر مجبوراً  
 دیکھا کہ وہ ملتا ہی نہیں کعبہ کو ہوئے

اس میں ایک سریہ بھی تھا کہ شاید حکومت پر ایسی دھمکی پڑ جائے کہ جس سے خائف  
 ہو کر تلافی یافت کرے اسی کے ساتھ اگر دین پر بھی مفت کرم دہشتن کی رسم ادا ہو جائے  
 تو کیا مضائقہ غرض نمایاں لیڈر کی حقیقت ان دو صورتوں سے خالی نہیں رہے ان حضرات  
 سے ماورا ان کے حسب حال غالب کا یہ مصرعہ۔

مجھے تو خوف ہے کہ جو کچھ کہو بجا کیئے

حضرات لیڈر انصاف شرط ہے موقع جنگ بلقان پر وفد طبیبہ جانے کی تجویز ہوئی  
 بلا اختلاف مسلمانان ہند نے اس تحریک پر لبیک کہا دل کھول کر چندہ سے وفد کی انت  
 کی آپ اُس کا حساب نہیں لیکن اس قدر بتائیں کہ وفد طبیبہ کے مصارف کا آپ کیا اس وفد  
 اپیل سے جوابی لاء جابج کی خدمت میں پیش ہوا تھا کیا مقابلہ ہے جب کہ مسلمان  
 ایک موقع پر رقم خیر خدمت خلافت کے لئے پیش کر چکے تھے جب کہ مسلمانوں کے روپے  
 سے مسجد کا پنور کے متعلق آپ کو زیارت عروس البلاد لندن کا لطف مل چکا تھا تو پھر اس  
 موقع پر بھی اگر اس خدمت دینی کی سعادت صرف مسلمانوں کے حصہ میں مخصوص رکھی جاتی  
 تو کیا کفر و حرام ہوتا اگر مسلمان کافی سرمایہ آپ کی حشرت پرستی کے لئے جمع کر لیتے تو آپ کا  
 اپنے بعض لذتوں کو قربان کر دینے ارتکاب مہرمات شرمیہ اور اسراف بجا سے محظوظ بھی  
 ہوتے اور ہندوؤں کی متعلقات بھی نہ ہوتی جو موالیات حقیقی ہیں۔

حضرات لیڈر اہل حق کی آپسے اختلاف کی اصلی وجہ یہی ہے کہ آپ اہل ہندو سے



وہ سارے تعلقات پیدا کر رہے ہیں جنہیں حق سبحانہ نے حرام فرمایا ہے۔ موالات و دواؤ  
 اور رکون، یہ تین ایسے امور ہیں جنہیں ایک مومن کسی حال میں بھی کسی کافر کے ساتھ جیتے  
 اور پیدا کرنے کا مجاز نہیں بنایا گیا آپ حضرات انہیں منہ امور کو نہ صرف جائز بلکہ  
 واجب و فرض قرار دے رہے ہیں۔ بحال غلو اور انتہائے انہماک سے کفر کی امداد اور  
 مسلمانوں کے حقوق مذہبی کا اٹلاف کر رہے ہیں اگر یہ نہوتا تو آپ کے کچھ بھی اختلاف تھا  
 آپ جائز تعلقات کو انگریزوں سے موالات کہتے تھے ضعف کو قوت سمجھتے تھے  
 غفلت کو تیاری جانتے تھے اہل حق آپ کے ان خیالات کو جوش مغرور پر محمول کر لیتے  
 پھر آپ کے مخلصانہ عرض کرتے کہ جائز امور کو موالات کہنا شائع علیہ السلام اور شریعت  
 الزام ہے۔ لفظ موالات کا استعمال نہ کیجئے مضعف کو قوت سمجھنے میں مسلمانوں کی تباہی ہے  
 غفلت کو تیاری سمجھنا دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہونا ہے امید تھی کہ آپ گرامی قدر  
 حضرات بھی سمجھ جاتے اور باہمی مفاہمہ و تبادلہ خیال سے اصلاح مسلمین کی کوئی صورت  
 پیدا ہو جاتی۔

لیکن ستم تو یہ ہے کہ آپ گاندھی کو اپنا امام بناتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کی  
 اقتداء پر مجبور کرتے ہیں آپ کفر کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں پر اعانت کفر کے لئے  
 زور دلاتے ہیں۔ زبردستی کرتے ہیں اہل حق قرآن کریم کا فتویٰ سناتے ہیں آیہ کریمہ  
 کی تلاوت کیجئے۔

لا یأخذ المؤمنون الکافرین اولیاء  
 من دون المؤمنین الذین  
 مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں  
 کو اپنا دوست یا مددگار بنائیں۔

موالات کی تفسیر گزر چکی ہندوؤں کے کافر ہونے آپ کو بھی انکار نہیں پھر نہ صرف یہ کہ



آپ اپنے دینی امور میں ان سے مدد لے رہے ہیں بلکہ خود ان کے دین کی آپ  
مدد کر رہے ہیں یہ موالات نہیں تو کیا ہے۔

ہندو گائے کی قربانی اٹھانا چاہتے تھے حضرات لیڈرنے اس غلو کے ساتھ  
ہندوؤں کی تائید میں اپنی آواز بلند کی کہ حدیث شریف میں تحریف تک کر گزرے علماء  
سیاسی نے بھی اس تحریف سے چشم پوشی کی اور یہی فتویٰ دیا کہ مسلمان بکرے یا مینڈھی  
کی قربانی کر لیں گائے کی قربانی سے باز آئیں۔

رامائن کی پوجا میں مسلمان شریک ہوئے گا لکاپریوریٹیاں مسلمانوں نے پڑھائیں  
رام لچمن کو تاج مسلمانوں نے پہنایا سنگم و پریاگ کو مقدس مسجد مسلمانوں نے کہا یہ مذہب  
ہندو کی معاونت نہیں تو کیا یہ تکفیری ہے۔ کجب یہ کہ جس نے ان اعمال خبیثہ سے منع کیا  
شریعت اسلام کا حکم سنایا تو حضرات لیڈرنے اُس مخلص ناصح کو کافر، منافق، خیر خواہ  
انگریز، اور مذہب فروش کہا سچ ہے ہندو مسلمانوں کو لچھ جانتے ہیں اس لئے وہ فرقہ  
جواب ہندوؤں میں شامل اور ان کے دین میں داخل ہوا ہے اگر پکتے اور سچے مسلمانوں  
کو کافر نہ کہے تو خود کافر ہو جائے۔

(۲) ہندوؤں سے آپ و داد رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین مسلمانوں کو کرتے ہیں  
اہل حق و داد کفار کے ساتھ حرام بتاتے ہیں قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں آیۃ  
کریمہ کی تلاوت کیجئے۔

لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ  
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتی ہو اللہ  
پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے  
ان سے جنہوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اُس کے

آبَاءُ هُمْ وَأَبْنَاؤُهُمْ وَأَخَوَتُهُمْ  
یارسبتہ دار ہی کیوں نہوں۔

آیت کریمہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مخالفین اسلام سے وداخشیروہ اہل ایمان  
نہیں جس قلب میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہو وہاں کسی کافر کی محبت کا ہونا  
محال ہے حضرات لیڈر! آپ نہ صرف گاندھی کے نشہ الفت میں مرشار ہیں بلکہ اس کے  
بادہ عظمت سے آپ کے قلوب یہ مست ہو رہے ہیں۔

حبیب کبریا قائم البینین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ جناب میں کھل گایاں  
دینے والا حق سبحانہ کی طرف کذب جیسے قبیح امر کا منسوب کرنے والا آپ کی آنکھوں  
کا نور اور دل کا سرور ہے لیکن اگر کوئی گاندھی کو کافر کے جو محض واقعہ ہے تو آپ کیا  
تاب سننے کی نہیں رہتی۔

دُنیا دیکھ رہی ہے کہ اس وقت گاندھی کی عظمت و محبت لیڈر حضرات کس کس  
نوعیت سے مسلمانوں کے دل میں پیدا کر رہے ہیں یہ صریح خلاف ورزی علم الہی  
نہیں تو کیا ہے۔

(۳) آپ حضرات نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا ہے اہل حق اس سے منع کرتے  
ہیں اور قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ آیت کریمہ کی تلاوت کیجئے۔  
وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا  
مُسْلِمَانِ زَالِمُونَ (کافروں) کی طرف نہ جھکو  
وَرَبُّهُمُ يَكْبِتُ  
فَتَمُكَّهُمُ النَّارُ  
در نہ تمہیں آگ پکڑے گی۔

امام راغب اصفہانی رکن کے معنی یہ بتاتے ہیں۔

رکن الشی جائزہ الذی لیکن کسی شے کا رکن اسے کہیں گے جس کی طرف

الیہ دستکار للفقوۃ شے اگر ٹھیکے اور دستار معنی اُس کی قوت کے ہیں۔  
 آپ نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا اُن کی قوت کو اپنی قوت سمجھا ابتدا میں جس قدر  
 سلطان و اشتراک شائع ہوئے اُن میں یہ ہوتا تھا کہ مولانا عبد الباری صاحب کافوری  
 اور مہاتما گاندھی کا حکم لیکن اب تو صرف گاندھی صاحب کا حکم ہی حکم رہ گیا فرمان گاندھی  
 نے اب ایسی قوت حاصل کر لی کہ اُس کی غاشیہ برداری کے لئے مولانا صاحب کے  
 فتوے کی بھی حاجت نہ رہی اس وقت گاندھی نہ صرف آپ کا رکن بلکہ دار لیدری  
 ہے اگر گاندھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے تو آپ کی لیدری کی عمارت دھم سے زمین پر  
 آویں گی۔

سچے مسلمانوں کے مزید اطمینان کی غرض سے چند احادیث شریفہ نقل کرتا ہوں  
 تاکہ انھیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دینی امور میں جب کہ کفار سے مدد لینا مکروہ ہے  
 تو دین کا فرک مدد مسلمان کے لئے کب جائز ہو سکتی ہے۔

(۱) عن جیب بن اساف قال ایتنا  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم تشریف لے جا رہے تھے میں  
 اور ایک شخص ادیسری قوم کا حاضر خدمت ہو کر ملتے جلتے  
 کہ ہیں شرم آتی ہو کہ ہماری قوم ایک معرکہ پر  
 جا رہی ہو اور ہماری مدد اُس کے شامل نہ ہو۔  
 ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں اسلام لائے جیب  
 کہتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ  
 ارشاد ہوا ہم مشرک کی مدد نہیں لیتے جیب کہتے  
 ہیں پھر ہم دونوں مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے ساتھ شریک غزوہ ہوئے۔

(۲) عن جیب بن اساف قال ایتنا  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم تشریف لے جا رہے تھے میں  
 اور ایک شخص ادیسری قوم کا حاضر خدمت ہو کر ملتے جلتے  
 کہ ہیں شرم آتی ہو کہ ہماری قوم ایک معرکہ پر  
 جا رہی ہو اور ہماری مدد اُس کے شامل نہ ہو۔  
 ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں اسلام لائے جیب  
 کہتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ  
 ارشاد ہوا ہم مشرک کی مدد نہیں لیتے جیب کہتے  
 ہیں پھر ہم دونوں مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے ساتھ شریک غزوہ ہوئے۔

(۲) ان عبادۃ بن الصامت کان لہ  
 حلقاء من الیہود فقال یوم الاحزاب  
 یا رسول اللہ ان معی خمسائہ من الیہود  
 وقد سرائت ان استظہرتم علی العرد  
 فنزلت هذه الاية لا یخذ المؤمنون  
 الکافرین اولیاءہ  
 عبادہ بن صامت کے عیث یہودی تھے غزوہ  
 خندق کے موقع پر عبادہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ  
 میرے ساتھ پانچ یہودی ہیں میری رائے ہے  
 کہ دشمن کے مقابلہ پر ان سے مدد لیں تو اُس وقت  
 یہ آیت نازل ہوئی کہ مؤمنین کو یہ نہیں پہونچا کہ  
 وہ کافروں کو اپنا مددگار بنائیں۔

(۳) امام مسلم صحیح مسلم شریف میں ایک باب منقذ فرماتے ہیں باب کلامہ الکشاف  
 فی الغزوہ بکافریہ یعنی اس باب کے تحت میں وہ حدیث بیان ہوگی جس سے یہ ثابت ہوگا  
 کہ غزوات میں کافر سے مدد لینا مکروہ ہے۔

عن عائشۃ نروج البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم انها قالت خرج رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قبل بدر فلما  
 کان بجرۃ الوباء ادرکہ رجل  
 قد کان یدکر منہ جمرۃ ونجد  
 فخرج اصحاب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حین راؤہ فلما  
 ادرکہ قال لمرسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ بدر  
 کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقام جرہ الوباء  
 پر پہنچے تو ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کی بہادری مسلم صحابی  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے دیکھ کر خوش ہوئے جب وہ رسول اللہ  
 کے پاس پہونچا تو اُس نے حضور عرض کیا کہ میں اس غرض سے حاضر  
 ہوا ہوں کہ اس کام میں آپ کی اتباع کروں اور آپ کے ہمراہ لڑوں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ کیا اللہ اور  
 اُس کے رسول پر تو ایمان لاتا ہے اُس نے کہا نہیں آپ نے  
 ارشاد فرمایا کہ پلٹ جائیں ہرگز مشرک کو مدد نہ لیں گے۔  
 پھر جب ہم مقام شجرہ پر پہنچے تو اُس نے اپنی نہ



پیش کی اور دو بار رسالت سے وہی پہلا  
جواب ملا کہ پلٹ جائیں ہرگز مشرک کی نہ  
نہ لوں گا۔ پھر ہم مقام بیدا پر پہنچے تو  
اُس نے پھر انہیں کلمات سابقہ کے ساتھ  
اپنے کو پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے پھر پوچھا کہ کیا اللہ اور اُس کے رسول  
پر تو ایمان لایا اب تیسری دفعہ اُس نے  
عرض کیا ہاں ایمان لایا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساتھ چلو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو من  
بِاللہ ورسولہ قال لا قال فارجع  
فلن استعین بمشرك قال ثم مضى حتى  
اذا كنا بالبقيع اذ ركة الرجل فقال له  
كما قال اذل مرة فقال له البقي صلی اللہ  
علیہ وسلم كما قال اذل مرة قال فارجع  
فلن استعین بمشرك قال ثم رجع فادركه  
بالبقيع فقال له كما قال اذل مرة فمضى  
بِاللہ ورسولہ قال نعم فقال له رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق (مسلم)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیتہ کریمہ لا تتخذوا الیہود والنصارى  
اولیاء لفظ اولیاء کی تفسیر بایں الفاظ کرتے ہیں اَحَى لا تعتمدا علی الاستنصاء بهم  
ولا متوددوا الیہم۔ یعنی اُن کے مدد کرنے پر اعتماد و بھروسہ نہ کرو اور اُن کی دوستی  
پیدا نہ کرو۔

فاروق اعظم کا ایک فتویٰ نقل فرماتے ہیں۔

اس موقع پر اُسے بھی سُن لیجئے بصرہ پر حکومت مسلمانوں کی قائم ہو چکی ہے ابو موسیٰ  
اشعری وہاں کے عامل یعنی گورنر ہیں وہ اپنا دیوان جسے اُس وقت کاتب کے لقب سے خطاب  
کرتے ایک نصرانی کو مقرر کرتے ہیں فاروق اعظم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ابو موسیٰ  
سے فرمایا کہ اُسے معزول کر کے کسی مسلمان کے سپرد یہ عہدہ کرو مسلمانوں کے کام میں

ایک نصرانی سوامت نہ لینا چاہیے، ابو موسیٰ نے کہا کہ دینہ دلی کتابتہ یعنی درج  
 مذہب اُسے مبارک ہو مجھے تو اُس کے فن سے مطلب و غرض ہو امیر المؤمنین نے فرمایا  
 لا اکثرہم اذا اصابنا نعم اللہ ولا اعزہم اذا اذلہم اللہ ولا اذینہم اذا البعد  
 ہم اللہ یعنی میں اُس کی توقیر نہیں کرتا جس کی خدا نے توہین کر دی ہو میں اُسے عزت  
 نہیں دیتا جسے خدا نے ذلیل کیا ہو میں اُسے قریب نہیں کرتا جسے خدا نے دُور کیا  
 ہو ابو موسیٰ کہتے ہیں مجبوری یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی اس کام سے واقف نہیں بغیر  
 اُس نصرانی کے بصرہ کا کام چل نہیں سکتا ابو موسیٰ کے خاص الفاظ یہ ہیں لا یتتم  
 امر البصرۃ الا بہ یعنی بصرہ کا کام نہیں پورا ہو گا مگر اُسی نصرانی سے فاروق اعظم  
 فرماتے ہیں مات النصرانی والاسلام یعنی فرض کر لو کہ وہ نصرانی مر گیا اُس کے  
 مرنے کے بعد آخر گورنری کے دفتر کا کچھ انتظام ہو گا وہی انتظام جو اُس وقت کیا جا  
 اب کر لیا جائے۔

فاروق اعظم پر یہ امر تمام تھا کہ دفتر کے کام میں کوئی مسلمان ماہر نہیں نصرانی  
 کی واقفیت و مهارت بھی معلوم تھی لیکن ایک کافر کا تسلط اسلامی گورنری میں غیرت  
 فاروقی کے برداشت میں نہ تھا۔

نصرانی محکوم تھا مطیع اسلام تھا ابو موسیٰ کا ماتحت تھا لیکن دیوان ہو کر سامنے  
 دفتر پر حاوی ہوا جاتا تھا کافر کا ایسا معتمد علیہ ہونا فاروق اعظم کو گوارہ نہ تھا احتمال تھا  
 کہ جب قلم اُس کے ہاتھ میں ہو تو اپنے فن کو اگر مضرت رسانی میں مسلمانوں کے استعمال  
 کرے تو کچھ بعید نہیں۔

نصرانی کا کمال اور مسلمانوں کا اس فن سے نا آشنا ہونا ابو موسیٰ کو اس پر مائل کرتا

تھا کہ نصرانی قہر کا ثبوت پر برقرار ہے امیر المؤمنین کو اسی وجہ سے اُس کے معزول کرنے پر اصرار تھا کہ ایسا کام جس پر مسلمانوں کو دسترس کامل نہیں اور کافر میں اُس کی صلاحیت کامل موجود ہے مسلمانوں کے ضرر و نقصان کا اندیشہ ہی۔

ابو موسیٰ اپنے خیال کی بنا پر کہتے تھے۔ لایتم اہم البصرۃ الا بالہ یعنی بصرہ کا کام بغیر اُس نصرانی کے پورا نہ ہو گا۔ فاروق اعظم نے اپنے خیال کی بنا پر فیصلہ صادر فرمایا مات النصرانی والسلام نصرانی مر گیا اور اُس کا کھمال دفن ہو گیا۔

اس عمل فاروقی نے یہ نکتہ بھی حل کر دیا کہ جب تک اپنا کام آپ نہ سنبھالا جائے گا اُس وقت تک نہ تو کام کرنا آئے گا نہ تن آسانی چھوٹے گی دوسروں کی محنت پر بھروسہ کرنے کا ہی تو یہ نتیجہ ہے جو آج مسلمان ہر چیز میں محتاج اغیار ہیں انتہا یہ کہ دین بھی ایک کافر سے سیکھتے ہیں۔

(۱) فاروق اعظم کے فتوے نے یہ ثابت کیا کہ کافر اگر فریق محارب نہ ہو جب بھی اُن پر ایسا اعتماد نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے کاموں کی کفالت اُس کے سپرد کر دی جائے کیا گرامی قدر حضرات سنت فاروقی پر عمل آراہوں گے مات الکافر کفر اپنی جمعیت مسلمان اور مجلس خلافت کو گاندھی سے پاک کریں گے۔

(۲) احادیث ثلاثہ نہیں فتویٰ فاروقی سے قبل لکھا گیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوا کہ کافر کی مدد امور دینی خصوصاً جہاد میں قبول کرنے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرہ نام انکار فرمایا ہے کیا گرامی قدر حضرات اپنے پیغمبر روحی فداہ کی سنت پر عمل آراہوں کہ پاکہیں گے لن نستعین بمشرک ہرگز مشرک سے مدد نہ لیں گے۔

(۳) آیات الیہ نے صاف و صریح الفاظ میں ظاہر کر دیا کہ موالات و داد اور رکن

مطلقاً کفار کے ساتھ حرام ہے خواہ لائڈ جارج ہو یا مشرگاندی کیا گرامی قدر حضرات  
تعمیل حکم قرآن پر آمادہ ہیں۔

گرامی قدر حضرات کفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رد قبول فرمائی ہے  
مثلاً جنگ خنین کے موقع پر صفوان بن امیہ سے مجاہدین کے لئے زمین عاریۃ لی گئی تھیں  
آپ کو بھی اختیار ہے کہ کفار سے اسلحہ وغیرہ عاریۃ لیجئے۔

یا جنگ خیبر میں یہودیوں بنو قینقل کو داخل لشکر فرمایا تھا بنو قینقل کے یہودی  
اسلام سے مغلوب اور اُس کے محکوم ہو چکے تھے مسلمان ان پر قاب و متولی تھے قدر کا  
انڈیشہ نہ تھا آپ بھی کفار ہند پر غلبہ حاصل کیجئے پھر انہیں داخل لشکر کیجئے۔

فتح القدیر اور مبسوط علامہ سرخسی میں کتاب التیر ملاحظہ ہو نہایت صاف الفاظ میں  
یہ مسئلہ مبطور ہے اگر کافر اپنی رضا و رغبت سے داخل لشکر اسلام ہوا اور مسلمانوں کا مقابلہ  
کفار سے ہو کا فر عسکر اسلامی میں اپنا اختصاصی امتیازی علم نہ رکھے بلکہ مسلمانوں کے  
جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں  
مال غنیمت میں کافر کا حصہ نہو گا ہاں کچھ ہاتھ اٹھا کر عطا کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے  
لیکن غالب گروہ کفار کو اپنی معیت میں اس طرح لینا کہ کفر کا علم بلند ہو اور مسلمان  
اُس کے تحت میں لڑ رہے ہوں یہ قطعی حرام ہے۔

نصوص صریحہ کے بعد کسی صاحب ایمان کے لئے مزید بحث و گفتگو کی حاجت نہیں  
رہتی اگر علماء سیاسی و جنٹلمین لیڈر کو دعویٰ ایمان ہو تو وہ کفار و مشرکین کی معیت امور دینیہ  
میں ترک کریں اور نہ ہب کفر کی اعانت و تائید سے جو صریح حرام ہے تو بہ کریں۔  
مشرگاندی اور اُن کی پارٹی کے ساتھ ملاوت، فعل معروف اور رعم و شفقت



کچھ ضروریات زندگی میں ان کی مدد کیجئے اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو تو بیمار پرسی کیجئے دوا و علاج سے ہمدردی فرمائیے حیات تمدنی اور معاملات دنیوی میں خرید و فروخت بیع و رہن اور اجارہ وغیرہ بے دغدغہ بشر و طہا جاری رکھئے اس لئے کہ یہ امور نہ ممالک ہیں نہ دوا و دوا و کون بلکہ جائز و مضر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان امور کو عزت عمل عطا فرمائی ہے۔

لیکن خدا کے لئے یہ مصیبت مسلمانوں پر نہ لائیئے کہ جلسہ جمعیتہ العلماء کا منعقد ہوا اور مشرک گاندھی اس میں خطیب مذکر بن کر علماء اور عامہ مسلمین سے خطاب کرے جلسہ خلافت و اماکن مقدسہ ہو اور مشرک گاندھی اس کی صدارت کریں علماء زیر صدارت گاندھی تحریک شرعی پیش کریں ہندو مسلمانوں کی دینی مجالس کو کفار و مشرکین سے پاک کیجئے۔ اس سے بڑھ کر مصیبت علمی یہ ہے کہ آپ اسلامی خصال مٹا رہے ہیں تشقہ پوجا حل جنازہ مشرک وغیرہ سے عوام بے علم بہت کچھ گمراہ ہو چکے اب بھی انھیں توبہ و انابت کی طرف متوجہ کیجئے میں ایک فقیر بے نوا ہوں کسی طرح کی بضاعت اپنے پاس نہیں رکھتا ایک گوشہ تنہائی ہے اور محنت کی زندگی نہ تو لیڈری کا ساز و سامان رکھتا ہوں نہ رسمی پیری و مریدی کا ڈھب جانتا ہوں نہ مریدوں کی کوئی فرد اپنے پاس ہی نہ ملانہ کی کوئی جماعت انگریزی مدارس میں استاد دی و شاگردی ع

ہے یہ وہ لفظ کہ مشر مندہ معنی نہ ہوا

پھر آپ جیسے گرامی قدر اشخاص کا کیا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن ہاں یہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حق و صداقت میرے ساتھ ہو لیڈری کا غرور اگر چند لحظات کی فرصت آپ حضرات کو ملے تو فقیر کی معروضات پر توجہ فرمائیں۔

آج سے دس برس قبل فقیر نے جو کچھ عرض کیا تھا آپ حضرات نے اُس وقت قبول فرمایا لیکن بات حق تھی اور وہی راہ سیدھی تھی اب اگر آپ حضرات نے انھیں باتوں کو کہا اور انھیں کاموں کو کیا لیکن حمایت اسلام و خلیفۃ المسلمین کے لئے نہیں بلکہ سوادِ ارج اور گاندھی کے لئے پس اُن نیک کاموں کی بھی صورت آپ کے طرزِ عمل سے مسخ ہو گئی۔  
 انا للہ ثم انا للہ ۛ

(۱) فقیر نے اتنا س کیا تھا کہ ہر مسلمان سالانہ اپنی آمدنی کا ایک سہل حصہ التزائم خدمات اسلامیہ کے لئے نکال کرے اور ایک جگہ تجویز کر لی جائے جہاں سب کے مسئلہ روپے جمع ہو کریں ایک صدر مجلس ہو جس کے تحت میں تمام قصبات و دیہات کی مجلسیں کام کرتی ہوں چرخ کے قواعد امنوں اور اراکانوں کے اختیار و خصوصیات مقرر کر لئے جائیں اُس روپے میں سے ایک معینہ رقم سلطان کی خدمت میں مصارفِ حرمین کے لئے بھیجی جائے باقی دیگر ضروریات مذہبی کر لئے محفوظ رہی۔

کیا خلافت کیسی آج اپنا یہی مقصد نہیں بتاتی ہے لیکن افسوس آٹھ تو برس بعد قائم بھی ہوئی تو ہندو کی سرپرستی میں نہ چرخ کے قواعد نہ مصارف کا حساب اس بیدردی سے مسلمانوں کا روپیہ عیش پرستی اور ہواؤ ہوس میں لیڈر حضرات اُڑا رہے ہیں کہ کسی کافر نے بھی مسلمانوں کا گھر لوٹ کر اس طرح دادِ عشرت نہ دی ہوگی۔

(۲) فقیر نے اتنا س کیا تھا کہ مصلحین اُمت میں سے بعض افراد بلا دُرب کا دُورہ فرمائیں امعانِ نظر سے یہ اندازہ کریں کہ کس خطہٴ عرب میں کس طرح کی تعلیم مفید ہوگی بعد غور و فکر تعلیم کا یہ قائم کریں نیز عربوں کو اچھی طرح سمجھا دیں ۛ  
 پائے مد زنجیر پیش دوستاں + بہ کہ بایگانِ نجاں در بوستاں

یہ تحریک بت و ست و وضاحت سے بیان کی گئی تھی اگر اس پر لبید و حضرات غور فرماتے  
 تو عربوں کا شیرازہ ترکوں سے جدا ہو کر نہ بکھرتا نیز جس قسم کے ہندوستانی اہل صنعت و  
 حرفت یا صاحب علم و فن کی حاجت دیا عرب میں ہوتی انہیں وہاں جانے کی غیب  
 دی جاتی خطہ عرب کو استوار کرنا اور پھر ہندی مسلمانوں کا بقدر حاجت و وسعت عربوں  
 سے جا کر ملنا استوار بنیاد پر خدمت اسلام کا انجام پانا تھا۔

آٹھ نو برس بعد آپ نے اس التماس کو تسلیم کیا لیکن ہجرت کی نفیر عام پکار کر مسلمانوں  
 کو تباہ اور ہندوؤں کو مالا مال کر دیا اب چندہ ہوتا ہے اور مہاجرین کو بھیجا جاتا ہے  
 اس طرح ایک مستقل تحریک تحصیل زر کی توبیشک قائم ہو گئی لیکن مسلمانوں کا ذرہ  
 برابر بھی فائدہ نہوا۔

(۳) فقیر نے یہ التماس کیا تھا کہ علماء کا باہم ایک تعلق قائم ہونا چاہیے جس طرح  
 سلاطین کے سفر ایک دوسرے کی سلطنتوں میں مقیم رہا کرتے ہیں اسی طرح چند علماء  
 جو شیخ الاسلام کے نائب ہوں افغانستان و ہندستان وغیرہ میں اقامت اختیار کریں  
 باہمی جمعیت و مشورہ سے دینداری مسلمانوں میں پیدا کریں انہو اس گزارش کو بھی  
 نہایت بسط و ایضاح سے عرض کیا تھا آٹھ نو برس بعد آپ نے اسے تسلیم فرمایا جمعیت  
 کی مجلس منعقد فرمائی لیکن وہاں مسٹر گاندھی تلقین و ہدایت کے لئے بلائے گئے ان کے  
 مناقب کا نظیہ پڑھا گیا۔

دینہ اجابہ بخجور ۲۱ جنوری سن ۱۹۰۷ء میں مسٹر شوکت علی کی تقریر شائع ہوئی تھی اس کے  
 دو فقرے نقل کرتا ہوں ”ربانی جو پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو رنجی کرو گے تو خدا کو رنجی کرو  
 ” بھائی خدا کی رستی کو مضبوط کر دو اگر ہم اس رستی کو مضبوط کر دیں گے تو چاہے دین ہماری ہاتھ سے

جاتا رہی مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی۔ یہ فقرات جہاں یہ بتا رہے ہیں کہ مطلع نظر ان حضرات کا کیا ہی مذہب کی حقیقت اور وقت ان کے نزدیک کس قدر ہی دینی ہے۔ کا نام کیوں لیا جاتا ہے وہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہندو کے ساتھ انھیں کیسی حقیت و ارادت ہے۔ چنانچہ جلسہ جمعیتہ العلماء میں جس کا انعقاد ماہ نومبر دہلی میں ہوا سر شریک نے صاف الفاظ میں یہ کہنا شروع کیا کہ ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں۔ (فتح دہلی ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء) پھر ایک عالم نے یہ کہا خدا نے ان کو (گاندھی کو) ہمارے واسطے ذکر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا دے کر بنا کر بھیجا ہے۔ (فتح دہلی ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء) ایمان سے کیے یہ جمعیتہ العلماء ہے یا اُمت گاندھی کا حلقہ یہ اسلام اور شریع علیہ السلام کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دے رہی ہے یا گاندھی کی نبوت تسلیم کر رہی ہے یہ حضرات اسلام کی دردمندی میں انگریزوں سے لڑنا چاہتے ہیں یا دین گاندھی کے حمایت میں پھر اگر کسی نے ان کی بات نہ سنی تو کافر، منافق، یرید می، ملعون اور جہنمی کیوں کر ہوا۔ لیڈران قوم آج اعتبار و جرات ہمارے ہاتھوں میں ہیں جسے چاہو بھالیاں۔ مسافر کو حق کو باطل اور باطل کو حق کہو اور چھاپ کر شل کر دو اس وقت تو تمہاری بات بن آئی ہے مخلوق اندھی ہو گئی ہے لیکن ایک وقت آئے گا اور ساری حقیقت عریاں ہو جائے گی۔

میدان کر بلا میں یرید یوں نے بعد شہادت شہزادہ کوئین سیدنا امام حسین علیہ السلام فتح کے قمارے بجائے دود و مان نبوت کو جس طرح چاہا ایسے کیا لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ یرید یوں پر خدا نے ایسی لعنت بھیجی کہ ان کے پاس کا حلقہ نہ منقطع ہوا نہ قیامت تک منقطع ہو



اس وقت اہل حق کے مقابلہ میں تمہیں اپنے انہو پر ناز ہی جیسے چاہتے ہو عوام سے فیضت و رسوا کرتے ہو اہل حق فصیح و جمیل کلمہ ضبط کر جاتے ہیں۔

اہل حق کے مقابلہ میں مثل یزید دعویٰ اجماع پیش کرتے ہو صریح نص قرآن اور نص حدیث کی مخالفت اور پھر اجماع کا دعویٰ کیا احکام قرآن کا نسخ اجماع سے جائز ہے اور پھر اجماع بھی ایسے علماء کا جن کے پاس خدا نے کلامی کو مذکور بنا کر بھیجا ہے جو علماء ہیں و گاندھی ہیں جس طرح قرآن مجید توریت و انجیل کا نسخ ہر اسی طرح گاندھی کا فرمان آیات الہیہ کا نسخ ان مدعیان علم و اجتہاد کے عقیدہ میں ہے۔

ایسے نجس و ناپاک عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کچھ تو شرابیئے الحیاء مشعبۃ من الایمان۔

یزیدیوں نے جب یزید کی امامت و خلافت کا علم بلند کیا تو اہل حق کے مقابل میں انہوں نے یہی دلیل پیش کی تھی کہ سارے ملک نے یزید کی امامت تسلیم کر لی اجماع ہو گیا صرف چار شخص ہیں جو اس کی امامت تسلیم نہیں کرتے یعنی عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دیکھتے ہو وہ اجماع جو یزید کی امامت پر ہوا تھا کیسا کھائب و خاسر ہوا عبرت پکڑو اور اہل حق کو گالیاں دینے سے باز آؤ ان کی تحلیف و اذیت رسانی سے اپنے ہاتھ اور زبان کو منہ کر و تھاری و شام دہی کی یہ ہمہ گیری ہے کہ جہاں تم نے ایک رکن دین طامی شرع متین امام اہل سنت مجدد الملتہ حاضرہ و مدیلتہ طاہرہ پر سب و شتم کیا وہاں اس فقیر مینوا کو بھی بار بار متعدد جہرا تم میں تم نے گالیاں سنائیں میں نے تمہارا کیا بھڑا تھا بیشک یہ تصور ہوا کہ جس وقت ساری زبانیں گنگ تھیں مجھ گنہگار کی زبان کلمہ حق کہہ رہی

مقی جس وقت سارے اقلام خشک تھے مجھ بے بضاعت کا قلم مصروف تحریر تھا جس وقت  
سارے پاؤں مفلوج تھے مجھ ضعیف کا پاؤں منزل رساں راستہ پر تھا انصاف کرو  
اس میں میری کیا خطا ہوئی یہ تو اللہ کا فضل تھا تم ہال امر کے نام سے چندہ تعمیل کرتے  
تھے اور داد عیش و نشاط دیتے تھے زر کشی کے لئے جس طرح کے مضامین ضروری تھے  
تم انہی کو لکھتے انہی کو کہتے تھے لیکن اس فقیر کو خلافت کی لوگی تھی اس لئے ترکوں کی  
مختصر تاریخ پھر ان کی خلافت ان کی اطاعت اور ان کے حقوق دلیل و برہان کے ساتھ  
لکھ کر مسلمانوں کے سامنے پیش کر دو (دیکھو فقیر کا رسالہ البلاغ)

تمہیں مسئلہ خلافت کی اب آکر جو دھن بھی بندھی تو ایک کا فرقہ کے تذکرہ و مقین سے  
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کی جگہ سواراج نے، خلیفۃ المسلیین کے پس ارفع و اعلیٰ مقام کا ہند  
نے اور شیخ الاسلام کا لقب شیخ المند نے لے لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ غرق ہو کر طوفانِ ابد جہانز کے تباہی کا علم عامی و اعلیٰ سبھی کو ہوتا  
ہے لیکن جہاز کا ناخدا طوفان کو بہت پہلے اور بہت دور سے دیکھ لیتا ہے جن کے دماغ اس علم و  
تجربہ سے خالی ہوتے ہیں وہ ناخدا کے تدابیر و اضطرار پر ہنستے ہیں لیکن وہی قہقہہ آخر کار  
نالہ و شیون ہو جاتا ہے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا ہزار احسان اور اس کے اس خاص کرم کا ہزار ہزار شکر کہ  
جس چیز کو آج آپ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں فقیر کو دس برس قبل قوم کے سامنے  
پیش کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جس جگہ آج لیڈروں کے اقدام جانا چاہتے ہیں وہاں کی سیر ربوں قبل اس  
مسیکین و عاجز کو دکھائی گئی جس راہ پر آپ لیڈروں کو کچھ دور چل کر رحبت ہو گئی الحمد للہ کہ

اُسی راہ سے منزل مقصد تک یہ بے بغضامت پہونچا اور استقامت کے لطائف سے  
سعادت اُندوز ہوا۔

گرمی قدر حضرات اعمال نامہ آپ کے سامنے پیش نہ ہو گا نہ محاسبہ و فیصلہ آپ کے  
ہاتھوں میں ہو گا پھر اپنے رب کریم کے اُن احسانات و انفعالات کو کیوں پیش کر دوں جن کی  
بدولت تو فیق خدمت دین و ملت کی پائی۔

گزشتہ سال بہار و بہار سندھ اور الہ آباد میں ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے  
جو کچھ کہا اُسے الہ آباد کے انہیں اشخاص سے پوچھئے جو اس وقت خلافت کیسی کے  
سرگرم ارکان ہیں۔

مولوی بشیر الدین احمد صاحب اڈیٹر البشیر اُردو سندھ کے جلد میں شریک تھو اُن سے  
دیانت کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دعوت حق کے کتے ہیں۔

اگرچہ مجھے اپنی یہ کاریوں کا اعتراف ہی کوئی عمل شرکت نفس سے خالی نہیں کوئی  
فضل ریا و سمعہ سے صاف نہیں اپنے حسبِ حال یہ بُرائی ہو رہی ہے۔

مے فسق و فجور کا ہر روزہ ما مے پرزگناہ کا سہ و کوزہ ما  
می خندہ روزگار و میگریہ عمر بر طاعت و بر نماز و بر روزہ ما  
لیکن اسی کے ساتھ اس کا شکر کہاں ادا ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے محض اپنے  
فضل عظیم سے بغیر اُفقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دین فردشی و گمراہ سازی سے  
مصلوٰن و محفوظ رکھا اُسی اپنے مولیٰ تعالیٰ سے خواستگاری و تمنا کہ صدقہ تاج دارینہ  
کا حق تقصیر اور منفرت معاصی کے ساتھ اتنا اور گرم کہ اس رُدیہ کی زندگی کا باقی حصہ  
غلامی و اطاعت میں سرکارِ دینہ کے بسر ہو جائے۔

دارم دکنے غیبی بیا مزد و پیریں صد واقعہ در کین بیا مزد و پیریں  
 شرمندہ شوم اگر یہ پر سی مسلم یا اکرم الا کر میں بیا مزد و پیریں  
 حالات دائرہ کے متعلق فقیر کو جو کچھ عرض کرنا تھا بونہ تعالیٰ اُن سے فارغ  
 ہو چکا رہی ہفتوات حضرات لیڈر یا علماء سیاسی کے اُن کا کہاں تک جواب دیا جائے  
 یہ سلسلہ تو غیر متناہی ہے مجھے اس قدر فرصت کہاں جواب و سوال کے پیچھے پڑوں لیکن  
 تحریر کا خاتمہ اس پر کرتا ہوں کہ اگر فقیر کے جواب میں آپ نے اُسی رسم کُن دشنام کا  
 اعادہ فرمایا تو فقیر کی طرف سے سکوت محض ہو گا ہاں جو امور مشورہ کے طور پر پیش کئے  
 گئے ہیں اُن کا اگر آپ رد فرمائیں گے تو یہ فیصلہ اربابِ حل و عقد پر موقوف کہ صحیح مشورہ  
 کس کا ہی لیکن اگر مسائل شرعیہ میں آپ نے کلام کیا تو اُن کا فیصلہ ابھی کئے دیتا ہوں عام  
 بھی سمجھ جائیں گے اور انہیں اس کی دشواری پیش نہ آئے گی کہ کس کی سنوں ہر ایک  
 قرآن و حدیث ہی پیش کرتا ہی۔

(۱) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مطلقاً کفار و مشرکین سے موالات و داد اور رکون  
 حرام ہے منہی عنہ ہی اور ہر ایک کا ثبوت کلام اللہ سے پیش کیا ہی آپ براہ کرم اُس آیت  
 کی تلاوت فرمائیں جس میں حق سبحانہ نے یہ حکم دیا ہو کہ ایسی حالت میں یا اس طرح کے  
 کافروں کے ساتھ موالات یا داد دیا رکون کی مسلمانوں کو اجازت ہی اگر آپ نے  
 آیت پیش فرمائی اور مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ تو لوھم یا توھم یا ترکوا  
 الھم کا موجود ہی تو پھر میں بھی تو بہ کر لوں گا اور اپنی جہالت کا اعتراف۔

(۲) میں نے عرض کیا ہی کہ کفار و مشرکین سے جہاد میں مدد لینا ممنوع و مکروہ ہی  
 ہاں اگر کفار و مسلمانوں سے مغلوب ہوں یا ان کے محکوم ہوں تو اُن سے استعانت جائز ہی



اس لئے کہ یہ استقامت فی الحقیقت استحکام و خدمت گزاری ہے یا محکوم تو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنانِ دین کا مقابلہ کریں علمِ مسلمانوں کا ہو اور لشکر پر حکومتِ مسلمانوں کی ہو تو ایسی صورت میں بھی کافر کا شریک کرنا جائز نہ ہو اس دعوے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کی ہیں فقہائے کرام کی تحقیق

کا حوالہ دیا ہے۔

آپ کوئی حدیث ایسی لکھیں جس میں یہ حکم ہو استعینوا بالکفار والمشرکین (یعنی کفار و مشرکین سے مدد لو) یا فقہائے کرام کا کوئی فتویٰ نقل فرمائیے جس میں یہ ہو کہ کافر کو غلام بردار اسلام اور فوجی سپہ سالار بنا کر مسلمانوں کو ہمدرد لڑنا جائز ہے۔ (۳) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ آیت لا ینھکم اللہ الخ کو قتادہ نے منسوخ فرمایا ہے اور یہی مذہب امامِ مطہرین ربیع کا ہے آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول بھی ایسا نقل فرمادیں جس میں یہ ہو کہ آیت لا ینھکم اللہ الخ ان ساری آیتوں کی تاہم ہے جن میں مطلقاً کفار سے موالات، وداد اور رکون حرام فرمایا گیا ہے۔

(۴) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اگر آیت لا ینھکم اللہ الخ کو منسوخ نہ بھی مانتے ہیں یا کہ علامہ ابن جریر طبری کا مسلک ہی جب بھی ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں نہ قتال کریں نہ انھیں ان کے گھروں سے نکالیں صرف برداقِ ط کی اجازت پائی جاتی ہے نہ کہ موالات اور وداد کی آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول ایسا نقل فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ برداقِ ط مرادِ موالات و وداد ہے یا برداقِ ط کی اجازت سے موالات و وداد اور رکون کی بھی اجازت ہو گئی آپ کا لکھنا اور فقیر کا تسلیم کرنا انشاء اللہ معاً علی الفور ہو گا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُحَدَّثَ لَنَا فَرِيقٌ مِنْ هَٰؤُلَاءِ اَنَّ سَقْفَ  
 اَوْرَعْرَضٍ كَرِدُوا فِي يَدِ تَحْلِيفٍ مُسْتَعْنِي عَنِ الْاَلْقَابِ حَكِيمٌ حَافِظٌ مُؤَمِّلٌ اَجَلُ خَالٍ صَاحِبُ ثَرْبٍ  
 دَهْلِي كَوْنَهُ دَمِي جَائِءٌ وَرَنَهُ حَدِيثٌ وَتَفْسِيرٌ دُونُوں سے ثُبُوتِ چشمِ زدن میں پیش کر دیا جائیگا۔  
 اس لئے کہ وہاں تصنیف کا دروازہ بہت وسیع و کشادہ ہے سالانہ کتب مجھے نقل دے گا  
 ہے نہ عبارت مصنفہ۔

مسئلہ قربانی میں حکیم صاحب حدیث تصنیف فرما چکے تھے نو بہر مسئلہ میں جو جملہ  
 جمعیۃ العلماء کا دہلی میں منعقد ہوا وہاں بحیثیت صدر استقبالیہ کیسی آپ نے اپنا خطبہ صدارت  
 پڑھا تفسیر ابن جریر کی اس قدر عبارت پڑھ کر کہ آیۃ لا یُطْعَمُ اللہُ اِلَّا بِمَنْعُورٍ نہیں ہے  
 فوراً اس نتیجہ پر حکیم صاحب پہنچ گئے کہ ہندوؤں سے موالات جائز ہے طر فکی یہ کہ استخراج  
 نتیجہ اس شان سے فرمایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حکیم صاحب کا اجتہاد و استنباط نہیں  
 ہے بلکہ ابن جریر کی تحقیق ہے۔

پھر ایک حدیث بیان کرنے کی بھی زحمت گوارہ فرمائیے اور حسب معمول تحریف  
 افرا کا ایک دوسرا نمونہ آپ نے پیش فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔

”اُحَدَّثَ لَنَا فَرِيقٌ مِنْ قُرَآنِ اَبْنِ اَبِي حَنِظَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ مَقْبُوْلٍ كِي طَرَفِ لُحْیِ

اور انہوں نے بنی عبد الدار کے ان تین آدمیوں کو قتل کیا جو فریق مخالف کے علم بردار  
 تھے یہاں تک کہ رسول مقبول نے خوش ہو کر فرمایا۔ اِنَّ اللہَ لَیَا نْہَا هٰذَا الدِّیْنِ  
 بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بیشک اللہ اس دین کی مرد فاجر سے مدد کرتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اس شخص کو فاجر فرمائیں حکیم صاحب مشرک کہیں کیا فاجر و مشرک دونوں الفاظ  
 مراد ہیں سب مسلمان جانتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے صَلُّوْا اٰخِلَ کُلِّ بَرُوْفٍ اَجْرُ

یعنی نیکو کار اور بدکار دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے پس اگر  
 فاجر و مشرک باہم مراد ہیں تو کل سے گاندھی کے پیچھے آپ نماز پڑھنے  
 کا اجتہاد فرمائیں گے اور کیا عجب کہ آپ حضرات نے یہ سعادت حاصل کی ہو  
 کس دلیری سے یکدم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے مقابلہ سے خوش  
 ہو کر آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ اس دین کی مرد و فاجر سے مدد فرماتا ہے حکیم صنایا  
 یہی مصیبت کیا کم تھی کہ ہندوؤں کی محبت آپ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اب  
 حدیث صاحب لولاک میں افراد تحریف کی بلا کیوں اپنے سر لیتے ہیں۔  
 زیادہ بحث کی گنجائش دہلت نہیں براہ کرم اس کا ثبوت پیش کیجئے کہ قرآن  
 مشرک تھا اور قرآن سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا  
 فرمایا تھا۔

یکدم صاحب بقرآن منافق تھا اور اس عیاری سے اپنے نفاق کو اُس نے  
 مخفی رکھا تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مومن صادق جانتے  
 تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے متعلق یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ  
 دوزخی ہے صحابہ کرام متحیر تھے معرکہ قتال میں جب کہ اُس کے سرگرم مقابلہ  
 و مقابلہ کی خبر ہوئی اُس وقت بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ دوزخی ہے۔  
 قرآن مجید ہوا زخم کی تخلیق برداشت نہ کر سکا آخر اُس نے خود کشی  
 کر لی اور اس طرح اپنے دوزخی ہونے کو پہچان کر دکھایا اُس وقت جب کہ اُس کی

خودکشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور آقاؐ نے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی تب ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے دین کی مدد مرد فاجر سے فرماتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ منافقین کے ساتھ برتاؤ مثل مسکین جاری تھا وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے نمازیں پڑھتے تھے غزوات میں مسلح ہوا کے ہمراہ ہوتے تھے۔

اللہ اللہ کفر کے ساتھ کیسی شینگلی و فریفتگی ہو کہ کذب و افرا کا ارتکاب ایسے سنجیدہ و متین اشخاص کس اطمینان و سکون سے کرتے ہیں۔

جمعۃ العلماء کے پانچ فضلاء کیسے متحرک و متدین عالم ہیں کہ فیس میں حدیث میں نفاذ ہوتا ہے لیکن اصلاح کی قسم ہے۔

مسلمانوں! آنکھیں کھولو علماء سیاسی یہ کہتے ہیں کہ ”خدا نے گاندھی کو مذکر بنا کر بھیجا ہے“ ”پس وہ گاندھی صاحب کا ہوں“ علوم مشرقیہ کا فرد فریدی اس طرح تحریف کرتا ہے جنٹلمین لیڈر یہ کہتا ہے کہ اگر ”ہندو بھائیوں کو راضی کر دو گے تو خدا کو راضی کر دو گے“ عوام گاندھی کی جڑ پکارتے ہیں۔ مع تنہا وہ داغ و خال شدہ پنہ بجا کجا نہم

جب دیانت و تقویٰ کا یہ حال ہو کفر کی اس بیباکی سے حمایت کی جا رہی ہو تو پھر یہ خدمت خلافت ہو یا ہلاکت مسلمین ایسی مجلس میں شریک ہونا چندہ دینا ثواب ہی یا گناہ عظیم خدا مسلمانوں کو ہدایت فرمائے یہ فقیر گنگا بھی دل سے اولاد مسلمین کے حق میں دعا و ہدایت کرتا ہے اور لیڈران قوم سے نہایت



نیا زندانہ التماس پیش کرتا ہے کہ دروازہ توبہ کا ہنوز بند نہیں ہوا ہے پاک  
مذہب اسلام تم سے کہہ رہا ہے کہ ۵

ہمترگانِ سیدِ کر دی ہزاراں رختہ دہ دینم

بیا کر چشمِ بھارت ہزاراں در دیرِ چینم

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى  
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعْمُوْمٌ يَا اَرْحَمَ الرَّحِيْمِيْنَ

حررہ بقلمہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

محلہ میرداد

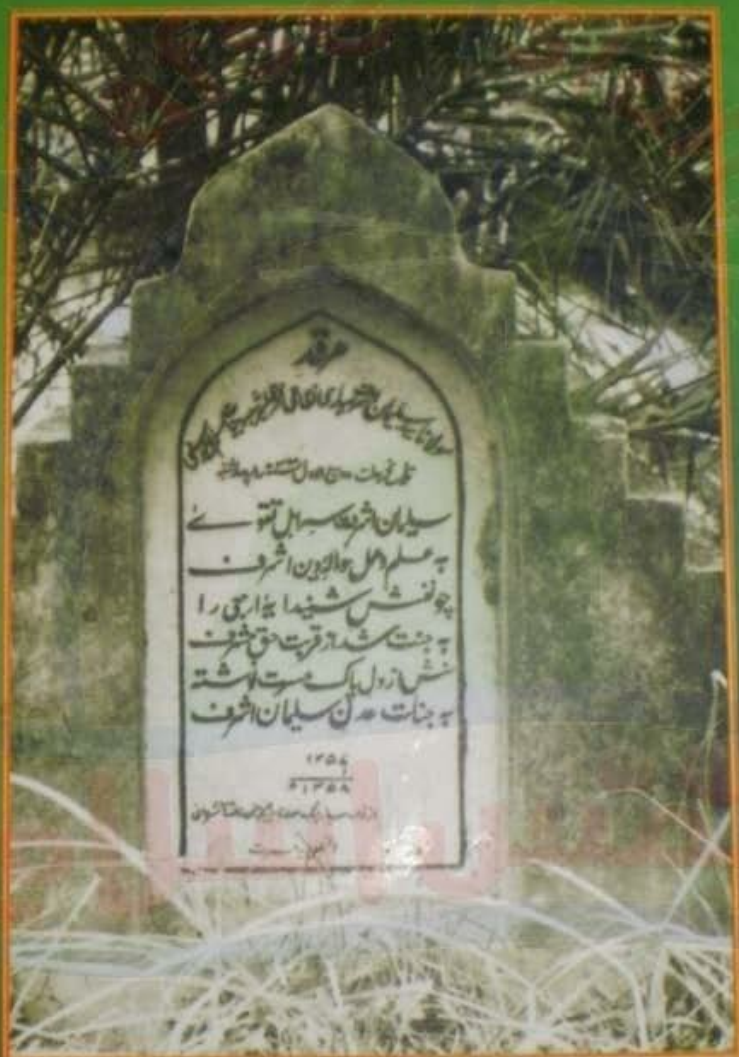
بہار شریف ضلع میٹنہ

# گزارش

اس سال میں کثیر القسام ادا مولیٰ و فروعی ضروری مباحث ہیں۔ ہر مہل کے  
ما تحت متعدد موضوع ہیں جن صاحب کو جو اصلی یا ضمنی بحث دیکھنی منظور ہو وہ  
نہرست مضامین کی مدد سے مدخلہ فرمائیں

لوح مزار

حضرت پرہیز علیہ الرحمہ فیضان الشرف قدس سرہ العزیز  
میر شہید جلال علیہ الرحمہ



کھجور کا ایک قدیم درخت ابدا احترام سایہ فگن ہے۔

اذا لا ینا کنت ننا شئنا سی لا لہو